مطبوعات مؤتمر المصنفین (۶)

قادیان سے اسرائیل تک

برطانوی اور صیہونی سامراج اور قادیانیوں کے باہمی گہرے روابط و تعلقات
اسلام دشمنی کی مشترکہ سرگرمیوں اور شرمناک سیاسی کردار کا
اس صدی کا سب سے مستند واضح اور تحقیقی جائزہ

سعی و اہتمام

مولانا سمیع الحق

مدیر ماہنامہ "الحق"

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک (پشاور)

مطبوعات مؤتمر المصنفین ۷

قادیان سے اسرائیل تک

برطانوی اور صیہونی سامراج اور قادیانیوں کے باہمی گہرے روابط و تعلقات
اسلام دشمنی کی مشترکہ سرگرمیوں اور شرمناک سیاسی کردار کا
اس صدی کا سب سے مستند واضح اور تحقیقی جائزہ

بسعی و اہتمام

مولانا سمیع الحق

مدیر ماہنامہ "الحق"

کتاب	قادیان سے اسرائیل تک
تالیف	مؤتمر المصنفین
ناشر	مؤتمر المصنفین
سلسلہ مطبوعات	۷
صفحات	۲۲۴
مطبع	ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی
قیمت	۲۰ روپے
سرورق	سید نفیس الحسینی
طبع اول	۱۳۹۸ھ
طبع دوم	۱۴۰۳ھ

۲۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

قادیانی فرقہ مذہبی سے بڑھ کر ایک سیاسی فرقہ ہے۔ انیسویں صدی کے عظیم استعماری سامراج برطانیہ نے اپنے مکروہ سیاسی عزائم کی تکمیل کے لئے اسکی نشوونما میں بنیادی حصہ لیا پھر اسے اس تحتی بر اعظم پاک و ہند میں سامراجی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ دوسری طرف عالم عرب کے سینہ میں جب صیہونی قوت اسرائیل کا خنجر پیوست کیا جارہا تھا تو قادیانیت اس کیلئے ہراول دستہ ثابت ہوئی، مغربی سامراج کے زیر اثر افریقی ممالک میں بھی قادیانی جماعت ہی پس پردہ آلۂ کار بنی رہی یہ حقائق اب ڈھکے چھپے نہیں رہے، مگر جتنی ضرورت تھی قادیانیوں کے اس اسلام دشمن سیاسی کردار پہ کما حقہٗ روشنی نہیں ڈالی جاسکی، بلاشبہ علماء اسلام نے قادیانیت کے مذہبی دینی عقائد کے پہلو پہ اتنا کچھ لکھا کہ اس سے اسلامی علم الکلام میں ایک وقیع اضافہ ہوگیا۔ لیکن ملت مسلمہ اور عالم اسلام کو اس مار آستین ٹولے کے اصل سیاسی عزائم اور مشاغل سے متعارف کرانے کا کام اب بھی وقت کا ایک اہم فریضہ ہے۔

قومی اسمبلی میں جب قادیانیت کا مسئلہ زیر بحث تھا تو ملت اسلامیہ کے موقف کے نام سے مسلمانوں کیطرف سے جو بیان دیا گیا اس کے آخری باب سیاسی حصہ میں احقر نے قادیانیوں کے اس رخ سے نقاب اٹھانے کی کوشش کی جس کے خاطر خواہ اثرات ظاہر ہوئے اور ایوان کی اکثریت محو حیرت ہوگئی، اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم کیطرف سے ایک کتابچہ اسی موضوع پر شائع ہوا اور قادیانیوں کے ذمہ دار افراد کی طرف سے اس کا جواب دینے کی کوشش کی گئی مگر اس موضوع پہ معروضی مطالعہ اور سائنٹفک انداز میں نہایت مستند اور تحقیقی مواد پر مبنی بے لاگ جائزہ کی اب بھی ضرورت تھی۔ الحمدللہ کہ مؤتمر المصنفین نے ایک فاضل رکن کو اس اہم کام پہ لگایا اور انہوں نے

طویل محنت، عرقریزی سے اس کام کو موجودہ شکل میں مرتب فرمایا۔ قادیانی اور غیر قادیانی مآخذ کے علاوہ انہوں نے یورپ کے اہم مآخذ کی چھان بین بھی کی، وسیع مطالعہ فرمایا اور نہایت جانفشانی سے اس مکروہ شرمناک سیاسی کردار سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی اور بحمد اللہ عزوجل قادیانیت کے سیاسی کاروبار پر پیش نظر کتاب کو اس صدی کی ایک اہم جامع مدلل اور مستند کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔ جسے مؤتمر المصنفین ملت مسلمہ کی عدالت میں پیش کر رہا ہے۔ حق تعالیٰ سے التجا ہے کہ یہ حقیر سعی مشکور و بار آور ثابت ہو۔ خدا کرے یہ کتاب دنیا کی اہم زبانوں عربی، انگریزی، فرانسیسی اور بعض افریقی زبانوں میں بھی شائع ہو جائے۔ اور مصنف کی یہ محنت مسلمانوں کو اس مار آستین جماعت کے اسلام دشمنی کے شرمناک کردار سے متعارف اور متنبہ کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام لیوا ہر فرد اور دینی و ملی جماعتوں اور تنظیموں سے اپیل ہے کہ وہ اپنے طور پر اس کتاب کو پھیلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

سمیع الحق

صدر مؤتمر المصنفین

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۶ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ

باسمہٖ سبحانہٗ

عرضِ مؤلف

تحریک قادیانیت کی تاسیس میں کونسا خفیہ ہاتھ کام کر رہا تھا؟ برطانوی سامراج اور یہودی قوم پرستوں نے ہندوستان اور عالم عرب میں بے پناہ تخریب کاری کیلئے اس سیاسی تحریک کے پلیٹ فارم کو کیسے استعمال کیا؟ قادیانی مشن استعمار کے زیرِ تسلط ممالک میں کیا کردار ادا کرتے رہے؟ فلسطین مشن کی سیاسی غرض و غایت کیا تھی؟ اسرائیل کے قیام اور تعمیر کے المیہ میں قادیانی اکابر نے کن کن زاویوں سے مالی و جانی خدمات انجام دیں؟ اس مختصر مقالے میں ایسے بہت سے سوالات کا جواب درج ہے؟ موضوع بہت وسیع اور گھمبیر ہے۔ امید ہے کہ اہلِ فکر و نظر اس سامراجی صیہونی سازش کے اور بہت سے خفیہ گوشوں کو آشکار کریں گے اور مذہب کے نام پر پھیلائے گئے اس شرمناک سیاسی کاروبار کی حقیقت سے ملتِ اسلامیہ کو روشناس کرائیں گے۔ مقالے کی تالیف میں کئی اکابرین سے انٹرویو لئے گئے اور قادیانی جماعتوں کے ذمہ دار افراد اور سابق مبلغین سے طویل ملاقاتیں کی گئیں۔ مستند ماخذ اور قادیانی لٹریچر کے حصول کے لئے بہت سے احباب نے تعاون فرمایا، خدا انہیں جزائے خیر دے۔ سید برکات احمد صاحب اجمیری اور جناب شفیق فاروقی صاحب مینجر الحق کا اس سلسلے میں بہت ممنون ہوں،

اللہ تعالیٰ سب حضرات کو جزائے خیر دے۔

میرا پختہ یقین ہے کہ یہ مقالہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ عالی کی پُرخلوص دعاؤں اور نیک تمناؤں کا ثمرہ ہے۔ آپکے فرزند جلیل مولانا سمیع الحق صاحب نے خاکسار کی پیہم حوصلہ افزائی کی۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مولانا سمیع الحق صاحب کے اس ارشاد کو کہ یہ کتاب آپکی اور ہماری اخروی نجات کا سامان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنے گی" شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

الوسمد شریف

فہرست مضامین

کتابیات (ماخذ)

قادیانی ماخذ

۱- تاریخ احمدیت جلد اول تا سیزدہم، مولفہ دوست محمد قادیانی ربوہ

۲- تبلیغ رسالت، جلد اول تا دہم، مرتبہ میر قاسم علی قادیانی، قادیان

۳- ڈاکٹر بشارت احمد، مجدد اعظم دوست لاہور، مراۃ الاختلاف لاہور ۱۹۳۸ء

۴- مرزا غلام احمد، کتاب البریہ، براہین احمدیہ، کشف الغطاء، راز حقیقت، تذکرہ، نور الحق۔
حقیقت الوحی، مسیح ہندوستان میں، ملفوظات، نشان آسمانی، حکومت انگریزی اور جہاد۔
حقیقت المہدی، تحفہ گولڑویہ۔

۵- مرزا محمود احمد، برکات خلافت، سیرت مسیح موعود، زندہ خدا کے زبردست نشان، تحفہ ویلز، المبشرات
دی سپلٹ

۶- مفتی محمد صادق، قبر مسیح، واقعات صحیحہ

۷- خواجہ نذیر احمد، جیزس ان ہیون آن ارتھ، لاہور

۸- مستانہ احمد فاروقی، کسر صلیب، فتح حق، لاہور

۹- زین العابدین ولی اللہ شاہ، حیات آخرۃ، ربوہ ۱۹۵۳ء

۱۰- فتح محمد سیال، جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات، لاہور ۱۹۲۷ء

۱۱- ظفر الاسلام قادیان، فضل عمر کے زریں کارنامے، قادیان

۱۲- سر ظفر اللہ، تحدیث نعمت، لاہور (۱) دی ایگونی آف پاکستان، لندن (۱۱) دی ہیڈ آف
احمدیہ موومنٹ، لندن

۱۳- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل، تاریخ مسجد فضل لندن، قادیان ۱۹۲۷ء

۱۴- مبارک احمد، اور خاص مشنز (انگریزی) ربوہ (۱۱) اشاعت اسلام اور ہماری ذمہ داریاں، ربوہ

۱۵۔ جلال الدین شمس، صداقت مسیح موعود، ربوہ (ii) ویئر ڈڈ جیسس ڈائی، ربوہ، تحقیقاتی رپورٹ ۱۹۵۳ء پر تبصرہ

۱۶۔ محمد یوسف پشاوری، عیسیٰ در کشمیر

۱۷۔ مرزا طاہر احمد، ربوہ سے تل ابیب تک، ربوہ

۱۸۔ محمد شریف، البدیٰ (عربی)، حیفا، اسرائیل ۱۹۵۱ء

۱۹۔ غلام نبی مسلم، قیام پاکستان کے لئے احمدیہ انجمن لاہور کی جدوجہد، لاہور

۲۰۔ حزام دی ورلڈ پریس، قادیانی مشن لندن (مؤلف رفیق باجوہ)

۲۱۔ دی قادیانیز اے نان مسلم مائنارٹی ان پاکستان، قادیانی مشن لندن ۱۹

۲۲۔ مولوی محمد علی، حقیقت اختلاف، النبوۃ فی الاسلام، مسیح موعود

۲۳۔ تحریک احمدیت جلد اول و دوم، انجمن احمدیہ۔ لاہور

غیر قادیانی مآخذ

۱۔ آغا شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت، مرزائیل، عجمی اسرائیل، لاہور

۲۔ نور احمد، مارشل لاء سے مارشل لاء تک، لاہور

۳۔ جی الانا، قائداعظم (انگریزی)، کراچی

۴۔ ممتاز احمد، مسئلہ کشمیر، لاہور

۵۔ مولانا فرید احمد، دی سن بی ہائنڈ کلاوڈز، ڈھاکہ ۱۹۷۰ء

۶۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ، اکوڑہ خٹک

۷۔ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری، رئیس قادیان، ملتان (ii) ائمہ تلبیس، لاہور

۸۔ فریزر ٹشلر، افغانستان

۹۔ محمد قمر، فاروقی، سفرنامہ اقبال، کراچی

۱۰۔ لطیف احمد شروانی، حرف اقبال، لاہور

۱۱- منیر رپورٹ ۱۹۵۴ء
۱۲- عبداللہ ملک، پنجاب کی سیاسی تحریکیں، لاہور
۱۳- اشرف عطا، کچھ پریشاں تذکرے کچھ شکستہ داستانیں، لاہور
۱۴- مفتی شاہ سعادت، تحقیق یوز آسف سری نگر
۱۵- مولانا الیاس برنی، قادیانی مذہب، لاہور
۱۶- مولانا ابوالحسن ندوی، قادیانیت، لاہور
۱۷- مولانا فیض محمد، مہر منیر (سوانح پیر مہر علی شاہ گولڑوی)
۱۸- مولانا عالم آسی، الکاویہ، امرتسر
۱۹- مولانا ثناء اللہ امرتسری، مرزائے قادیان اور شاہ انگلستان، مرزا قادیانی وغیرہم کراچی (مکتبہ شعیب کراچی سیریز)
۲۰- غلام احمد پرویز، احمدیت و اسلام اور ختم نبوت، لاہور
۲۱- سید ابوالاعلیٰ مودودی، قادیانی مسئلہ، لاہور
۲۲- غلام جیلانی برق، حرف محرمانہ
۲۳- ملک محمد جعفر، تحریک احمدیت
۲۴- مولانا محمد یوسف بنوری، ربوہ سے تل ابیب تک،
۲۵- قادیانی مذہب و سیاست، مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

انگریزی ماخذ

۱- انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا
۲- انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس
۳- انسائیکلوپیڈیا امریکن
۴- برٹش انسائیکلوپیڈیا

۵۔ جیوئش انسائیکلوپیڈیا۔

۶۔ چیمبرز انسائیکلوپیڈیا۔

۷۔ این انسائیکلوپیڈیا آف ورلڈ ہسٹری، لندن ۱۹۰۲ء

۸۔ کیمبرج ہسٹری آف اسلام، لندن

۹۔ ڈکشنری آف امریکن بیاگرافی، نیویارک

۱۰۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد اول و دوم

۱۱۔ ویبسٹر بیاگرافیکل ڈکشنری، نیویارک

۱۲۔ جے ایس سوین، اے ہسٹری آف ورلڈ سویلزیشن دہلی

۱۳۔ ڈبلیو این ویج، دی ہسٹری آف ورلڈ، لندن

۱۴۔ مشنری نادرز رپورٹ لندن

۱۵۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر، دی انڈین مسلمانز، کلکتہ

۱۶۔ سوشیالوجیکل ریویو، لندن

۱۷۔ نکی تی تا، دی سٹیٹ آف اسرائیل، ماسکو

۱۸۔ یو۔ ایوانو، کاشن زیونزم، ماسکو

۱۹۔ فلپ نائٹ لی اینڈ سمپسن دی سیکرٹ لائیوز آف لارنس، لندن

۲۰۔ ایچ۔ لونگرگ، سیریا اینڈ لبنان انڈر فرنچ مینڈیٹ، لندن ۱۹۵۸ء

۲۱۔ روڈنی گوبانے، اے پولیٹیکل شوری آف دی عرب جیوش کانشاکٹ، جینوا ۱۹۵۹ء

۲۲۔ جارج ایس زوویکی، دی مڈل ایسٹ ان ورلڈ افیئرز، نیویارک

۲۳۔ رکس، ہسٹری آف فلسطائن، لندن ۱۹۴۹ء

۲۴۔ ای سکولو، اے ہسٹری آف زیونزم، لندن

۲۵۔ ایم۔ منیا، دی ہنگامہ نیویارک، ۱۹۶۶ء

۲۶۔ سامی حدادی، دی بیٹر ہارویسٹ، نیویارک ۱۹۶۷ء

۲۷۔ آر کارسن ، اے بنشن ری بورن ، لندن ۱۹۶۰ء
۲۸۔ اینی لیطور ، دی ری سرکیشن آف اسرائیل ، نیویارک
۲۹۔ بن ہالپرن ، دی آئیڈیا آف اے جیوش سٹیٹ ، نیویارک
۳۰۔ ندیم ریحکی ، پلسٹائن اینڈ یونائیٹڈ نیشنز ، عمان ۱۹۶۸ء
۳۱۔ بن گوریاں ، دی ریبرتھ اینڈ ڈیسٹنی آف اسرائیل
۳۲۔ گلب پاشا ، برٹن اینڈ دی عربز ۔ سٹوری آف دی عرب پیپل
۳۳۔ ایس ناٹز ، دی عرب اسرائیلی کانفلکٹ ، نیویارک
۳۴۔ جیکب ایم لانڈیو ۔ دی عربز ان اسرائیل ، لندن
۳۵۔ لیون یورس ، ایگزوڈس ، نیویارک ۱۹۶۰ء
۳۶۔ ڈاکٹر لیوس سپنر ، دی ان نون لائف آف جینیرس ، امریکہ
۳۷۔ وونڈرا کوشک ، سنٹرل ایشیا ان ماڈرن ٹائمز ، ماسکو ، ۱۹۶۰ء
۳۸۔ جیمز ہڈسن ، ڈوڈ جینیرس اینڈ اسلام ٹوڈے ، لندن
۳۹۔ فلپ حتی ، ہسٹری آف سیریا
۴۰۔ اولف کیرو ، دی پیکانز لندن ۱۹۵۸ء
۴۱۔ ڈاکٹر ڈبلیو ایف البرائٹ ، آرکیالوجی آف فلسطین ، لندن
۴۲۔ ٹی آر گلوور ، دی اینشنٹ ورلڈ لندن
۴۳۔ سید عفان لطفی ، ایجپٹ اینڈ کرومر ، لندن
۴۴۔ لیری کولنز اینڈ ڈومینک لیپیرے ، اوہ یروشلم ، لندن ۱۹۷۳ء

مقالات

۱۔ مجرم میں کرتا یا نرسس ، مظفر اللہ ، ہفت روزہ چٹان لاہور ۔ ۹ فروری ۱۹۷۰ء
۲۔ تحریک دینیت اور صیہونیت ، ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور ، مارچ ۱۹۷۱ء

۳- مرزا قادیان اور اسلامی ممالک، ماہنامہ البلاغ کراچی۔ جنوری ۱۹۷۲ء
۴- اسرائیل کے قیام میں قادیانیوں کا حصہ، ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور۔ جولائی ۱۹۷۲ء
۵- استحکام پاکستان اور مرزائیت " " اگست "
۶- پاکستان کے خلاف قادیانی صیہونی گٹھ جوڑ " " ستمبر "
۷- اکھنڈ ہندوستان کا قادیانی منصوبہ " " اکتوبر "
۸- کشمیر میں قادیانی سازشیں، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، پشاور۔ جنوری ۱۹۷۳ء
۹- مرزا قادیانی کی یہودیوں کے لئے ایک عظیم خدمت، ماہنامہ البلاغ۔ کراچی اپریل ۱۹۷۳ء
۱۰- قادیان کا اسرائیلی مشن، ہفت روزہ چٹان لاہور، اکتوبر ۱۹۷۳ء
۱۱- وفات مسیح کا قادیانی نظریہ۔ ماہنامہ البلاغ کراچی دسمبر ۱۹۷۳ء
۱۲- قادیانیوں کے خفیہ مالی ذرائع۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ اپریل ۱۹۷۴ء
۱۳- سیاست کی خفیہ مذہبی تنظیم۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی ۱۹۷۴ء
۱۴- قادیانی اور صیہونی اسرائیل۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک جنوری ۱۹۷۶ء
۱۵- اسرائیل میں قادیانی مشن " " فروری "

مجلات وجرائد

۱- الفضل۔ قادیان
۲- الفضل۔ لاہور
۳- الفضل۔ ربوہ
۴- الحکم۔ قادیان
۵- البدر۔ "
۶- ریویو آف ریلیجنز۔ اردو، انگریزی
۷- فاروق۔ قادیان
۸- ماہنامہ فرقان۔ قادیان
۹- " الفرقان۔ ربوہ
۱۰- ہفت روزہ المصلح۔ کراچی
۱۱- " لاہور۔ لاہور
۱۲- ماہنامہ تحریک جدید
۱۳- " انصار اللہ۔ ربوہ
۱۴- تشحیذ الاذہان۔ قادیان

۱۵۔ تشحیذ الاذہان۔ ربوہ
۱۶۔ پیغام صلح۔ لاہور
۱۷۔ ماہنامہ روح الاسلام۔ لاہور
۱۸۔ لائٹ۔ لاہور
۱۹۔ خالد۔ ربوہ
۲۰۔ زمیندار۔ لاہور
۲۱۔ امن۔ کراچی
۲۲۔ کوہستان۔ راولپنڈی
۲۳۔ جنگ۔ راولپنڈی۔ کراچی
۲۴۔ ہفت روزہ زندگی۔ لاہور
۲۵۔ ہفت روزہ طاہر۔ 〃
۲۶۔ ہفت روزہ چٹان 〃
۲۷۔ ہفت روزہ لولاک۔ لائل پور
۲۸۔ ہفت روزہ المنبر۔ 〃
۲۹۔ ماہنامہ الحق۔ اکوڑہ خٹک
۳۰۔ ماہنامہ البلاغ۔ کراچی
۳۱۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ لاہور
۳۲۔ اردو ڈائجسٹ۔ 〃
۳۳۔ نوائے وقت 〃
۳۴۔ پاکستان ٹائمز۔ لاہور۔ راولپنڈی
۳۵۔ مارننگ نیوز۔ کراچی
۳۶۔ ہفت روزہ اوٹ لک کراچی ۱۹۷۰ تا ۱۹۷۲ء
۳۷۔ ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور ۱۹۷۱ تا ۱۹۷۳ء
۳۸۔ ہفت روزہ اہلحدیث۔ 〃
۳۹۔ تائید اسلام۔ لاہور۔ ۱۹۳۰ تا ۱۹۳۳ء
۴۰۔ دی ٹروتھ۔ نائجیریا
خلافت لائبریری۔ ربوہ
۴۱۔ ایسٹ افریقن ٹائمز۔ (خلافت لائبریری ربوہ)
جون ۱۹۵۶ء۔ دسمبر ۱۹۵۶ء
۴۲۔ البشریٰ، فلسطین / اسرائیل (خلافت لائبریری ربوہ)

فصل اوّل

سیاسی تحریک — مذہبی بہروپ

انیسویں صدی کے آخری سالوں میں برطانوی سامراج کے زیر تسلط ہندوستان کے علاقے مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان سے مرزا غلام احمد نامی ایک شخص نے مذہبی اصلاح کے نام پر ایک تحریک کی بنیاد اٹھائی جسے انہوں نے بعد میں احمدیت کا نام دیا۔ آپ مغل برلاس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ایک جاگیردار مرزا غلام مرتضےٰ کے بیٹے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اس خاندان نے برطانوی سامراج کو ہر طرح سے امداد پہنچائی۔ غلام مرتضیٰ اور ان کے بڑے بیٹے غلام قادر نے انگریزی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ تریموں (گورداسپور) کے گھاٹ پر مجاہدینِ آزادی کو تہ تیغ کرنے میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس ملت کشی کے صلے میں برطانوی سامراج نے اس خاندان کو انعام و اکرام سے نوازا اور ان کے ملت فروشانہ کردار کی تعریف کی۔

سر لیپل گرفن کی تالیف "پنجاب چیفس" میں اس خاندان کی برطانوی راج کے قیام کے لئے خدمات کا اعتراف موجود ہے۔ یہ دستاویز اسی لئے مرتب کی گئی تھی کہ ان خاندانوں کو مستقبل میں نوازا جائے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جسے انگریز غدر قرار دیتا تھا، اس کا ساتھ دیا۔ مرزا غلام احمد نے اپنی متعدد تالیفات میں اپنے خاندان کی

سامراج کے لئے خدمات اور وفاداریاں گنوائی ہیں۔[1]

یہودی سامراجی گٹھ جوڑ مرزا غلام احمد کی تحریک کی ابتداء اس کے مزاج اور اس کی حقیقی غرض و غایت سے شناسائی حاصل کرنے کے لئے ہمیں ایک تو برطانوی سامراج کی سیاسی پالیسی پر نظر رکھنی ہوگی، دوسرے یہودی تحریک قومیت ـ صیہونیت ۱۸۹۷ء کے رہنماؤں اور انگریز کے بڑھتے ہوئے روابط کا جائزہ لینا ہوگا۔ اس پس منظر میں قادیانی تحریک کے کردار کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی سول سروس کے یہودی افسر اس تحریک کی کامیابی کے لئے ہر سطح پر کوشاں تھے، دراصل وہ ہر ایسی تحریک کے قیام اور اس کی سرپرستی کے لئے بیتاب تھے جو برطانوی سامراج کے توسیع پسندانہ اغراض اور صیہونیت کے سیاسی عزائم کے دوہرے مقصد کو پورا کرنے کی اہل ہو۔ ان دونوں طاقتوں کا جارحانہ ترکی کی عظیم سلطنت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہی علاقائی توسیع پسندی اور فلسطین میں یہودی ریاست کے خواب کو پورا کیا جا سکتا تھا۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں رسل اوتھ بل پاس ہونے کے بعد یہودی برطانیہ کی سیاست پر چھائے جا رہے تھے اور سول سروس میں اعلیٰ عہدے حاصل کر کے برطانوی نوآبادیات میں قدم جما رہے تھے۔ جدید سیاسی افکار نے یہودی اور عیسائی کے مذہبی امتیازات کو ختم کر دیا تھا۔ ۱۸۰۵ء سے ۱۹۰۲ء تک برطانیہ

---

[1] کتاب البریہ (۱۸۹۸ء) تحفۂ قیصریہ (۱۸۹۷ء) کشف الغطاء (۱۸۹۸ء) تریاق القلوب (۱۹۰۲ء)

[2] اس سلسلے کی دلچسپ بحث سابق مبلغ اسرائیل، محمد شریف قادیانی نے مرزا غلام احمد کی تالیف الہدیٰ کے عربی ترجمہ کے مقدمے میں کی ہے۔ یہ کتاب دسمبر ۱۹۰۱ء میں مطبع احمدیہ حیفا، اسرائیل سے طبع ہو کر قادیانی مشن اسرائیل سے شائع ہوئی۔

کے تین وزرائے اعظم ـــ سالسبری، گلیڈسٹون اور روزبری ـــ میں سے اوّل الذکر کٹر یہودی تھا اور دوسرے دو یہود نوازی اور ترک دشمنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تحریکِ صیہونیت (۱۸۹۷ء) کی بنیاد رکھ کر تھیوڈر ہرزل نے جب عثمانی حکومت کے قبضے سے فلسطین کو "آزاد" کرانے کا اعلان کیا تو برطانیہ نے صیہونی لیڈروں سے مضبوط روابط قائم کر لئے اور ایک مشترکہ سیاسی لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے مذاکرات کا آغاز کیا۔ یہودی ریاست کے سوال پر برطانوی سیکرٹری نوآبادیات جوزف چیمبرلین اور ہرزل کی طویل ملاقاتیں ہوئیں جن کے نتیجے میں برطانیہ نے یوگنڈا میں یہودی ریاست کے قیام کی تجویز پیش کی لیکن یہود برادری نے اسے مسترد کر دیا۔[1] ۱۹۰۲ء میں دنیا کے تمام ممالک میں یہودیوں نے صیہونیت کے پروگرام کے مطابق یہودی ریاست کے قیام کے لئے وسائل کو بروئے کار لانے کی جدوجہد کو تیز کر دیا۔ اس کی بڑی وجہ برطانیہ میں آرتھر جے بالفور کا وزیرِ اعظم کے عہدے پر فائز ہونا تھا۔ بالفور سابق وزیرِ اعظم برطانیہ سالسبری کا بھتیجا تھا، اور اس کی لبرل یونینسٹ وزارت (۱۸۸۶ء تا ۱۸۹۲ء) میں چیف سیکرٹری کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔ یہ وہی بدنامِ زمانہ یہودی ہے جو اعلانِ بالفور (۱۹۱۷ء) کا مجوز تھا۔ اپنے دورِ وزارت (۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء) میں اس نے صیہونیت کے فروغ کیلئے زبردست تحریک چلائی اور دنیا کی تمام صیہونیت نواز (PRO-ZIONIST) تحریکوں کی بھرپور مدد کی۔ ۱۹۰۵ء میں سر ہنری کیمبل بینرمان وزیرِ اعظم برطانیہ بنا، فارن سیکرٹری سر ایڈورڈ گرے اس کا معتمد تھا۔ انہوں نے اپنے پیشروؤں کی ترک دشمن پالیسی پر پورا پورا عمل کیا، اس عہد میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرزن (۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۶ء) ہندوستان کو بیس بنا کر مشرقِ وسطیٰ میں سامراجی سازشوں کی تکمیل میں سرگرم رہے۔ یہ تاریخی حقیقت بھی منظرِ عام پر آ چکی ہے کہ یہود کے سیاسی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، زیرِ نظم

مفادات کے تحفظ کے لیے ہندوستان کی سول سروس کے بعض غیر یہودی افسر بھی سرگرم عمل تھے جو اینگلو اسرائیلی ایسوسی ایشن لندن کے اراکین تھے اور مختلف فوجی اور انتظامی عہدوں پر فائز تھے جن میں فوج کے جنرل اور گورنر تک کے عہدے شامل تھے[1] یہ لوگ صیہونیت کے عمومی مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

اسلامی تحریکیں بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے خلاف سامراجی صیہونی سازش کی جا رہی تھی، لیکن اسلامیانِ عالم خصوصاً ہندوستان کے مجاہدینِ آزادی اپنی تمام تر مجبوریوں کے باوصف انگریز کے جابرانہ تسلط کے خلاف نبرد آزما تھے۔ ۱۸۶۳ء میں امبیلا (شمال مغربی سرحد) کے مقام پر سید احمد شہیدؒ کے پیروکاروں نے برطانوی افواج سے اس جرأت و پامردی سے مقابلہ کیا کہ خود برطانوی جرنیل براؤن لو، کینز وغیرہ ان کی شجاعت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے[2] ۱۸۶۳ء سے ۱۸۷۱ء تک سرحد کے غیور مجاہدوں نے اپنے خون سے آزادی کے چمن کی آبیاری کی۔ یہ سلسلہ برصغیر کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا اور جہاد کا اعلان کر کے مسلمان جو سرفروشانہ کارنامے سرانجام دے رہے تھے، ان سے انگریز خوفزدہ تھا، ان تحریکوں کی روک تھام کے لیے اس نے پورے ہندوستان سے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کیا۔ انبالہ، پٹنہ، مالدہ اور راج محل میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے گرفتار کئے جانے والے مجاہدوں پر مقدمات چلائے گئے۔ کئی مجاہدوں کو حبسِ دوام بعبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں لیکن انگریز کا جبر و تشدد ان لوگوں کے جذباتِ آزادی کو دبانے میں انیسویں صدی میں سامراجی طاقتوں کے نوآبادیاتی عزائم اور استعماری سازشوں کی خونچکاں داستان کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے ڈانڈے ۱۷ویں صدی کے صنعتی انقلاب

---

[1] سوشولوجیکل ریویو، لندن، مارچ ۱۹۲۸ء۔ مقالہ از جے ولسن۔

[2] اولف کیرو، دی پٹھانز، میکملن لندن ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۶۶

امریکہ کی جنگ آزادی، انقلاب فرانس اور پرتگالی، فرانسیسی، ہسپانوی اور اطالوی سامراج کے معاشی اور سیاسی استحصال میں تلاش کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۸۶۹ء میں نہر سویز کھلنے سے عالمی سیاست میں انقلاب آگیا۔ سامراجی طاقتوں نے اپنی نگاہیں مشرق وسطیٰ خصوصاً مصر پر مرکوز کر دیں۔ مصر ۱۸۴۱ء تک عثمانی حکومت کا حصہ تھا، لیکن محمد علی کے پاشا بننے پر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں تھیں جو مشرق وسطیٰ میں قدم جمانے اور بحیرۂ احمر پر متصرف ہونے کے لئے بیتاب تھیں۔

استعماری طاقتوں کے درمیان مقابلہ آرائی سے یہودی پوری طرح سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ فرانس وہ پہلا ملک تھا جس نے ۱۷۹۰ء میں انہیں شہریت کے حقوق دے ڈالے۔[1] نپولین نے مشرق وسطیٰ کی مہمات میں ایشیائی اور افریقی یہودیوں کو فوج میں شامل کیا، اور فرانس کے زیر اثر یروشلم میں ان کی مجوزہ ریاست کے قیام کا اعلان کیا اور ترکوں کا مقابلہ کر کے اس علاقے کو حاصل کرنے کا نعرہ لگایا۔ اگرچہ ۱۸۴۰ء کی لندن کانفرنس میں بھی یہودی مسئلہ اٹھایا گیا۔ لیکن نہر سویز کے کھلنے کے بعد یہود کے سوال کو زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی۔ سامراجی طاقتیں اپنے سیاسی اور معاشی مقاصد کے لئے اس مسئلہ کو استعمال کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوششیں کرنے لگیں۔[2]

یورپی سامراج کے جارحانہ اقدامات اور ان کی سیاسی چیرہ دستیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے جو اسلامی تحریکیں اٹھیں ان کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ حجاز میں محمد بن عبدالوہابؒ (۱۷۰۳ء تا ۱۷۹۲ء) نے تجدید و اصلاح کا جو بیڑا اٹھایا تھا، اس کا ثمر انڈونیشیا میں ڈچ سامراج کے خلاف امام بونجول کی تحریک (۱۸۲۷ء) اور ہندوستان میں سید احمد شہیدؒ

---

[1] یوری ایوانو، کاشن زیونزم، ماسکو ص ۳۱

[2] گالینا نکی تینا، دی سٹیٹ آف اسرائیل، ماسکو ۱۹۷۳ء ص ۱۰

کی تحریکات تھیں۔ سید احمدؒ کے مشن کی تکمیل میں صادق پور (پٹنہ) کے مولانا ولایت علیؒ (ف ۱۸۵۲ء) اور عنایت علیؒ (ف ۱۸۵۸ء) کی خدمت ناقابل فراموش ہیں۔ روس میں داغستان کے علاقے سے شیخ محمد شاملؒ (۱۸۷۰ء) سلطنت زارشاہی کو للکارا اور الجزائر میں فرانسیسی سامراج کے خلاف امیر عبدالقادرؒ (۱۸۸۰ء) صف آرا ہوئے۔ جمال الدین افغانیؒ اسلامی اخوت کے داعی تھے ان کے افکار سے متاثر ہوکر مصر کے اعرابی پاشا نے ۱۸۸۱ء میں اس علاقے میں برطانوی تسلط کے خلاف تحریک چلائی اور سوڈان سے مہدی سوڈانیؒ نے علم جہاد بلند کیا۔

عالمی استعمار کے غلبہ کے خلاف اسلامیان عالم کی تحریکوں کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد ہم واپس ہندوستان کیطرف لوٹتے ہیں جہاں خفیہ طور پر علمائے حق جہاد کا درس دے رہے تھے۔ اور آزادی کیلئے لائحہ عمل تیار کر رہے تھے، اگرچہ ان کی کوئی مرکزی قیادت نہ تھی اور نہ ہی ان کے پاس قابل ذکر مادی وسائل تھے، لیکن اسلام کے شیدائی، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار آزادی کی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔

ہنٹر رپورٹ ۱۸۶۹ء میں وائسرائے ہند لارڈ میو (۷۲-۱۸۶۹) نے بنگال سول سروس کے ایک افسر ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر کو اس اہم سوال کا جائزہ لے کر رپورٹ پیش کرنے کو کہا جس کا مفہوم یہ تھا کہ "کیا ہندوستانی مسلمان اپنے مذہب کی رو سے بزعم خویش ملکہ برطانیہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے پابند ہیں۔" ہنٹر نے بڑی محنت سے یہ رپورٹ تیار کی۔ اس نے اسلام کے عقائد خصوصاً جہاد کے تصور مہدی اور مسیح کی آمد کے بارے میں مختلف فرقوں کے معتقدات ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے مسائل اور اس سلسلے میں علماء کے فتاویٰ، وہابی تحریک، اسلامی فرقوں کے عقائد و نظریات اور ان کے برطانوی راج کے قیام کے لیے خطرات و مضمرات جیسے بہت سے مسئلوں کا جائزہ لیا۔ ۱۸۷۱ء میں ہنٹر رپورٹ منظر عام پر آگئی اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ

مسلمان اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں کہ کافر حکومت کے خلاف جہاد کریں اور ملک کو ان سے نجات دلائیں۔" ہنٹر لکھتا ہے:

"جہاد ہی کا وہ نظریہ ہے جو ان کے شدید جوش، تعصب، تشدد اور قربانی کی خواہش کی بنیاد ہے۔ اس قسم کا عقیدہ انہیں ہمیشہ حکومت کے خلاف متحد کر سکتا ہے۔"[1]

اس رپورٹ نے انگریز کی نظر میں مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن کو مزید مشتبہ بنا دیا۔ انہیں ایسے باغی سمجھا جانے لگا جو ۱۸۵۷ء کی جنگ کی طرح کسی بھی وقت جہاد کا نعرہ بلند کر کے میدان میں آ نکلیں گے، اس لئے جس قدر ممکن ہو سکے انہیں سیاسی اور معاشی طور پر مفلوج کیا جائے اور دینی لحاظ سے ان معتقدات کے خلاف جو برطانوی اقتدار کے لئے خطرے کا باعث ہوں ایک ایسا محاذ قائم کیا جائے جو ان کی مزید رسائی کو ختم کر دے۔ برطانوی راج کے لئے سازگار فضا قائم کر سکے یا کم از کم ان عقائد کے پس پردہ پائی جانے والی جذباتی اپیل کو سرد کر دے۔

برطانوی وفد کی رپورٹ انگریز نے مذہبی سطح پر ایک ایسی تحریک منظم کرنے کے متعلق جو ان کے سیاسی عزائم کی تکمیل میں مدد دے پورا پورا غور کیا۔ ۱۸۶۹ء میں انگلستان سے برطانوی مدبروں، اعلیٰ سیاست دانوں، ممبران پارلیمنٹ اور مسیحی رہنماؤں پر مشتمل ایک وفد ان امور کا جائزہ لینے کے لئے ہندوستان وارد ہوا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے حقیقی محرکات کیا تھے۔ اس میں مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا، ہندوستان کے مذاہب خصوصاً اسلام کے اندر سے ایسی کونسی تحریک اٹھائی جائے جو ان کی وحدت کو توڑ کر ان کو منتشر کر دے کہ وہ کسی اجتماعی تحریک میں حصہ نہ لے سکیں، اور اس طرح برطانوی حاکمیت کیلئے

---

[1] ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر، دی انڈین مسلمانز، کامریڈ پبلشرز کلکتہ ۱۹۴۵ء

پیدا شدہ خطرات کا سدِ باب ہو سکے وفد نے سول سروس کے افسروں خصوصاً بیوروں سے ملاقاتیں کیں انٹیلی جنس کی رپورٹیں ملاحظہ کیں اور سیاسی حالات کا تقابلی مطالعہ کیا۔

ایک سال بعد ۱۸۷۰ء میں لندن میں وفد کے اراکین نے ایک کانفرنس بلائی جس میں ہندوستان کے نمائندہ مشنریوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ برطانوی کمیشن اور مشنریوں کی طرف سے ہندوستان میں مذہبی تخریب کاری کے پروگرام کی دو الگ رپورٹیں پیش ہوئیں جن کو یکجا کر کے ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا ورود (THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA) کے نام سے شائع کر دیا گیا۔ اس کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ جس میں انگریز نے اپنی سامراجی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک ایسی مذہبی نبوت کی ضرورت بیان کی ہے۔ جو مسلمانوں میں سے اٹھ کر ایسا دعویٰ کر دے اور ان کی ہدایات پر کام کرے۔ مشنری فادرز رپورٹ کا متعلقہ اقتباس ملاحظہ ہو:-

REPORT OF MISSIONARY FATHERS

"Majority of the population of the country blindly follow their 'Peers' their spiritual leaders If at this stage, we succeed in finding out some who would be ready to declare himself a Zilli Nabi (apóstolic prophet) then the large number of people shall rally round him. But for this purpose, it is very difficult to persuade some one from the Muslim masses. If this problem is solved, the prophethood of such a person can flourish under the patronage of the Government. We have already overpowered the native governments mainly persuing a policy of seeking help from the traitors. That was a different stage, for at that time, the traitors were from the military point of view. But now when we have sway over every nook of the country and there is peace and order every where we ought to undertake measures which might create internal unrest among the country."

(Extract from the printed Report, India Office Library, London).

ترجمہ :- ملک (ہندوستان) کی آبادی کی اکثریت اندھا دھند اپنے پیروں
یعنی روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتی ہے ۔ اگر اس مرحلہ پر ہم ایک ایسا آدمی تلاش
کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس بات کیلئے تیار ہو کہ اپنے لئے ظلی نبی
(نبی کے حواری) ہونے کا اعلان کردے تو لوگوں کی بڑی تعداد اس کے گرد
جمع ہو جائے گی ۔ لیکن اس مقصد کے لئے مسلمان عوام سے کسی شخص کو ترغیب
دینا بہت مشکل ہے ۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایسے شخص کی نبوت کو سرکاری
سرپرستی میں پروان چڑھایا جا سکتا ہے ۔ ہم نے پہلے بھی غداروں کی مدد حاصل
کرکے ہندوستانی حکومتوں کو محکوم بنایا لیکن وہ مختلف مرحلہ تھا ۔ اس وقت
فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی ضرورت تھی ۔ لیکن اب جبکہ ہم نے ملک کے
کونے کونے پر اقتدار جما لیا ہے ۔ اور ہر طرف امن اور آرڈر ہے ہمیں ایسے
اقدامات کرنے چاہئیں جن سے ملک میں سے داخلی بے چینی پیدا ہو سکے ۔

(مطبوعہ رپورٹ سے اقتباس ، انڈیا آفس لائبریری لندن)

مرزا صاحب کا انتخاب | مرزا غلام احمد کی ابتدائی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے معمولی سی دینی تعلیم حاصل کی ۔ آپ کے والد نے سکھوں کے
عہد میں چھن جانے والی جاگیروں کی بازیابی کے لئے مقدمات قائم کر رکھے تھے ۔ اور انگریز
کے تعاون سے ان پر دوبارہ قابض ہونے کی فکر میں ۱۸۶۴ء میں آپ نے انگریز سے مل ملا
کر آپکو سیالکوٹ کی کچہری میں اہل مد کی ملازمت دلوادی ۔ اس دوران آپ نے یورپی
مشنریوں اور بعض انگریز افسران سے تعلقات پیدا کئے اور مذہبی مباحث کی آڑ میں
باہمی میل جول کو بڑھایا ۔
۱۸۶۸ء کے لگ بھگ سیالکوٹ میں ایک عرب محمد صالح وارد ہوئے ، کہا جاتا

ہے کہ ان کے پاس حرمین شریفین کے بعض مفتیان کرام کا ایک فتویٰ تھا جس میں ہندوستان کو دارالحرب ثابت کیا گیا تھا۔ انگریز کے مخبروں نے آپ کو اعتماد میں لے کر گرفتار کرا دیا۔

آپ پر دو الزامات عائد کئے گئے ایک ایمی گریشن ایکٹ کی خلاف ورزی اور دوسرے برطانوی حکومت کے خلاف جاسوسی کرنا تھا۔ سیالکوٹ کچہری کے یہودی ڈپٹی کمشنر پارکنسن (PARKINSON) نے تفتیش کا آغاز کیا۔ وہ ان تمام لوگوں کو گرفتار کرنا چاہتا تھا، جن سے اس نو وارد عرب کا رابطہ تھا۔ دوران تفتیش ایک ایسے آدمی کی ضرورت پڑی جو عربی کے مترجم کے طور پر کام کر سکے[1] یہ خدمت مرزا صاحب نے ادا کی اور عرب دشمن اور برطانیہ نوازی کی وہ مثال پیش کی کہ پارکنسن آپ کا گرویدہ ہو گیا۔

ایک اور واقعہ جسے مرزا صاحب کی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے وہ پادری بٹلر ایم۔ اے کی لندن واپسی ہے۔ یہ پادری برطانوی انٹیلی جنس کا ایک رکن تھا اور تبلیغ کے روپ میں کام کر رہا تھا۔ مرزا صاحب نے مذہبی بحث کی آڑ میں ان سے طویل ملاقاتیں کیں اور برطانوی راج کے قیام کے لیے اپنی ہر قسم کی خدمات پیش کیں۔ ۱۸۶۸ء میں بٹلر ولایت جانے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا خفیہ بات چیت ہوئی اور معاملات کو حتمی صورت دی گئی۔ مرزا غلام احمد کے صاحبزادے مرزا محمود اپنی تصنیف سیرت مسیح موعود میں لکھتے ہیں:

"ریورنڈ بٹلر ایم۔ اے جو سیالکوٹ مشن میں کام کرتے تھے اور جن سے حضرت صاحب کے بہت سے مباحثات ہوتے رہتے تھے جب ولایت واپس جانے لگے تو خود کچہری میں آپ کے پاس ملنے کے لئے چلے آئے اور جب ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا کس طرح تشریف لائے

---

[1] ڈاکٹر بشارت احمد، مجدد اعظم، لاہور ۱۹۳۹ء صفحہ ۴۳

تو ریورنڈ مذکور نے کہا صرف مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے! اور جہاں آپ بیٹھے تھے، وہیں سیدھے چلے گئے اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس چلے گئے۔[1]

ایک خطبے میں مرزا محمود نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو حضرت صاحب کے ملنے کے لئے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں مگر اس نے کہا میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایک ایسا جوہر ہے جو قابل قدر ہے۔[2]

اسی سال ۱۸۶۸ء میں مرزا صاحب بغیر کسی معقول ظاہری وجہ کے اہل مد کی نوکری سے استعفیٰ دے کر قادیان چلے گئے اور تصنیف و تالیف کے کام میں لگ گئے۔

تحریک کا آغاز عالمی تحریک صیہونیت، برطانوی سیاست میں یہودیوں کا دخل خصوصاً ان کا وزرائے اعظم کے عہدے تک پہنچنا، اسلامیان عالم کی سیاسی و معاشی زبوں حالی، ہندوستانی مسلمانوں کی حصول آزادی کے لئے جدوجہد، اور انگریز کے سیاسی اور مذہبی تخریب کاری کے لئے خطرناک عزائم جو علی الترتیب ہنٹر رپورٹ اور مشنری فادرز رپورٹ سے عیاں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک غدار خاندان کے فرد مرزا غلام احمد کا یہودی افسروں اور جاسوس مشنری اداروں کے سربراہوں سے ربط ضبط اور ان کا پارکنس کی

---

۱ مرزا محمود احمد، سیرت مسیح موعود، ربوہ ص۱۵

۲ الفضل قادیان، ۲۴ر اپریل ۱۹۳۴ء

شہ اور شبلی کی اشیر واد پر نوکری چھوڑ کر نام نہاد اصلاحی تحریک کا آغاز کرنا —— یہ سبب واقعات اس عظیم سیاسی سازش کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مذہبی روپ دھار کر احمدیت کی صورت میں منظرِ عام پر آئی۔

مرزا غلام احمد نے قادیان پہنچ کر عیسائیوں اور ہندو آریوں سے مباحث کا آغاز کیا اور اخبارات میں مضامین لکھ کر اپنا تعارف کرانے لگے[1] ایک کتاب براہین احمدیہ کی تصنیف کا کام شروع کیا اور اس کے بارے میں بلند بانگ دعوے کئے لوگوں سے اسلام کی دیگر ادیان پر برتری ثابت کرنے کے لیئے لٹریچر شائع کرنے کے نام پر چندے مانگے اور ان کی کثیر رقمیں ہضم کر گئے[2] کتاب براہین احمدیہ میں جہاں آپ نے مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیا کہ وہ ایسے دلائل پیش کریں گے کہ اسلام کی صداقت کو ماننے بغیر چارہ نہ ہوگا اور غیر مسلم اس کا جواب دینے میں ناکام ہو جائیں گے۔ وہاں آپ نے اس کتاب ہی میں اپنے بہت سے الہامات درج کر دئیے۔ مسلمانوں نے عمومی رنگ میں کتاب کے ابتدائی حصوں کی تعریف کی، کئی لوگ جو مسلمانوں کی تصنیفی کاوشوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے عادی تھے، اسکی تعریف میں بعض خلافِ واقعہ باتیں بھی لکھ بیٹھے اگرچہ محتاط لوگوں نے ایسی خیال آرائیوں سے احتراز کیا پھر بھی یہ بات کسی کے ذہن میں نہ تھی کہ اس کتاب کا مصنف اپنے الہامات کو جنہیں وہ اس وقت خدا کی ہستی کے ثبوت میں پیش کر رہا ہے، آئندہ اپنے مجدد، مہدی، مسیح اور نبوت کے دعاوی کے لیئے خام مواد کے طور پر استعمال کرے گا۔ اور دین میں ایک مستقل فتنہ کی بنیاد رکھ دے گا۔

براہین احمدیہ میں آپ نے انگریز کی مکمل اطاعت اور ان سے وفاداری پر زور دیا اور

---

[1] تاریخ احمدیت جلد اوّل، مرکفہ دوست محمد شاہد قادیانی ربوہ۔

[2] اشتہار مرزا غلام احمد، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم، قادیان، ۱۹۲۲ء صفحہ ۳۴

وہ لوگ جو ان کے خلاف باغیانہ خیالات رکھتے تھے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کی فرضیت کے قائل تھے۔ انہیں نہایت سخت الفاظ میں مخاطب کیا اور بڑے گھٹیا لہجے میں ان کی مذمت کی ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ جہاد کرنے کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔
برطانوی سامراج کی مدح و ستائش اور ان کے ظلم و جبر کے علی الرغم ان کی حمایت نے قادیانی تحریک کے عزائم کو آشکار کر دیا۔ جہاد کی مخالفت[1] اور سامراجی تسلط کے جواز میں تیار کئے جانے والے لٹریچر کی تقسیم کا سلسلہ ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے کئی ہزار روپیہ چندے سے صرف کر کے اس لٹریچر کے عربی اور فارسی تراجم دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں بھجوائے[2] سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہندوستان میں جہاد حرام تھا تو ان تمام ممالک میں جو سامراجی طاقتوں کے خلاف صف آرا تھے، جہاد کیوں حرام ٹھہرا دوسرے یہ ہزارہا روپیہ کن ذرائع سے مرزا صاحب کے پاس آیا آپ کی مالی پوزیشن زیادہ اچھی نہ تھی اور تحریک کے آغاز سے پہلے آپ کے پاس کتاب چھپوانے کے لئے رقم نہ تھی اور آپ کو اللہ کے کافی ہونے کے الہامات ہو رہے تھے۔ اتنی کثیر رقم کو محض انگریزی حکومت کی برکات گنوانے کے لئے بے دردی سے صرف کرنا بھی بڑی ہمت کا کام ہے، اور پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس لٹریچر کی تقسیم کے کون لوگ ذمہ دار تھے اور وہ کس طریقے سے اسے بلادِ اسلامیہ میں پہنچاتے تھے۔؟
ایسے کئی سوالات ہیں جو ایک شخص کے ذہن میں ابھرتے ہیں ان سوالوں کے جوابات قادیانیت کے سیاسی مزاج کی روشنی میں معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ برطانوی صیہونی ذرائع اس مواد کی تشہیر و اشاعت کے ذمہ دار تھے اور انٹیلی جنس کے

---

[1] ریویو آف ریلیجنز، قادیان، مارچ ۱۹۰۵ء

[2] تبلیغ رسالت جلد ششم، مؤلفہ میر قاسم علی، قادیان صفحہ ۱۹۲

اراکین اسے عرب دنیا میں پھیلاتے - قادیان نے سامراج اور صیہونیت کے بین الاقوامی پروپگنڈا مرکز کی حیثیت حاصل کر لی تھی اور اس سازش کو ایک ننگ دین اور ننگ وطن طائفہ پروان چڑھا رہا تھا جس کا سربراہ مرزا غلام احمد تھا جو نئے نئے روپ دھار کر لوگوں کے سامنے آتا۔

مہدی کا دعویٰ

مذہبی مصلح اور مجدد کے دعووں کے بعد ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مہدی کے اسلامی عقیدہ کے برعکس خود کو ایک امن پسند اور صلح جو مہدی بتایا جو جنگ و خونریزی کو مٹانے آیا ہے[1] لیکن اس خونریزی، جنگ اور ظلم کو نہیں جو انگریز اور دیگر سامراجی طاقتوں کی طرف سے ایشیاء، افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں جاری تھا اور جس کا بڑا نشانہ ترکی حکومت تھی بلکہ اس کا مقصد آزادی پسندوں کی مدافعانہ کوششوں کا خاتمہ کرنا اور مسلمانوں کی سامراجی طاقتوں کے خلاف جدوجہد کی روک تھام کرنا تھا تاکہ ان کی آزادی کے تحفظ کے لئے کوششیں سرد پڑ جائیں۔

مرزا صاحب کی متعدد تحریرات میں سے ایک سطر بھی آپ کو ایسی نہ ملے گی جس میں انگریز کی جارحیت اور آزاد ریاستوں کو محکوم بنانے کی مذموم پالیسی کی مذمت ہو بلکہ ہر جگہ انہوں نے خدا کی وحی کی رو سے آزادی پسند مسلمانوں کو لعن طعن کی ہے کہ وہ انگریز کی حاکمیت کے خلاف ہیں اور جنگ و جدل اور جہاد کے "باطل نظریہ" پر عمل پیرا ہیں ----۔

مہدی کا دعویٰ کر کے مرزا صاحب نے ہندوستان کے علاوہ افریقہ میں برطانوی سامراج کی خدمت انجام دی۔ مشرق وسطیٰ میں بالعموم اور مصر میں بالخصوص انگریز کے خلاف تحریک آزادی جاری تھی، انیسویں صدی کے وسط میں مصر میں اعرابی پاشا نے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد اول۔

سامراجی مظالم کے خلاف جہاد کیا لیکن ان کی تحریک حریت کو برطانیہ کے سفاک جرنیل بوکامنپ سیمور نے کچل ڈالا۔ مصری افواج کو تل الکبیر کے مقام پر شکست ہوئی اور ۱۸۸۲ء میں سرگارنٹ ولزلے نے قاہرہ پر قبضہ کر لیا۔ اعرابی پاشا گرفتار کر کے سیلون (سری لنکا) جلاوطن کر دیئے گئے اور مصر کے نظم و نسق کے حقیقی اختیارات برطانوی قونصل جنرل ایولن بارنگ کے پاس چلے گئے۔[1]

مصر پر انگریز کا پوری طرح سے تسلط جمنے نہ پایا تھا کہ ۱۸۸۲ء میں سوڈان میں محمد احمدؒ نے تحریک جہاد کا اعلان کر دیا آپ ہی کو مہدی سوڈانی کہا جاتا ہے۔ ۱۸۸۳ء میں آپ کے درویشوں نے العبید کی لڑائی میں برطانوی افواج کو عبرت ناک شکست دی۔ ۱۸۸۵ء میں انہوں نے برطانیہ کے مایہ ناز جرنیل گورڈن کو قتل کر کے خرطوم پر قبضہ کر لیا۔ اس عظیم فتح کے ایک روز بعد ۲۱ جون ۱۸۸۵ء کو مہدی سوڈانی وفات پا گئے لیکن ان کے بیٹے عبداللہ نے خلافت کے قیام کا اعلان کر کے ایک ماہ کے اندر اندر پورے سوڈان پر حکومت قائم کر لی۔[2]

تحریک مہدیت کے افریقہ اور مشرق وسطیٰ کی سیاست پر دور رس اثرات پڑے۔ سوڈان میں اسلامی حکومت کا قیام سامراج کے سیاسی مفادات کے لئے تباہ کن تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ خطرہ بڑھتا جا رہا تھا انگریز نے اس حکومت کے خاتمہ کے لئے سیاسی حکمت عملی کے طور پر ہندوستان کے نئے مدعی مہدیت کو جو ان کا سیاسی پٹھو تھا۔ مہدی سوڈانی کی تحریک کے خلاف استعمال کرنے کی سازش کی اس طرح ایک آزادی پسند مہدی اور ان کے خلیفہ کے خلاف قادیان کے سامراجی پٹھو نے مذہبی محاذ

---

[1] این انسائیکلوپیڈیا آف ورلڈ ہسٹری، ولیم لینگر، لندن ۱۹۴۲ء، زیر لفظ ایجپٹ

[2] افریقہ میں برطانوی سامراج کی ریشہ دوانیوں کے سلسلے میں سید عفاف لطفی کی کتاب ایجپٹ اینڈ کرومر، جان مرے لندن ۱۹۶۰ء باب دوم ملاحظہ فرمائیں۔

کھڑا کر دیا تاکہ فکر و نظر کے انتشار کو ہوا دی جا سکے۔ ہم مہدی سوڈانی اور ان کے صاحبزادے عبداللہ کے سیاسی کردار کا مرزا قادیانی کے دعووں سے تقابل کریں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنی بے سروسامانی اور بے بضاعتی کے باوجود انگریز کو للکارا اور انہیں پے در پے شکستیں دیں۔ مسلمانوں کو محکومی سے نجات دلائی اور انہیں ایک مرکز پر جمع کیا۔ اس کے برعکس مرزا صاحب نے اسلام دشمن طاقتوں کے جابرانہ تسلط کے لئے خدا کی وحی کی تائید جتائی۔ جہاد کی مکمل تنسیخ کا راگ الاپا۔ اغیار کی غلامی کو رحمت اور خدا کا عظیم فضل بتایا اور وحدت اسلامی کو پاش پاش کرنے کی سازش کی۔ انہوں نے سوڈان میں قائم ہونے والی حکومت کے مقابلے میں انگریزی حکومت کی بڑھ چڑھ کر تعریف کی اور غیر ملکی تسلط کے خلاف نبرد آزما ہونے والے مہدی کو خونی، قاتل اور ڈاکو قرار دیا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ سوڈان کے شیخ محمد احمدؒ نے خود کوئی دعویٰ نہ کیا۔ سید جمال الدین افغانیؒ کا اصرار تھا کہ آپ مہدی ہونے کے دعوے کی تردید نہ کریں کیونکہ اس طرح مسلمانوں کو ایک ولولۂ نو عطا ہوگا۔ اور جہاد کی تحریک کو تقویت ملے گی۔ شیخ موصوف سے ان کے ایک دوست نے ایک نجی محفل میں سوال کیا کہ کیا آپ واقعی مہدی معہود ہیں یا لوگوں میں اس نام سے مشہور ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ فرنگیوں کو سوڈان سے نکالنے کے لئے اگر مجھے شیطان بھی بننا پڑے تو میں تیار ہوں۔

مہدی کا دعویٰ کر کے مرزا صاحب نے مصر میں لٹریچر کی تقسیم میں اضافہ کر دیا تاکہ سوڈان میں سامراجی مفادات کا تحفظ ہو سکے، ان کی کتاب حقیقت المہدی ان کے پست خیالات کی آئینہ دار ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی متعدد تحریرات میں ان ملت فروشانہ کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جو رسالہ الحجاز المسیح پیر مہر علی گولڑویؒ کے مقابل پر لکھا اسے مناسب سمجھا کہ:

• بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیجوں کیونکہ اس کتاب

کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے، اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں اس وجہ سے میری عربی کتابیں عرب کے ملک میں بھی بہت شہرت پا گئی ہیں جو لوگ درندہ طبع ہیں اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں میری تحریریں پڑھتے ہیں وہ فی الفور چڑھ جاتے ہیں اور میرے دشمن ہو جاتے ہیں ---- یہ رسالہ کئی جگہ مصر میں بھیجا گیا چنانچہ منجملہ ان کے ایڈیٹر المنار (علامہ رشید رضا) کو بھی بھیجا دیا گیا تا کہ اس کے غلط خیالات کی بھی اصلاح ہو اور مجھے معلوم ہے کہ اس مسئلہ جہاد کی غلط فہمی میں ہر ایک ملک میں کس قدر گروہ مسلمانوں کا ضرور مبتلا ہے جو شخص سچے دل سے جہاد کا مخالف ہو اس کو یہ علماء کافر سمجھتے ہیں بلکہ واجب القتل بھی! لیکن چونکہ اسلام کی تعلیم میں یہ بات داخل ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا۔ اس لئے ہم لوگ اگر ایمان اور تقویٰ کو نہ چھوڑیں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے قول اور فعل سے ہر طرح اس گورنمنٹ برطانیہ کی نصرت کریں یہ[1]

مرزا صاحب نے پیر مہر علی گولڑوی رح کے خلاف جو طوفان بدتمیزی بپا کر رکھا تھا۔ اس میں اور باتوں کے علاوہ اس امر کو بھی دخل تھا کہ پیر صاحب اور ان کے مرید اعلان کرتے رہتے تھے کہ مرزا مہدیت کے دعویٰ میں کاذب مطلق ہے اور مہدی سنوسی افریقہ والے قابل تعریف ہیں۔ وہ پورے پورے عالم اور عامل بالحدیث والقرآن ہیں اور ان میں تمام آثار مہدی موجود ہیں۔[2]

---

[1] تبلیغ رسالت جلد دہم، میر قاسم علی قادیانی، قادیان صفحہ ۲۶

[2] مفتی محمد صادق قادیانی، واقعات صحیحہ، شائع کردہ انجمن فرقانیہ لاہور، مطبع انوار احمدی لاہور نومبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲

فصل دوم

یہودی مسیح موعود

۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ خدا نے انہیں وحی کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ طبعی وفات پاچکے ہیں اور تو مسیح موعود ہے۔ آپ نے دعویٰ کیا کہ قرآن حکیم کی رو سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں حالانکہ اس سے پہلے آپ حیات اور آمد مسیح کے قائل تھے، اس کے بعد آپ نے احادیث میں مذکور آنے والے مسیح کو مثیل مسیح کے عنوان سے اپنی ذات پر چسپاں کر لیا۔

اسلامی عقیدے کی رو سے حضرت مسیح ابن مریمؑ کا خدا نے اپنی طرف رفع کر لیا۔ آپ زندہ ہیں اور قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے، احادیث میں کسی مثیل یا بروز کا قطعاً کوئی ذکر نہیں اس کے برخلاف مسیح موعود کا ایک غیر اسلامی تصور ہے۔

مرزا صاحب نے بڑی عیاری سے یہودی مسیح موعود کا روپ دھارا، انہوں نے مسیح علیہ السلام کی طبعی وفات کا ڈھنڈورا پیٹا، نصوص قرآنیہ کی تاویلات کیں اور احادیث کو یک قلم موقوف کرتے ہوئے اپنے الہام کی رو سے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔

دوسرے لفظوں میں ان کا الہام حدیث و قرآن دونوں پر حاوی ہوا اور جو کچھ اس میں کہا گیا تھا وہ ان کے دعویٰ کی اصل بنیاد قرار پایا۔

مذہبی بحث سے قطع نظر ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت علامہ اقبالؒ نے تحریر کیا ہے کہ مسیح موعود کی اصطلاح قطعاً غیر اسلامی ہے اور اس کا سراغ موبدانہ (یہودی، پارسی) تصورات میں لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس تصور کو یہودی باطنیت میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اور یہ اس کا جزو لاینفک رہا ہے۔ اسلام کے دورِ اوّل کی تاریخ اور مذہبی ادب میں اس اصطلاح کا وجود نہیں ملتا۔ مرزا صاحب ایسے ہی مسیح موعود تھے۔ مسیح موعود کے اس تصور کو یہودی تاریخ میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہود نے اپنی ریاست کے قیام کے لئے مختلف ادوار میں جو تحریکیں چلائیں ان کے پس پردہ یہی تصور کارفرما تھا۔

مناسب معلوم دیتا ہے کہ یہود کے تصورِ مسیح موعود اور مرزا صاحب کے دعوے پر تفصیل روشنی ڈالی جائے کیونکہ علمائے حق ابھی تک وفات و حیاتِ مسیح علیہ السلام اور رفع اور توفی کی بحث میں الجھے ہوئے ہیں اور مرزا صاحب کے اصل دعوے کی طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ اسے یوں کہنا چاہئے کہ مرزا اور اسکی امت نے اس خوبی سے اصل دعوے کو ان مباحث میں الجھا دیا ہے۔ کہ بادی النظر میں اس حقیقت کو جاننا مشکل ہو گیا ہے۔

یہود کی تاریخ | عہدنامہ عتیق کے مطابق ابراہام (علیہ السلام) کے دو بیٹے اسمٰعیل (حضرت اسماعیل علیہ السلام) اور اضحاق (حضرت اسحاق علیہ السلام) تھے۔ اضحاق (علیہ السلام) کے بڑے بیٹے عیسو تھے جو اسمٰعیل (علیہ السلام) کے داماد تھے اور چھوٹے بیٹے یعقوب (علیہ السلام) تھے انہی کا دوسرا نام اسرآئیل (اللہ کا بندہ) ہے۔ جن کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ عہدنامہ کی رو سے اسرائیل کے بارہ بیٹے تھے جن میں بڑے یہودا اور چھوٹے بنیامین تھے۔ یہودا اور بنی یامین کی نسل فلسطین کے علاقے یہودیہ میں آباد تھی۔ اس علاقے کے رہنے والوں کو یہود کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تمام یہود

نسلی لحاظ سے بنی اسرائیل ہیں لیکن تمام بنی اسرائیل یہود نہیں گو اب یہ لفظ بلا تفریق مستعمل ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (۱۲۲۰ ق۔م) میں اسرائیلیوں کو شریعت عطا کی حضرۃ داؤد علیہ السلام (۱۰۰۴ ق۔م تا ۹۶۳ ق۔م) اور حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۶۳ ق۔م تا ۹۲۳ ق۔م) نے ان کو ترقی کے بام عروج تک پہنچایا۔ آٹھویں صدی ق۔م میں اسرائیلی شمالی اور جنوبی قبائل میں بٹ گئے۔

شمالی قبائل (بنی اسرائیل) دس قبائل کہلاتے ہیں ان کا دارالحکومت سمیریہ تھا جنوبی قبائل خدائے نادیدہ کے پرستار تھے اور ان کے حکمران حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے جیروبام تھے۔[1]

۷۲۱ ق۔م میں اسیریا (اشوریہ) کے شاہ تلمنذر (جدید تحقیق کے مطابق سارگن دوم) نے شمالی دس قبائل بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا۔[2] ان کے ۲۷ ہزار ۲۹۰ افراد کو قیدی بنایا اور توریت کے مطابق ان افراد کو فرات پار اسارۃ دھکیل دیا جو ایران کا مغربی حصہ میدیا تھا۔[3]
اسے اسرائیل کی پہلی اسیری کہتے ہیں۔

۵۸۶ ق۔م میں بابل کے شاہ بخت نصر نے یہود کے جنوبی قبائل پر حملہ کر کے ان کے بہت سے آدمیوں کو قیدی بنایا اور یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔[4] قرآن حکیم ۱۵/۴ اور عہد نامہ عتیق میں صحف حزقیل اور زکریا میں ان واقعات کی تفصیل مذکور ہے۔
اس تاریخی حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ ۷۲۱ ق۔م میں بنی اسرائیل کے دس

---

[1] جے ایس سوین، اے ہسٹری آف ورلڈ سویلزیشن، دہلی صفحہ ۱۲۳

[2] ڈبلیو این ، ویج ، دی ہسٹری آف ورلڈ ، اودھم کمپنی لندن ، باب اسرائیل۔

[3] فلپ کے حتی ، ہسٹری آف سیریا ، صفحہ ۲۰۰

[4] تفصیل کے لئے انسائیکلو پیڈیا برٹینکا ، باب زیر نظر ملاحظہ فرمائیں۔

قبائل گم نہیں ہوئے تھے بلکہ ۲۷ ہزار افراد ایران کے مغربی حصّوں میں کچھ عرصہ جلاوطن رہے اور بیشتر افراد واپس اپنی قوم میں جا ملے[1] ایسے ہی ۱۲۵ سال بعد بخت نصر کے حملے (۵۰۲ ق.م) میں بھی یہود کہیں گم نہ ہوئے[2] جدید محکمۂ تاریخ نے یہودی قبائل کی گمشدگی کے مفروضے کو قطعاً مسترد کر دیا ہے۔ ایسے ہی نسلوں کے بارے میں تحقیق، عصری انکشافات اور تاریخی تحقیقات سے یہ خیال بھی باطل قرار پا چکا ہے۔ کہ ہندوستان کی بعض اقوام جیسے کشمیری اور پٹھان یہود کے گم شدہ قبائل کی اولاد ہیں۔ یہ ہندی آریائی اقوام ہیں[3] یورپ کی جن اقوام کو یہودی النسل کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں بھی تاریخ دانوں نے واضح تردید کر دی ہے[4] ہم آئندہ صفحات میں بتائیں گے کہ یہودی مفکرین نے گمشدگی کے نظریئے کو کس طرح صیہونیت اور یہودیوں کے قوم پرستانہ جذبات کو ابھارنے کا ذریعہ بنایا۔

مسیح موعود کا تصور

چھٹی صدی ق.م میں بخت نصر کے حملے کے بعد پہلی صدی عیسوی تک یہودی ایرانیوں، یونانیوں اور رومیوں کے ماتحت محکومی کی زندگی بسر کرتے رہے[5] ان کی طرف پے در پے انبیاء خدا کا پیغام لے کر آئے، حتیٰ کہ ۶۰ ق.م کے لگ بھگ خدا کے سچے مسیح ابن مریم علیہ السلام انکی طرف مبعوث ہوئے۔ یہودیوں کو مسلسل محکومیت کے زمانے میں ایک ایسے مسیح کا انتظار تھا جو انہیں سیاسی عروج

---

[1] فلپ حتی، تاریخ شام ص ۲۰

[2] انسائیکلوپیڈیا امریکانا باب یہودیت/صیہونیت

[3] اولف کیرو، دی پٹھانز، میکملن لندن نیز انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، باب کشمیر ملاحظہ کریں۔

[4] ڈاکٹر ڈبلیو ایف ایل براٹ، آرکیالوجی آف پیلسٹائن، پلیکن، ۱۹۶۲ء ص ۲۳۰

[5] ٹی۔آر گلوور، دی اینشنٹ ورلڈ، لندن ص ۱۹۳

اور ایک سلطنت عطا کرے۔

توریت سفر تکوین کے باب ۲۸ اور سفر خروج باب ۲۲ میں ہیں ایک ایسے مسیح موعود کا تصور ملتا ہے۔ مسیح آرامی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ایک ایسے فرد کے ہیں جس کے سر پر تیل ڈالا جاتا۔ یہودی اپنے بادشاہ کو تخت پر بٹھانے سے پہلے اس کے سر پر تیل ڈالتے تھے وہ ان کا نجات دہندہ اور دینی سیاسی رہنما ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے لئے یہود مسیحا کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ مسیح موعود غیر یہودی بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ سفر یسعیاہ کے ۴۵ ویں باب میں ایرانی شاہ خورس کو مسیح موعود کہا گیا ہے۔[1]

پہلی صدی عیسوی میں خدا نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو یہود کی ہدایت اور ان کی نجات کے لئے مبعوث فرمایا لیکن یہود نے آپ کی شدید تکذیب کی آپ کی ذات پر ناپاک الزامات لگائے اور رومی حاکم سے آپکو مصلوب کرانے کے درپے ہوئے مگر خدا نے اپنے برگزیدہ رسول کو قتل اور مصلوب ہونے سے بچا کر ان کا اپنی طرف رفع جسمانی کر لیا۔ یہودی چاہتے تھے کہ مسیح علیہ السلام رومی حکومت کے خلاف بغاوت کر کے ان کے لئے ایک الگ آزاد ریاست قائم کر دیں۔

خدا کے سچے مسیح علیہ السلام کی بعثت کے بعد ظہور اسلام تک تقریباً ۶۰۰ سالوں میں کئی یہودی دعویدار اٹھے جنہوں نے دعویٰ کیا کہ خدا نے انہیں وہ مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے۔ جو یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرے گا[2] اور ان کی ریاست کی داغ بیل ڈالے گا۔ یہ یہودی نبوت کرتے اور وقتاً فوقتاً اعلان کرتے کہ جلد ہی یہودی ریاست قائم ہونے والی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ عقیدہ بھی جڑ پکڑ گیا کہ مسیح موعود سے قبل ایلیاہ نبی آئے گا۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجز اینڈ ایتھکس، زیر لفظ "مسایا"

ساتویں صدی کے اوائل میں سرزمین عرب میں خدا نے تمام دنیا کے نجات دہندہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کے لئے یہ شاندار موقع تھا کہ وہ آپ کی نبوت پر ایمان لا کر سعادت دنیوی اور اخروی حاصل کرتے۔ آپ کی بعثت کے بعد یہود کا مسیح موعود کا تصور باطل ہو گیا اور نصاریٰ کو جس موعود نبی کی بشارت دی گئی تھی وہ آخری نبی ہدایت لیکر آ گئے۔

مسیح موعود اور اسلامی ریاستیں

اسلام کے ظہور سے لے کر آج تک یہودی تخریب کار طرح طرح کی سازشیں کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہود ایک ایسی متعصب قوم ہے جو غیر یہود اقوام خصوصاً مسلمانوں کو مٹانے کیلئے ہر حربہ استعمال کرتی رہی ہے۔ خلفائے راشدینؓ کے دور خصوصاً حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں (۶۳۳ء) اسلامی افواج فلسطین میں داخل ہوئیں اور بازنطینیوں کو شکست دے کر اس سرزمین پر قابض ہو گئیں اگلے سال یروشلم میں مسجد عمر تعمیر ہوئی۔ ۶۴۰ء تک پورا فلسطین مسلمانوں کے تسلط میں آ گیا۔ یہودیوں کے لئے یہ سخت تکلیف دہ امر تھا۔ وقتی طور پر وہ اسلام کی عظمت اور فتوحات سے مرعوب ہوئے لیکن انڈر گراؤنڈ تنظیمیں، خفیہ ادارے اور سیاسی اڈے بنا کر سازشوں کے جال بچھانے لگے، ان کا ایک مخصوص طریقہ یہ تھا کہ کسی سیاسی گروہ کا نمائندہ یہودی توریت باب زکریا ۹:۹ اور ۹:۱۰ کی پیشین گوئیوں کی آڑ میں ایسے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا جو فلسطین میں یہودی ریاست قائم کر دے گا۔ یہ دعوے عموماً سیاسی ابتری اور انتشار کے زمانے میں کئے جاتے تاکہ مسلمانوں کی داخلی کشمکش سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

تاریخ میں ہمیں بیشمار مدعیان مسیحیت موعودہ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے سیاسی تخریب کاری کے لئے یہود کو منظم کیا[1] ان میں سے چند ایک مشہور مدعیان کے مختصراً

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلجز اینڈ ایتھکس زیر لفظ مسیح / جلد ۸۔

حالات درج کئے جاتے ہیں جن سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہودی قوم پرستی کی تحریک اسلامی دور میں کن کن مراحل سے گزری۔

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانے میں اصفہان کے ایک یہودی اسحاق بن یعقوب نے مسیح موعود کا دعویٰ کر کے یہودی قوم پرستوں کو متحد کرنے لگا۔ اس نے اسلامی افواج پر پے در پے حملے کئے۔ آخر کار مارا گیا۔ چند سال بعد ہمدان کے یہودی یودگان اور مصر کے یہودی یحیٰ ساباطی نے مسیح موعود کے دعوے کئے اور فلسطین کی طرف پیش قدمی کا آغاز کیا۔[1]

نویں صدی عیسوی میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے روم بادشاہ کی درخواست پر یروشلم میں عیسائی معبد تعمیر کرنے کی اجازت دے کر اسلامی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ لیکن عیسائی جب طاقتور ہوئے تو انہوں نے ۱۰۹۹ء میں ارض مقدس کو واپس لینے کیلئے پہلی صلیبی جنگ چھیڑ دی لیکن انہیں نمایاں کامیابی نہ ہوئی پھر انہوں نے بڑے پیمانے پر حملہ کر کے یروشلم میں قتل عام کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے یروشلم، جافہ، حیفہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۴۶-۴۷ء میں جرمنی کے قیصر اور شاہ فرانس کی قیادت میں دوسری صلیبی جنگ لڑی گئی جس میں عیسائیوں کو بالادستی حاصل ہوئی اس نازک وقت پر خدا نے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو بھیجا جنہوں نے عیسائی حملہ آوروں کو ۱۱۸۷ء میں طبریہ اور فلسطین کے مقام پر شکست فاش دی اور یروشلم میں قبضہ کر لیا۔ عیسائیوں نے یروشلم واپس لینے کیلئے ۱۱۸۹ء میں تیسری صلیبی جنگ چھیڑی لیکن سلطانؒ کے سامنے انکی پیش نہ چلی انگلستان کا شاہ رچرڈ ناکام واپس لوٹا عیسائی وقتوں وقتوں سے لڑتے رہے چوتھی اور پانچویں صلیبی جنگوں میں بھی انہیں شکست ہوئی۔[2]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس زیر لفظ مسیح / جھوٹے۔

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹینکا زیر لفظ فلسطین۔

صلیبی جنگوں کی ابتری سے فائدہ اٹھا کر ایران کے مغربی علاقے میں ۱۱۶۰ء میں ایک یہودی داؤد رلائے نے مسیح موعود کا دعویٰ کر دیا وہ خود کو آزاد یہودی قبائل کا نمائندہ بتاتا تھا اس نے پہلی دفعہ دعویٰ کیا کہ بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل مشرق کیطرف چلے گئے تھے اور ایران سے ہندوستان تک کئی اقوام ان کی اولاد ہیں[1] اسی نوع کے نیم تاریخی مواد کو بعد کے افغان تذکرہ نگاروں نے افغانوں کو یہودی النسل ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا[2]

یہودی مسیح موعود عیسائیوں کی جانی اور مالی مدد کرتے تاکہ مسلمانوں کو فلسطین سے نکالا جا سکے۔ ۱۲۸۱ء میں صلیبی جنگوں کے دوران ابراہیم بن سموئیل یہودی نے مسیح موعود کا دعویٰ کر کے پوپ کو خط لکھا جس میں اس نے دعوت دی کہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے یہودیوں سے اتحاد کرے۔ ۱۲۸۷ء میں ابو لآنہ نے اشبیلیہ میں مسیح موعود ہونے کا اعلان کر کے سپین کے یہودیوں کو منظم کیا۔ تیرھویں صدی میں ناسم بن ابراہیم چودھویں صدی میں موسیٰ بوتارل، ۱۵ ویں صدی میں یعقوب کارسن سپین، ۱۶ ویں صدی میں داؤد ربی کے چند ایک مشہور یہودی مسیح موعود ہیں جن کا مقصد اسلامی حکومت کا خاتمہ، یہودیت کا احیاء اور فلسطین میں ریاست کا قیام تھا۔

۱۲۲۴ء میں فلسطین پر خوارزم کے تاتاریوں نے حملہ کیا۔ اور تمام اقوام کے بے دریغ قتل عام کے بعد یروشلم پر قابض ہو گئے ساتویں صلیبی جنگ (۱۲۴۸-۵۲ء) کے بعد مصریوں نے فلسطین کیطرف پیش قدمی کی، ۱۲۹۱ء میں عیسائیوں کو اس سرزمین سے نکال دیا گیا اور ۱۵۱۷ء میں ترکوں نے مصر اور فلسطین پر قبضہ کر لیا اور فلسطین

---

[1] انسائیکلو پیڈیا ریلیجن اینڈ ایتھکس۔

[2] اولف کیرو، دی پٹھانز، میکملن کمپنی، لندن، ص ۹

عثمانی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

ترک خلیفہ محمد رابع کے عہد (۱۶۴۸ء تا ۱۶۸۷ء) میں جب ترک مشرقی یورپی ریاستوں پولینڈ، آسٹریا وغیرہ سے برسرپیکار تھے قسطنطنیہ کے ایک یہودی سباطی زیبی نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا۔ اس نے پرزور اعلان کیا کہ وہ اسرائیلیوں کو اہل اسلام اور نصاریٰ کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے خدا کیطرف سے مسیح بن کر آیا ہے۔ سباطی، یورپی ترکی کے شہر سلونیکا، یونان، اٹلی، لیگ ہورن سے ہوتا ہوا طرابلس الغرب شام اور آخر میں بیت المقدس پہنچا۔ اس سفر میں یہود نے اس کا پرزور خیر مقدم کیا، مسیح موعود کی آمد کے گیت گائے خوشیاں منائیں اور چراغاں کیا۔ ایک اور یہودی ناتھن نے ایلیاہ ہونے کا دعویٰ کر کے آمد مسیح کی منادی شروع کر دی۔ حلب، دمشق وغیرہ کے یہودی بڑی تعداد میں جتھے بنا کر فلسطین جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اٹلی، ہالینڈ اور جرمنی کے یہودیوں نے اپنی جائیدادیں بیچ بیچ کر مسیح موعود کو رقمیں روانہ کیں اور فلسطین کی طرف ہجرت کرنے لگے۔[1]

سلطان ترکی نے سباطی کی خطرناک سیاسی سرگرمیوں کے پیش نظر اسے قید میں ڈال دیا۔ اس کی قید سے نکلنے میں تحریک چلانے کا بیڑا ناتھن نے اٹھایا۔ کچھ عرصہ قید میں رہنے کے بعد سباطی نے سلطان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ ملاقات کے دوران اس نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور دعوئ مسیحیت سے منحرف ہو گیا۔

سلطان اس عیار یہودی کی چالوں سے واقف تھا اور اس کی اٹھائی ہوئی تحریک کے مضمرات سے پوری طرح آگاہ تھا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ یورپی ممالک کے سفیروں کو ان کی حکومتوں نے خفیہ ہدایات دی ہیں کہ اس تحریک کی غرض وغایت معلوم کریں اور سباطی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلجز اینڈ ایتھکس باب زیر مسیح (جھوٹے)

کا ساتھ دیں۔ ان حالات میں شبتائی کو رہا کرنا غیر سیاسی اقدام تھا۔ سلطان نے اسے بدستور بلغراد میں نظر بند رکھا۔ جہاں وہ ۱۶۷۶ء میں مر گیا۔[1] اس کے معتقدین کی بڑی تعداد نے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی جسے دونمہ فرقہ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی نیم مسلم نیم یہودی فرقہ ہے جس نے عثمانی سلطنت کی تباہی میں بھرپور حصہ لیا۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے کہ کس طرح خفیہ یہودی فرقوں (CRYPTO JEWISH SECTS) نے اسلامی حکومتوں کی سالمیت کے خلاف سازشیں کیں لیکن قادیانیت اور بہائیت کے علاوہ شام اور عراق و لبنان کے دروزی اور علوی فرقے اسی ذیل میں آتے ہیں۔ چند اور مدعیان مسیحیت موعودہ کا ذکر اینگلو اسرائیلزم تحریک کے ضمن میں آرہا ہے۔



---

[1] رفیق ڈوگر، از مجلس، لاہور

یہودیت کے عناصر

اس طویل بحث سے ثابت ہو جاتا ہے کہ مسیح موعود کا تصور یہودی قوم پرستی کی تحریک کا اثر شدہ حصہ ہے اور مرزا صاحب کا اپنی معنوں میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اس عقیدے کو مسیح ابن مریم کی آمد ثانی کے اسلامی عقیدے سے کوئی نسبت نہیں مرزا صاحب کا دعویٰ ان کے اپنے الہام کی بنیاد پر ہے۔ احادیث میں مسیح ابن مریم کی آمد ثانی کا بڑا مقصد یہودی فتنہ کا مقابلہ کرنا اور مسیح دجال کو قتل کرنا ہے۔ واضح رہے کہ دجال کے ساتھ مسیح کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو گا تو وہ دجال لیکن مسیح کا روپ دھارے گا[1]۔ اور ۷۰ ہزار یہودیوں کو لے کر شام پر حملہ آور ہو گا۔ قادیان کا یہودی مسیح موعود اسی کا بروز تھا کیونکہ اس نے یہودی قوم پرستی کی ظالمانہ تحریک صیہونیت اور یہودی فلسفہ و فکر کے احیاء میں زبردست حصہ لیا۔ خدا کے سچے نبی مسیح ابن مریم کی شان میں جو گستاخیاں کیں اور کسر صلیب کے نام پر جدید یہودیت کا احیاء کرنے کی سازش کی تفصیلات میں جانے کا موقع نہیں البتہ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ مرزا صاحب نے وہ تمام اعتراضات اور بکواسات جو یہودی کتب میں مروجہ مسیحی عقائد اور حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے بارے میں مذکور تھے اپنی کتب میں دہرا دئے۔ اس سلسلے میں ان کے اپنے اعتراف کے علاوہ ان کے بیٹے مرزا محمود کا تائیدی بیان بھی موجود ہے[2]۔

تردید عیسائیت کے درپردہ محرکات

کسر صلیب کے دعوے کی جدید یہودیت کے احیاء کی تحریک میں اعانت بہم پہنچانے کے علاوہ برطانوی سامراج کے لئے بھی یک گونہ اہمیت تھی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

۱۔ عیسائی مشنریوں کی اشتعال انگیز تحریریں پڑھ کر انہیں خدشہ محسوس ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں میں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے سخت اشتعال اور شر پیدا نہ ہو اور کوئی بغاوت نہ کر بیٹھیں اس لئے عام جوش کو دبانے کے لئے ایسی کتابیں لکھیں" جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی[3]۔

---

[1] محمد علی مرزائی، مسیح موعود، لاہور ص ۳۸ [2] فاروق قادیان (خطبہ جمعہ) ۱۲ دسمبر ۱۹۳۴ء [3] مرزا غلام احمد، تریاق القلوب، قادیان ص ۳۰۸

۱۔ ان مباحثات کی کتابوں سے ایک یہ بھی مطلب تھا کہ برٹش انڈیا اور دوسرے ملکوں پر بھی اس بات کو واضح کیا جاتا کہ ہماری گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو مباحثات کے لئے آزادی دے رکھی ہے کوئی خصوصیت پادریوں کی نہیں ہے۔[1]

۲۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسی کتابوں کی تالیف سے جو پادریوں کے مذہب کے رد میں لکھی جاتی ہیں گورنمنٹ کے عادلانہ اصولوں کا اعلیٰ نمونہ لوگوں کو ملتا ہے اور غیر ملکوں کے لوگ خاص کر اسلامی بلاد کے نیک فطرت جب ایسی کتابوں کو دیکھتے ہیں جو ہمارے ملک سے ان ملکوں میں جاتی ہیں تو ان کو اس گورنمنٹ سے نہایت انس پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ گورنمنٹ در پردہ مسلمان ہے اور اس طرح پر ہماری قلموں کے ذریعے گورنمنٹ ہزاروں دلوں کو فتح کرتی جاتی ہے۔[2]

علامہ اقبال نے قادیانیت کا علمی محاسبہ کرتے ہوئے تحریر کیا:۔

"اس سے قبل اسلامی یہودیت سے عالم اسلام میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے میرے نزدیک ان میں بہائیت قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے لیکن موخر الذکر اسلام کی چند اہم صورتوں کو قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے اس کا حاسد خدا کا تصور جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہیں۔ اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔"[3]

دور حاضر کے عرب محققین خصوصاً مصر کے فاضل عباس محمود العقاد، الشیخ محمد ابو زہرہ، الشیخ عبداللہ بن الخطیب اور الشیخ محمد المدنی نے قادیانی تحریک اور اس کے استعمار پرستانہ پہلوؤں پر بحث کی ہے اور اس ظلم سامراجی صیہونی سازش کے سیاسی کردار کو بے نقاب کیا ہے۔ علامہ محمود الصواف نے اپنی مشہور تصنیف "المخططات الاستعماریہ لمکافحۃ الاسلام" میں قادیانیت کو استعمار کی ذیلی شاخ ثابت کیا ہے۔[4] مراکش کے مشہور ریسرچ سکالر ڈاکٹر عبدالکریم غلاب نے یہودی سازشوں اور ریشہ دوانیوں پر تحقیق کرکے جو انکشافات

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ہشتم صہ ۵ [2] تبلیغ رسالت جلد ہفتم صہ ۱۷ [3] حرف اقبال، مولف لطیف احمد شروانی لاہور صہ ۱۲۳

[4] ملت اسلامیہ کا موقف صہ ۱۶۹، ۱۷۰ (قومی اسمبلی میں بیان) از ترجمہ سمیع الحق اکوڑہ خٹک۔

گویا کہ قادیانیوں کے عقائد اٹھارہویں صدی کے ان یہودی مستشرقین کی پیداوار ہیں جنہوں نے جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بعض یہودی اس صدی کے اوائل میں ہندوستان مناظرے کرنے کے بھیس میں وارد ہوئے[1] یہودیوں نے سنت نبوی، رسالت، جہاد اور وحی کے موضوعات پر جس قدر علمی اور تحقیقی بددیانتیاں کیں قادیانیت ان کا بروز مجسم ہے۔

یہودی مفکروں کی دلچسپی

یہودی مفکروں نے قادیانی تحریک کے مطالعے اور اس کے فروغ میں ہمیشہ دلچسپی لی یروشلم یونیورسٹی، جس کی بنیاد ۱۹۲۵ء میں رسوائے زمانہ یہودی بالفور نے رکھی تھی، اس سلسلے میں کافی اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔ اس یونیورسٹی میں دانشوروں کا ایک گروپ شوڈ (SHOD) ڈاکٹر میگنس کے تعاون سے قادیانی اور یہودی فلسفہ کی ممکنہ تطبیق و اشتراک پر کام کرتا رہا۔ ۱۹۲۷ء میں ایک آسٹروی یہودی جج ایلگر ہیڈ سوالڈام نے ایک دلچسپ مضمون زیر عنوان

(اسلام کی طرف جدید صیہونی راستہ اور احمدیہ تحریک)
(A Modern Zionist way to Islam and Ahmadiyya Movement)

تالیف کیا جس کے نام سے ظاہر ہے کہ اس نے اسلام میں احمدیہ تحریک کو جدید صیہونی راستہ ثابت کرنے کی کوشش کی یہ مضمون قادیان کے مشہور انگریزی پرچے ریویو آف ریلیجنز نے مارچ ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں نقل کیا گیا۔ اسرائیل کے قیام کے آخری سالوں میں یہودیوں نے قادیانی تحریک کے فروغ و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی مذکورہ ریاست میں اگر کسی جماعت کو تبلیغ کی مکمل آزادی اور سرپرستی حاصل تھی اور اب بھی ہے تو وہ یہی تحریک تھی۔ ۱۹۴۶ء میں قادیانی مبلغ فلسطین چوہدری محمد شریف نے مرکز کو جو رپورٹ پیش کی اس میں خاص طور پر یروشلم یونیورسٹی کی ایک یہودی خاتون سکالر مسز ایشے روہیل کے احمدیت کے لئے اخبارات میں مضامین لکھنے کا ذکر کیا ہے[2]

قادیان کے اسرائیلی

یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ مرزا صاحب نے خود کو اسرائیلی اور اپنی جماعت کو بنی اسرائیل قرار دیا۔ اپنی ایک وحی میں فرماتے ہیں:-

---

[1] توفیق، رسالت الصیہونیہ بیروت ۱۹۶۱ء جلد اول صہ ۲۳۰ بحوالہ ہفت روزہ چٹان لاہور ۹ فروری ۱۹۷۰ء

[2] الفضل قادیان ۱۳ جون ۱۹۴۶ء

"خدا نے فرمایا تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں میں بچاؤں گا۔ اس وحی میں خدا نے مجھے اسرائیل قرار دیا اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے اس طرح وہ بنی اسرائیل ٹھہرے۔"[1]

۱۹۴۷ء میں قادیانیوں نے ایک سازش کے تحت پاکستان کا رخ کیا۔ اسی سال یہودیوں نے سامراجی طاقتوں کے تعاون سے نام نہاد صیہونی حکومت اسرائیل قائم کی۔ قادیانیوں نے بیشتر مواقع پر بنی اسرائیل کی تاریخ اور واقعات کو اپنی جماعت پر چسپاں کیا۔ الفضل ۱۹۴۷ء "احمدی اور بنی اسرائیل" کے زیر عنوان لکھتا ہے:

"مرزا غلام احمد کے الہام یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ (تیرے پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے مشابہ ہوگا) کے مطابق جس طرح بنی اسرائیل مصر میں فرعون کی حکومت میں بیگار دھر لئے جاتے تھے اسی طرح احمدیوں سے قادیان میں غیر مسلموں نے کیا۔ پھر بنی اسرائیل کو مصر سے ہجرت کرنی پڑی اور مسیح موعود کی قوم کو قادیان سے ہجرت کرنی پڑی تاکہ وہ مشابہت پوری ہو جائے۔"[2]

ایک اور شمارے میں الفضل لاہور نے لکھا:

"اگرچہ ہماری ہجرت بنی اسرائیل والی ہجرت کی طرح نہیں ہے کیونکہ وہ بھاگ کر گئے تھے اور ہمیں زبردستی نکالا گیا ہے لیکن ہجرت کا مقصد دونوں جگہ ایک ہے۔"[3]

مرزا صاحب کی وحی کے مجموعے تذکرہ میں ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کا ایک رؤیا مذکور ہے جس میں آپ نے خود کو موسیٰ اور اپنی جماعت کو بنی اسرائیل بتایا ہے۔[4]

۱۹۳۵ء میں بیروت یونیورسٹی کے ایک صیہونی پروفیسر ہنری لیمنس نے ایک کتاب "اسلام" تالیف کی اس میں مسیح کے متعلق عقائد، آمد مہدی کے معتقدات، اور جہاد کے متعلق خیالات کا اظہار کیا۔ اس نے مرزائی عقائد کی تعریف کی خاص طور پر عقیدہ جہاد کے مکمل طور پر منسوخ ہونے کے نظریے کے متعلق تحریر کیا۔

"جہاد کے متعلق سلسلہ احمدیہ کی طرف سے جو تعلیم دی جاتی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس جماعت کی طرف سے درحقیقت اصلاح کی کوشش کی جا رہی ہے۔"[5]

پروفیسر مذکور رقم طراز ہیں:

---

[1] اشتہار ۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء بحوالہ الفضل ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء [2] الفضل ۲۳ دسمبر ۱۹۴۷ء [3] الفضل لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۴۷ء [4] تذکرہ ص ۴۴۹ [illegible] ص ۲۲ [illegible] [5] الفضل قادیان ۲۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

"اس جماعت کی تعداد بقول حکومت ۵۶ ہزار اور بقول احمدی جماعت ۵ لاکھ ہے۔ جماعت کے مخالفین کہتے ہیں کہ احمدیہ جماعت برطانوی پولیٹکل محکمہ کی خدمت کرتی ہے۔"[1]

قبر مسیح

قادیان کے یہودی مسیح موعود نے وفات مسیح کے اعلان کے بعد یہ دلچسپ دعویٰ کیا کہ مسیح علیہ السلام کی قبر گلیل (فلسطین) میں ہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ قبر طرابلس میں بتائی گئی۔ آخر کار خدا کی وحی کی آڑ میں محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں قبر کی موجودگی کا اعلان کیا گیا۔[2] اس دعوے کے ثبوت میں بعض نیم تاریخی دلائل دیئے گئے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ۷۲۱ ق م میں شاہ شلمنسر نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور دس قبائل کو مشرق وطن سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ یہ قبائل ہندوستان آگئے۔ اور کئی مشرقی اقوام خصوصاً افغان اور کشمیری ان کی اولاد ہیں۔ تاریخ سے عدم واقفیت کی بنا پر یہ بھی کہا گیا کہ یہ قبائل ۵۸۶ ق م میں گم ہوئے۔ حالانکہ اس سال بابل کے شاہ بخت نصر نے یہود پر حملہ کیا۔ بہرحال ان نام نہاد گم شدہ قبائل کی اصلاح کے لئے مسیح ہندوستان آئے اور یہاں اپنا نام یوز آسف۔ یسوع غمگین رکھ لیا اور سری نگر میں وفات پائی۔[3] ان کے ساتھ سینٹ ٹامس بھی ہند آئے۔ لاہوری مرزائی خواجہ نذیر احمد نے دعویٰ کیا کہ بی بی مریم بھی ان کے ساتھ آئیں۔ اور مری میں ان کی وفات ہوئی اور مری ان ہی کے نام سے مشہور ہے۔

اس نظریے میں ایک بنیادی بات بنی اسرائیل قبائل کی گم شدگی ہے جس کی وجہ سے مسیح کو ہندوستان آنا پڑا۔

جدید تاریخ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بنی اسرائیل کے قبائل کسی دور میں گم نہ ہوئے[4] اور افغان، کشمیری وغیرہ ان کی اولاد نہیں۔ یہ نظریہ سیاسی ضروریات اور یہود کی مظلومیت اور جلا وطنی کے ثبوت کے لئے گھڑا گیا۔ اور اینگلو اسرائیلی یہود نے اسے خوب پھیلایا۔ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے ابھی یہ بات پیش نظر ہے کہ مسیح ہندوستان آئے۔ بعض ایشیائی قبائل کے یہودی ہونے اور ہندوستان میں یہودی اثرات کے پائے جانے جیسے بے بنیاد نظریات یہودی مصنفین کی کتابوں سے اخذ کر کے مرزا صاحب نے ایک خاص مقصد کے

---

[1] الفضل قادیان ۱۳ ستمبر ۱۹۳۵ء [2] مرزا غلام احمد: مسیح ہندوستان میں — الہدیٰ وغیرہ [3] مرزا غلام احمد براہین احمدیہ حصہ پنجم، قادیان ص ۱۲۔ [4] فلپ کے حتی: تاریخ شام، ص ۲

تخت بچھائے۔ آپ نے جب یہ دعویٰ کیا کہ مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے تو عیسائی دنیا اس بات کو سن کر متحیر ہو گئی اور از خود سوال پیدا ہوا کہ یہ کیسے ہوا اس کے ثبوت میں یہودی قبائل کی آمد کا مفروضہ پیش کیا گیا جس کی تشہیر صیہونی تخریب کاروں کا بنیادی مقصد تھا اور مظلومیت کی ان فرضی داستانوں سے وہ یہودی ریاست کے لئے رائے عامہ کو ہموار کر رہے تھے۔ قبر کی موجودگی کے دعوے سے مرزا صاحب نے واقعاتی ثبوت مہیا کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں تحریک اینگلو اسرائیلزم سے شناسائی ضروری ہے۔

اینگلو اسرائیلزم

ہرزل کی تحریک صیہونیت (۱۸۹۷ء) کی پیش رو تحریک اینگلو اسرائیلزم کو یہودی دانشور ایک عرصے سے مقبول بنا رہے تھے وہ دنیا کو یہ گمراہ کن تاثر دے رہے تھے کہ زمانہ قدیم (۷۲۱ ق م) میں اسرائیل کے دس قبائل غیر یہود اقوام کے مظالم کا نشانہ بنے اور مشرق و مغرب میں ہجرت کر گئے۔ قدیم فلسفہ و فکر، فنون لطیفہ کے نوادر، معاشرت، قومی اقدار، افکار سیاسیہ، معاشی نظریات غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں ان قبائل کے افراد کی کاوشوں کی چھاپ موجود ہے اور کئی اقوام کو براہ راست ان کی نسل سے ہیں۔ دنیا کا قدیمی ورثہ بنی اسرائیل کے جلاوطنی کے دور کی تخلیق ہے۔ اس نیم تاریخی مواد کی تشہیر کے بعد یہودیوں نے انسانی ضمیر کو مخاطب کر کے فریاد کی کہ ۲ ہزار سال سے جلاوطنی اور مظلومیت کی زندگی گزارنے والی قوم جس کے بہت تھوڑے افراد موجود ہیں اور جس کے نسل انسانی پر بے شمار احسانات ہیں ایک خطہ زمین سے محروم چلی آ رہی ہے انہیں غیر یہود متواتر دباتے چلے جا رہے ہیں اب پوری اقوام کو چاہیے کہ پرانے تعصبات کو ختم کر کے ان کو ریاست قائم کرنے کا حق دیں۔ جیسا کہ ہم نے تصور مسیح موعود کے ضمن میں بعض مسیح موعودوں کے اسلامی حکومتوں کے خلاف جارحانہ اقدامات کا ذکر کیا تھا۔ اس طرح یہ ایک دلچسپ داستان ہے کہ کس طرح اینگلو اسرائیلی مسیح موعود یورپ میں سازشیں کرتے رہے برطانیہ میں یہ سلسلہ اٹھارہویں صدی میں عروج پر تھا۔ ۱۷۹۴ء میں رچرڈ برادرس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ایک کتاب 'حالات اور پیش گوئیوں کے بارے میں خدائی علم' تالیف کی جس میں یہودی ریاست کے قیام کا سوال اٹھایا گیا تھا۔

---

۱ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس زیر لفظ اینگلو اسرائیلزم

اس کے نصف صدی بعد ۱۹۴۱ء میں جے این ٹام نے مسیح موعود، یہود کے منجی، یروشلم کے بادشاہ، خانہ بدوشوں کے حاکم وغیرہ کے دعوے کئے اور برطانوی افواج سے لڑتا ہوا مارا گیا[1]۔ اینگلو اسرائیلی مسیح موعود اور اس مکتب فکر کے مصنفین کی بڑی تعداد یورپ اور امریکہ میں سرگرم عمل تھی۔ ان میں سے زیادہ مشہور جان ولسن مؤلف "ہمارا اسرائیلی ورثہ"، ایف آر گوور اینڈ ایڈورڈ ہائن، مؤلفین "دس گم شدہ قبائل کی برطانوی اقوام سے مشابہت"، ڈبلیو کارپینٹر، سی۔ پی۔ سمائتھ۔ امریکہ کے ڈبلیو۔ ایچ پول، جی ڈبلیو گرین وغیرہ قابل ذکر ہیں[2]۔ اینگلو اسرائیلیوں نے یہودیت کے احیاء کے لئے عیسائی معتقدات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کردار کشی کی مذموم مہم چلائی۔ امریکہ کی واچ ٹاور سوسائٹی جس کا رسالہ اویک (نیویارک) اور یہواہ وٹنس تحریک اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

مرزائیوں نے قبر مسیح کا چونکا دینے والا انکشاف کر کے درپردہ انہیں یہودیوں کی ہم نوائی کا فریضہ ادا کیا۔ ان تخریب کاروں نے یہودی ریاست کے قیام کے لئے جو فکری اور اخلاقی بنیادوں پر تحریک چلا رکھی تھی اس میں زبردست مدد دی گئی۔ اس سلسلے کا تمام قادیانی لٹریچر اینگلو اسرائیلیوں کی خوشہ چینی پر مشتمل ہے۔ درج بالا یہود کی کتب اور مرزا صاحب کی کتاب "راز حقیقت، مسیح ہندوستان میں، اتمام حجۃ وغیرہ اور ان کے پیروکاروں میں مولوی شیر علی کے مضامین مندرجہ رسالہ ریویو قادیان (۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۹ء) مفتی محمد صادق کی تالیف قبر مسیح، قاضی محمد یوسف کی کتاب عیسیٰ در کشمیر وغیرہ کے علاوہ خواجہ نذیر احمد مرزائی فریق لاہور کی کتاب جیسز ان ہیون آن ارتھ اور اس کے دو چربے یعنی جلال الدین شمس کی تالیف "ویر ڈڈ جیسز ڈائی" اور ممتاز فاروقی کی کتاب کسر صلیب میں وہ تمام دلائل و شواہد اور طرز استدلال کے نمونے درج ہیں جو اینگلو اسرائیلیوں کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مرزا صاحب نے جو یہ نظریہ پیش کیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر تو چڑھائے گئے لیکن بے ہوشی کے عالم میں اتار لئے گئے سب سے پہلے ایک یہودی ونطوریتی نے پیش کیا۔ مسیح علیہ السلام

---

[1] تفصیلات برٹش انسائیکلو پیڈیا میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس

[3] جیمز مارٹن، ڈڈ جیسز رائز فروم دی ڈیڈ۔ ورلڈ کرسچن بک لندن صفحہ ۵

کے کفن کے بارے میں آئے دن جو نظریات پیش کئے جاتے ہیں اور جنہیں قادیانی بڑے شد و مد سے نقل کرتے ہیں یہودی تخریب کاروں کی اختراعات ہیں۔ آپ کی ہندوستان میں آمد کا مفروضہ بھی سب سے پہلے یہودیوں نے ایک خاص مقصد کے لئے تراشا۔ یہودی سیاح ناٹوویچ نے اپنے سفرنامہ ہند میں یہ غلط بیانی کی کہ اسے تبت کے لاموں نے بدھ مت کی ایسی کتب دکھائیں جن میں مسیح کے ہندوستان آنے کا ذکر تھا۔[1] اس نوع کے دعوے اور یہودیوں نے بھی کئے۔ امریکہ کے ایک خفیہ یہودی سلسلہ راسی کروشن امارک (۱۸۳۰۰۴) ایک قدیم فرقے اسینی سے منسوب بعض تحریرات سے مسیح علیہ السلام کی ہندوستان میں آمد کا دعوٰی کرتا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ ان تمام یہودیوں نے دعوٰی کیا کہ مسیح علیہ السلام جوانی کے زمانے میں واقعہ صلیب سے قبل ہندوستان آئے اور کافی عرصہ یہاں قیام کیا۔ راسی کروشن سلسلہ کی سپریم گرینڈ لاج کیلے فورنیا امریکہ کے ایک فاضل ڈاکٹر ہیچ یوس سپنسر نے ایک کتاب مسیح کی پُراسرار زندگی میں مسیح علیہ السلام کے ہند آنے اور ہندو جوگیوں کی مریدی کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ آپ جگناتھ جی کی یاترا کے لئے بنارس گئے اور ہندوؤں کے کئی شعبدے اور عجیب و غریب کمالات سیکھے اور فلسطین چلے گئے۔[2] ان باتوں سے ان یہودیوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح ابن مریم معاذ اللہ جھوٹے مسیح اور نبی تھے اور ہندوؤں سے سیکھے ہوئے شعبدے دکھا کر یہودیوں کو ورغلانا چاہتے تھے۔ ایسے ہی دعوے مرزا صاحب کی بعض کتب خصوصاً ازالہ اوہام میں شعبدوں کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں جو یہودی کی خوشہ چینی ہے۔

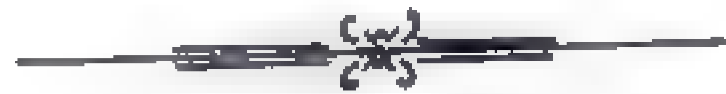
مرزا صاحب نے واقعہ صلیب کے بعد مسیح کی آمد ہند کے نظریے میں قبر مسیح کی پیوندکاری کی اور یوز آسف کو مسیح بنا ڈالا۔ بادشاہی عہد کی پندرھویں صدی کی ایک قبر جو محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں تھی مسیح علیہ السلام کی قبر قرار دیا۔[3] اور ان لغو باتوں کو خدا کی وحی بتایا۔ قادیانی نظریے کی غیر معقولیت کے بارے میں بہت سا مواد شائع ہو چکا ہے۔ خاص طور پر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے فاضل مقالہ نگار نے بوداسف و بلوہر کے زیر عنوان نہایت مبسوط بحث کے بعد ثابت کیا ہے کہ بوداسف، مہاتما بدھ کا نام تھا۔ اس سلسلے میں کئی قدیم دستاویزات اور مخطوطات مل چکے ہیں کہ جس قبر کے لئے بوداسف کا مزار کہا جاتا ہے

---

[1] خواجہ نذیر احمد: جیزس ان ہیون آن ارتھ لاہور [2] ڈاکٹر لیوس سپنسر: دی مسٹک لائف آف جیزس، امریکہ روسی کروشن سپریم، کیلے فورنیا ۱۹۲۰ [3] مفتی شاہ سعادت: تحقیق یوز آسف سرینگر ۱۹۶۳ [4] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، جلد اول، لندن زیر لفظ بوداسف

یہ سفیر مصر کی قبر ہے جو کشمیری بادشاہ زین العابدین کے عہد پندرھویں صدی عیسوی میں کشمیر آیا۔ اور وفات کے بعد خانیار میں دفن ہوا۔ مزید تاریخی شواہد کے لئے ماہنامہ البلاغ کراچی بابت ماہ دسمبر ۱۹۷۳ء ملاحظہ فرمائیں۔

قبر مسیح کے الہامی دعوے کی زبردست تردید نے مرزا صاحب کے مسیلمہ کذاب کے حقیقی جانشین ہونے پر ایسی مہر ثبت کر دی ہے جو کسی قادیانی سے نہیں توڑی جا سکتی۔



فصلِ سوم

سامراجی صیہونی آلۂ کار

اسلامی ممالک میں سازشیں

سامراجی صیہونی طاقتوں کی ایما پر مرزا غلام احمد اور ان کے حواریوں نے جو گوناگوں سازشیں کیں ان کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ سرِدست وہ واقعات جن سے تحریک قادیانیت کے اسلام دشمن اور یہود نواز کردار کی وضاحت ہو سکے۔

بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت ترکی کی حکومت تھی جس کو یہودی سامراجی طاقتوں کی مدد سے تباہ کر کے فلسطین پر متصرف ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے[1]۔ مرزا صاحب نے صیہونی پالیسی کے عین مطابق ترکوں کے خلاف مذموم پروپیگنڈے کا آغاز کیا۔ اس شرمناک واقعے کو بیان کرنے سے پہلے ہم اسلامی ممالک کے بارے میں قادیانی نقطۂ نظر کو پیش کرتے ہیں جس سے ان کے ملوکی خیالات کی وضاحت ہوتی ہے۔ ایک اشتہار میں آپ فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی محسن ہے اس کی اطاعت فرض ہے اس بات کو میں (مرزا صاحب) سولہ برس سے بیان کرتا چلا آ رہا ہوں اگرچہ بعض جاہل مولوی میری ان تحریرات سے ناراض ہیں اور علاوہ اور وجوہ کے مجھے اس وجہ سے بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ آگے ان کا مافی الضمیر ان ہی کے الفاظ میں سنئے:۔

"چونکہ میں نے دیکھا کہ بلادِ اسلامی روم اور مصر وغیرہ کے لوگ ہمارے واقعات سے مفصل طور پر آگاہ نہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور اس کے عدل اور رحم سے فائدہ اٹھایا وہ اس سے بے خبر ہیں۔ میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلادِ شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کیے اور ان میں اس گورنمنٹ کی تمام اوصافِ حمیدہ درج کیے۔ اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ

---

[1] یہودی ریشہ دوانیوں اور ترکی حکومت کے خلاف ان کے عزائم کے لیے یہودی مصنف لیون یورس کی تالیف ایکسوڈس، نیویارک، صفحات ۲۱۸ تا ۲۲۵ ملاحظہ فرمائیے۔

اس گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزار ہا روپیہ خرچ کرکے وہ کتابیں مفت تقسیم

کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلاد شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور

بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے۔ اور اس طرح مصر میں بھی

کتابیں بھیجیں اور یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔ شاید اس جگہ ایک نادان سوال

کرے گا کہ اس قدر خیر خواہی غیر ممکن ہے کہ ہزار ہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کرکے اس گورنمنٹ کی خوبیوں

کو تمام ملکوں میں پھیلایا جائے لیکن ایک عقلمند آدمی جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک

شریف اور ایماندار آدمی اس سے تمتع اٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق اور محبت کے رنگ میں ایک

جوش پیدا ہوتا ہے تا کہ اس احسان کا معاوضہ دے ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا پس مجھے طبعی

جوش نے ان کارروائیوں کے لئے مجبور کیا"

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ آپ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خادم ہیں دو زبردست ثبوت پیش

کرتے ہوئے مرزا صاحب اسی اشتہار میں لکھتے ہیں :-

(اوّل) یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر

زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔

(دوم) دوسری کارروائی یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی و فارسی تالیف کرکے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں جن میں برابر یہی تاکید

اور یہی مضمون ہے پس اگر کوئی بداندیش یہ خیال کرے کہ سولہ برس کی کارروائی میری کسی نفاق پر مبنی ہے

تو اس بدخواہ کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی، روم اور شام اور مصر اور مکہ اور مدینہ

وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ انگریزی کی خوبیاں کی گئیں ہیں وہ کارروائی

کیونکر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے کیا ان ملکوں کے باشندوں سے بجز کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع

تھی کیا سول ملٹری گزٹ کے پاس کسی ایسے خیر خواہ گورنمنٹ کی کوئی اور نظیر ہے ؟ لے

مرزا صاحب نے سامراجی اور یہودی آقاؤں سے مالی مدد حاصل کی اور ان کے کارکنوں کی معرفت جنہیں

لے تبلیغ رسالت جلد سوم، مولفہ میر قاسم علی، قادیان ص ۱۹۸

وہ شریف مربے کہتے ہیں اسلامی ممالک کی سالمیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مواد روانہ کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انیسویں صدی کے وسط سے اسلامی ممالک افغانستان، خلیج فارس وغیرہ میں ایک منظم گروہ برطانوی اقتدار کے قیام کی سازش میں ملوث تھا۔ اس حقیقت کی تفصیل بدنام زمانہ برطانوی جاسوس لارنس آف عریبیا کی خفیہ زندگی کے حالات نامی کتاب کے مولفین نے بڑی خوش اسلوبی سے بیان کی ہے لکھتے ہیں:-

"حقیقت یہ ہے کہ برطانوی ایمپائر کے قیام و استحکام کے لئے افغانستان۔ ایران، عراق، شام اور خلیج فارس میں برطانوی آلہ کاروں، جاسوسوں اور انٹلی جنس افسروں کا ایک نہایت منظم گروہ سرگرم سازش تھا جو بظاہر قونصل، سیاح، تاجر، ماہرین آثار قدیمہ کا روپ دھارے تھے۔ لیکن حقیقت میں خفیہ طور پر برطانوی فوج، بحریہ، انڈیا آفس، فارن آفس اور انٹلی جنس سروس کے ایجنٹ تھے۔ وہ خفیہ سیاسی معلومات حاصل کرتے، جاسوسی کرتے ان علاقوں کے سرکردہ افراد سے رابطہ اور مراسم پیدا کرکے قبائل کو اپنے زیر اثر لاتے لارنس آف عریبیا جس نے برطانوی ایمپائر کے لئے کام کیا اسی گروہ کا ایک فرد تھا۔"[1]

ہندوستان میں قادیان کو یہ شہرت حاصل ہے کہ وہ سامراج اور یہود کے لئے تخریب کاری اور سازشوں کو پروان چڑھانے کے مرکز کی حیثیت حاصل کر چکا تھا جہاں سے اسلامی ممالک کی سالمیت اور بقا کے خلاف تیار ہونے والا لٹریچر ان ممالک میں روانہ کیا جاتا۔ سوڈان میں مہدی کی خلافت کے خلاف سازش کے لئے غلام نبی نامی قادیانی کو مصر بھجوایا گیا جو قاہرہ انٹلی جنس کی معرفت کام کرتا رہا۔ ایسے ہی عراق میں ترکی حکومت کے اقتدار کے خلاف عبداللہ نامی عرب کو قادیان سے روانہ کیا گیا جو گرفتار کر لیا گیا۔ اور بقول ولی اللہ شاہ قادیانی اس کے بارے میں متعلقہ امور کی تفتیش گورنمنٹ ہند کے ذریعہ قادیان آئی۔[2] وسط ایشیا میں زار روس کے خلاف برطانوی انٹلی جنس کے آلہ کاروں میں پنڈت من پھول، پنڈت موہن لال مولوی نسیم، دیوان سنگھ وغیرہ کے نام ملتے ہیں[3] مشہور نقاد محمد حسین آزاد بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ مرزا صاحب نے وسط ایشیا میں مسیح کی مبینہ آمد کی تحقیقات کرنے کی آڑ میں اکتوبر ۱۸۹۹ء میں تین قادیانی

---

[1] فلپ نائٹ لی اینڈ کولن سمپسن، دی سیکرٹ لائیوز آف لارنس آف عریبیا، لندن ۱۹۶۹ء صہ ۵۰

[2] ولی اللہ شاہ، ذکر حبیب سیریز

[3] ووندرا کوشک۔ سنٹرل ایشیا ان ماڈرن ٹائمز ماسکو ۱۹۷۰ء صہ ۱۰۴

مولوی قطب دین، میاں جمال دین اور مرزا خدا بخشؓ (مولف عسل مصفیٰ جو بعد میں لاہوری جماعت سے جا ملے) سامراج کی خدمت کا فریضہ انجام دینے کے لئے جاسوسی مشن پر روانہ کئے۔

کابل میں جاسوسی

کابل ہمیشہ ہی سے ان حریت پسندوں کا مرکز رہا ہے جنہوں نے غیر ملکی تسلط کے خلاف پے در پے تحریکیں چلائیں ۱۸۷۸ء میں امیر افغانستان شیر علی نے برطانوی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روس سے تعلقات بڑھائے۔ وائسرائے لارڈ لٹن نے خان آف قلات سے معاہدہ کر کے قندھار پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ امیر افغانستان روس فرار ہو گئے اور ان کے بھائی یعقوب نے صلح کا معاہدہ کر لیا۔ اور برطانوی ریذیڈنٹ افغانستان میں رہنے لگا لیکن جلد ہی حریت پسندوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور برطانوی ریذیڈنٹ کو قتل کر دیا۔ صورت حال مزید خراب ہونے کے ڈر سے انگریز نے افغانستان کا محاصرہ کر لیا۔ امیر یعقوب معزول کر دیئے گئے دریں اثنا لارڈ لٹن کی جگہ لارڈ رپن کا بطور وائسرائے تقرر ہوا۔ انگریز نے عبدالرحمن کو نیا امیر تسلیم کر لیا۔ لیکن حریت پسندوں کی سرگرمیوں میں کمی واقع نہ ہوئی۔ ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن نے شمال مغربی سرحدی صوبہ تشکیل دیا۔ اور ڈیورنڈ لائن کے ذریعے سرحدوں کا تعین کیا۔ ۱۹۰۱ء میں امیر عبدالرحمن کے بعد ان کا بیٹا حبیب اللہ خان امیر بنا۔ [2]

برطانوی سامراج کی افغانستان پالیسی کے مختلف ادوار کے صحیح مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ انگریز نے نام نہاد روسی خطرے کے پیش نظر افغانستان میں اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اس کے لئے اس نے افغانستان کے اندر اپنے آلہ کاروں کا ایک ایسا منظم گروہ تیار کرنے کی کوشش کی جو حریت پسندوں کی سرگرمیوں پر اطلاع رکھ سکے۔ اور انگریز کی مخبری کا فریضہ انجام دے سکے۔ قادیانی تحریک کے خلاف مسلمانوں کے رد عمل اور اس کے سامراج نواز طرز عمل کے پیش نظر پنجاب انٹلی جنس نے لفٹیننٹ گورنر پنجاب میکورتھ ینگ کو تجویز پیش کی کہ افغانستان میں اس تحریک کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ برطانیہ مخالف جذبات کی شدت کو کم کیا جائے اور مختلف قبائل کو آپس میں لڑایا جا سکے۔

---

[1] ملفوظات جلد اول۔ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ ۱۹۶۰ء ص ۳۳۴

[2] فریزر ٹیلر۔ افغانستان

پولیٹیکل کمشنر سرحد سر ہیرلڈ ڈین نے اس تجویز پر صاد کیا اور برطانوی سامراج کے ایک قدیمی اور خفیہ آلۂ کار مولوی عبداللطیف کو ہندستان بلوایا گیا جو کابل دربار میں اچھی رسائی رکھتے تھے۔ مولوی صاحب حج کے بہانے ہندستان آئے اور قادیان پہنچ گئے انہوں نے مرزا صاحب کے دعاوی پر ایمان لانے کا ڈھونگ رچادیا۔ قادیان سے کئی افغان آلۂ کاروں سے رابطہ قائم کیا اور اپنے ایک مرید مولوی عبدالرحمٰن کے ذریعے فضا ساز گار بنانے کی کوشش کی۔ کابل میں احمد نور نامی شخص بہت پہلے سے برطانوی سامراج کے لئے کام کر رہا تھا اس نے بعد میں نبوت کا دعویٰ بھی کیا۔ امیر کابل کو مولوی لطیف کی سرگرمیوں کی اطلاع تھی۔ لیکن انہوں نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا جب یہ قادیانی جاسوس تخریب کاری کے پروگرام کی تکمیل کے لئے جولائی ۱۹۰۳ء کو افغانستان پہنچا اور علم جہاد تبلیغ کی تیاری کرنے لگا۔ تو امیر کابل نے اسے گرفتار کر کے مذہبی عدالت میں پیش کیا جہاں مرتد ثابت ہوا اور سنگسار کر دیا گیا۔

مولوی محمد علی رسالہ ریویو قادیان میں اس واقعے کے متعلق روشنی ڈالتے ہوئے مولوی لطیف کی سنگساری کی وجہ بیان کرتے ہیں:۔

"صاحب زادہ عبداللطیف" قادیان میں حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ اقامت کر کے جب اپنے ملک میں واپس پہنچے تو بڑے بڑے عمائد کابل کو اس پاک سلسلہ کی تبلیغ کی۔ اب ان عقائد میں سے جو سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات میں سے ہیں سب سے ضروری عقیدہ خونی مہدی اور جہاد کا انکار ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مسیح موعود کے دعوے کی یہی بنیاد ہے۔ امیر افغانستان کو مروجہ عقیدہ جہاد سے یہ علیحدگی باعث خطر معلوم ہوتی۔ افغانستان میں قومی وحدت زیادہ تر تعلیم مسئلہ جہاد کی بنا پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ خونی مہدی کے عقیدے کو معمولی مذہبی اختلاف سے سوا اور گورنمنٹ کی خاطر مضر خیال کر کے امیر نے ... صاحب زادہ کو سنگسار کرا دیا"[1]

اس واقعے کو مرزا صاحب نے افغان حکومت کی سیاسی اور مذہبی پالیسی پر کڑی تنقید کا ذریعہ بنایا اور اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں برطانوی سامراج کی حکومت کو تمام اسلامی حکومتوں سے بہتر اور فضل خداوندی قرار دیا۔

---

[1] ریویو آف ریلیجنز قادیان۔ مارچ ۱۹۰۵ء

ترکی حکومت کے خلاف پروپیگنڈا

برطانوی سامراج اور یہودی آقاؤں کے ایماء پر مرزا صاحب نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کو جس کے حکمران کو خلیفہ قرار دیا جاتا تھا مذموم پروپیگنڈہ کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ اور بالکل انہی خطوط پر سازش کی جا رہی تھی جن پر یہودی کام کر رہے تھے۔ ہرزل نے صیہونی تحریک (۱۸۹۷ء) کے آغاز کے بعد حرمین شریفین کے محافظ خلیفہ ترکی عبدالحمید کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ یہود کو فلسطین میں آباد کاری کی اجازت دی جائے اور اس کے عوض ایک کثیر مالی امداد کی پیش کش کی۔ تاکہ خلیفہ ترکی اپنی گرتی ہوئی مالی ساکھ کو سنبھالا دے سکے لیکن آپ نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا[1] جس کے بعد یہودیوں نے ترکی کی تباہی کی مہم تیز تر کر دی۔ اور سامراج سے اپیل کی کہ وہ اس حکومت کو ختم کر کے فلسطین میں ان کی حکومت کے قیام میں مدد دے۔

ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے پہلے سیاسی غدار تھے جنہوں نے ترکوں کے خلاف مذموم مہم کا آغاز کر رکھا تھا وہ اس سلطنت کی تباہی کو اپنے دعویٰ مسیح موعود کی بنیاد قرار دیتے تھے اور اعلان کر رہے تھے کہ خلافت جلد ختم ہو جائے گی۔ اپنی تصنیف "نشان آسمانی" (۱۸۹۲ء) میں لکھتے ہیں:-

"مسیح کے ظہور کے بعد ترکی سلطنت کو شکست ہو جائے گی ...... اور عرب کے بعض حصوں میں نئی سلطنت کے لئے کچھ تدبیریں کرتے ہوں گے اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں گے۔ یہ علامات مہدی معہود اور مسیح موعود کی ہیں جس کو سوچنا ہے سوچے"[2]

تحریک صیہونیت کے آغاز (۱۸۹۷ء) کے بعد یہودیوں نے ترکی حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ تیز کر دیا تھا[3] قادیان کے صیہونی مسیح موعود اگرچہ کئی سال سے یہود کے لئے کام کر رہے تھے لیکن ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کے بعد انہوں نے اس شرمناک کارروائی میں اضافہ کر دیا۔ مئی ۱۸۹۷ء میں ترک قونصل متعینہ کراچی لاہور تشریف لائے۔ مسلمانوں نے انہیں ترکی خلیفہ کا نمائندہ قرار دیتے ہوئے ان کا شاندار استقبال کیا جلوس نکالا اور دل کھول کر ان کی پذیرائی کی۔

ا؎ نکی تاءو، دی سٹیٹ آف اسرائیل، ماسکو ص۱۱ ۲؎ مرزا غلام احمد، نشان آسمانی، ربوہ ص۲

۳؎ سیسل روتھ، جیوش انسائیکلو پیڈیا، لندن ۱۹۶۶ء ترکی

ان کے طرزِ عمل سے انگریز کے خلاف نفرت کے جذبات عیاں تھے۔ لاہور کی قادیانی جماعت نے ترک سفیر کو مرزا غلام احمد سے ملاقات کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ عام مسلمان اس بات پر خوش تھے کہ ان کے سمجھانے سے شاید مرزا صاحب راہ راست پر آجائیں گے۔ مرزا صاحب نے انگریز کی ایماء پر بات چیت کا آغاز کیا اور انگریز کی حمایت اور ترکوں کی مخالفت میں ایسی سرگرمی دکھائی کہ سفیر مذکور ششدر رہ گئے۔ اس پر ان کے دعوے مستزاد تھے۔ سفیر مذکور کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص مسلمانوں کا ازلی دشمن اور برطانوی سامراج کا پٹھو ہے۔ مذاکرات ختم ہونے کے بعد لوگوں کو نتائج معلوم کرنے کی بڑی چاہ تھی۔ اخبار "ناظم الہند" لاہور نے سفیر ترکی کو ایک خط لکھ کر حقیقت حال معلوم کی۔ اس کے جواب میں آپ نے بتایا کہ مرزا جہالت و فریب کاری کی مجسم تصویر ہے اور اس سلسلے میں مزید کچھ کہنا عبث ہے۔ یہ خط جب چھپا تو مسلمانوں نے مرزا صاحب کو خوب لعن طعن کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کا خبثِ باطن لوگوں کے سامنے آگیا۔ ایک اشتہار میں آپ نے اس ملاقات کے متعلق لکھا:-

"میرے نزدیک واجب التنظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے یہ آسمانی کارروائی کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میرے نزدیک ان چال چلن کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر مذکور کو اپنی بدقسمتی سے بہت بری معلوم ہوئیں۔ میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے۔ اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسانی کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے"۔[1]

اس واقعے کے بعد مرزا صاحب نے اپنی وفات تک (۱۹۰۸ء) بارہ سال کے عرصے میں نہایت شد و مد کے ساتھ ترکی خلافت کے خلاف زہر اگلا۔ ہندوستان کے مسلم پریس نے مرزا صاحب کی ترک دشمن اور انگریز نواز مہم کا سختی سے نوٹس لیا۔ روزنامہ سراج الاخبار، جہلم نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا:-

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ہشتم۔ مولفہ میر قاسم علی قادیانی ص

"مرزائے قادیاں کے جھوٹے دعوے اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت اس کی توہین آمیز تحریریں اور مدت سے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کا باعث ہو رہی تھیں مگر اب کی مرتبہ جو اس نے ۲۴ مئی کو ایک اشتہار "حسین کامی سفیر سلطان روم" کے عنوان سے شائع کیا ہے اس سے تو ہندوستان کے ہر طبقے کے مسلمانوں کو انتہا درجہ کا قلق ہوا ہے اس اعلان سے صریحاً ثابت ہو گیا ہے کہ یہ شخص صرف علماء امت ہی کا دشمن نہیں بلکہ ملت اسلام اور روئے زمین کے مسلمانوں کا جانی دشمن ہے اور جس طرح انگلستان میں گلیڈسٹون اسلام اور ترکی سلطنت کا مخالف ہے اسی طرح ہندوستان میں یہ شخص اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہے حیف ہے کہ وہ خلیفۃ المسلمین جو روئے زمین کے مسلمانوں کا واجب الاحترام مقتدیٰ ہے اور جو حرمین شریفین کا محافظ ہے اس کی نسبت گلیڈسٹون کا یہ بے باک مقلد ایسی ہی دریدہ دہنی کرتا ہے۔

اخبار بین حضرات جانتے ہیں کہ مرزا قادیان نے جو کچھ لکھا ہے یہ وہی ہے جو گلیڈسٹون اور اس کے یورپین پیرو ترکی سلطنت کی نسبت بکا کرتے ہیں۔ قادیان کے اس قول سے کہ "میں نے سفیر کو یہ بھی کہا ہے کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ" ثابت ہوتا ہے کہ اس کا الہام کرنے والا خدا بھی صرف بے چارے مسلمانوں ہی کا دشمن ہے ان کے خون کا پیاسا ہے اور جو لوگ دین اسلام کے دشمن اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں ان سے خوش ہے اور انہی کو دنیا میں قادیانی اور اس کے گروہ کے ساتھ باقی رکھنے کے لئے منتخب کیا ہے۔[1]

اسلامی ممالک کے خلاف مرزا صاحب نے نہایت گھٹیا انداز سے پروپیگنڈا کیا۔ لیکن انگریزی حکومت کی ترقی اور سالمیت کے لئے الہامات شائع کئے۔ کبھی یہ کہا کہ خدا کی وحی میں مجھے انگریزی سلطنت کا تعویذ کہا گیا ہے۔[2] اور کبھی یہ الہام بیان کیا کہ آپ (مرزا غلام احمد) کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا اسی طرف خدا تعالیٰ تھا جو آپ کے تھے۔ آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک ذرہ بھر غم نہیں ہوتا۔[3] یعنی انگریز آپ کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتا تھا اور آپ کی توجہ اور برکت کی وجہ سے خدا انگریز کے ساتھ ہے اور اس کے سامراجی تسلط اور جبر و ظلم اور بربریت اور استحصال پر خوش اور مسلمانوں کی تباہی پر راضی ہے۔

۱؎ مولانا ابو القاسم دلاوری، رئیس قادیان - لاہور ۲؎ مرزا غلام احمد، نور الحق، قادیان

۳؎ مرزا غلام احمد کی وحی تذکرہ، ربوہ

اپنی وفات سے ایک سال قبل ۱۹۰۷ء میں آپ نے "اپنی جماعت کے لئے ضروری نصیحت" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں اسلامی ممالک کے بارے میں قادیانی عزائم کی واضح جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے (کانگریس مسلم لیگ کی آزادی کی تحریکات کی طرف اشارہ ہے — مؤلف) گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں اور جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً ۲۶ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے ان کی ظل حمایت میں ہمارا فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لئے چن لیا تا کہ یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے اور ترقی کرے کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عملداری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ میں ہی میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو نہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ تم سن چکے ہو کہ کس طرح صاحب زادہ عبداللطیف جو ریاست کابل کے ایک معزز بزرگ اور نامور رئیس تھے۔ جن کے مرید پچاس ہزار کے قریب تھے وہ جب میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اسی قصور سے کہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے امیر حبیب اللہ خان نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کرادیا پس کیا تمہیں کچھ توقع ہے کہ تمہیں اسلامی سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتووں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔"

آپ مزید رقم طراز ہیں:-

"یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے

ایسی سلطنت کا بعلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں نابود کر دیگی۔ اور یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو اور تمہیں قتل کرنا اور تمہارا مال لوٹ لینا اور تمہاری بیویوں پر جبر کر کے اپنے نکاح میں لے آنا اور تمہاری میت کی توہین کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا کام ہے سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا اور کسی سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو۔[1]

صیہونی آلہ کار

خدا نے مرزا غلام احمد کی برطانوی سامراج اور صیہونی تحریک کاروں کے آلہ کار ہونے کے ثبوت میں ایک ایسی زبردست شہادت مہیا کر دی ہے جس کے بعد کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ ہم نے بتایا کہ ہرزل نے تحریک صیہونیت کی بنیاد رکھ کر اعلان کیا کہ اس نے فلسطین میں یہودی ریاست قائم کر دی ہے۔ ترکی خلیفہ سے یہود کی آبادکاری کے سلسلے میں لین دین میں ناکامی کے بعد ۱۹۰۲ء میں اس نے برطانوی سیکرٹری نوآبادیات جوزف چیمبرلین سے رابطہ قائم کیا اس نے تجویز پیش کی

---

[1] تبلیغ رسالت جلد دہم صہ ۱۲۳۔ اشتہار مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء

یہودی یوگنڈا میں ایک ریاست قائم کریں۔ یہودی رہنما ویزمان اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ بعض یہودی تاجر اس سکیم کے حق میں تھے لیکن یہودیوں کی بھاری اکثریت آبائی وطن اور اجداد کی سرزمین کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سکیم کے سخت مخالف تھی۔[۱]

چھٹی عالم صیہونی کانگرس ۱۹۰۳ء نے یوگنڈا سکیم اور ایسی تمام سکیمیں جن کے تحت امریکہ، کینیڈا، ارجنٹائن، آسٹریلیا، انگولا وغیرہ میں یہودی ریاست قائم کی جانے کی تجاویز زیر بحث تھیں یکسر مسترد کر دیں۔ البتہ علاقائی تحریک (Territorial Movement) کے بعض علمبردار جن کا سرخیل اسرائیل زینگول تھا یوگنڈا سکیم کے حامی تھے۔ اسی طرح علاقائی تحریک کا ایک اور علمبردار جان الیگزینڈر ڈوئی تھا۔ جو آسٹریلیا کا باشندہ تھا اور روحانی معالج ہونے کا مدعی تھا۔ اس نے کرسچن اپاسٹولک چرچ میں صیہونیت کی بنیاد رکھی[۲] اور شکاگو (امریکہ) میں ۱۸۹۶ء کے لگ بھگ یہودی شہر صیہون بسانا شروع کیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس جدید شہر سے وہ ایک تحصیل ہی کو نہیں، ایک ریاست، ایک قوم، ایک براعظم، ایک نصف کرہ بلکہ ساری دنیا کو کنٹرول کرے گا۔[۳] ڈوئی صیہون شہر کا جنرل اوورسیر تھا اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ یہودی مسند کے ذریعہ نبی ملاکی کا حواری ہے۔ ۱۹۰۱ء میں جب قادیان میں مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ڈوئی نے امریکہ میں ایلیاہ نبی ہونے کا دعویٰ کیا جو یہودی تعلیمات کے مطابق مسیح موعود سے قبل ظاہر ہو گا۔ ڈوئی کے صیہون میں پانچ ہزار لوگ مختلف ممالک سے آ کے بس گئے۔ شہر میں نہ تو کوئی تھیٹر تھا اور نہ تاپ گھر، سگریٹ، شراب اور سور کے استعمال پر سخت سزائیں دی جاتیں۔ ڈوئی نے جلد ہی اتنا رسوخ پیدا کر لیا کہ صیہونیت کے علمبرداروں کو خطرہ لاحق ہوا کہ یہ شخص امریکہ میں ہی ایک متوازی یہودی ریاست قائم نہ کر دے اور فلسطین میں ریاست کے قیام کی تجویز پر برا اثر پڑے۔ صیہونیوں نے ڈوئی کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے اس کی سکیم اور شخصیت کے متعلق پروپیگنڈا شروع کیا۔ اور اس کے ایک معتمد ولبر گلین وولوا کے ذریعے ایک سازش کرا کے ۱۹۰۵ء میں اسے صیہون کے جنرل اوورسیر کے عہدے سے معزول کرا دیا اس پر تعدد ازدواج اور فنڈز کے غلط استعمال کے الزامات لگائے گئے۔ اپریل ۱۹۰۶ء میں ولبر گلین صیہون پر

۱۔ نئی آئی نا۔ صہ ۲۲
۲۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا، زیر لفظ ڈوئی
۳۔ جلال الدین شمس۔ صداقت حضرت مسیح موعود، ربوہ صہ ۹۲

کا جنون ہو گیا مارچ ۱۹۰۷ء میں ڈوئی نے وفات پائی۔[1]

ڈوئی کی تحریک کو بے تاثر کرنے کے لئے یہودیوں نے قادیان کے نبی کی پیٹھ ٹھونکی۔ انہوں نے ۱۹۰۲ء میں ڈوئی کو روحانی مقابلہ کا چیلنج دیا تاکہ وہ اپنی توانائیاں ان سے مقابلہ میں ضائع کر دے۔ اور اپنی سکیم کو پورا نہ کر سکے۔ لیکن اس نے رسید تک نہ دی البتہ یہودی پریس نے مرزائی مقابلہ کو خوب اچھالا۔ ۱۹۰۳ء میں اس کو دوبارہ دعوت مقابلہ دی گئی جسے یہودیوں نے امریکہ کے ۳۲ کثیر الاشاعت اخبارات میں شائع کرایا[2] اور ڈوئی کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔ وہ اس بحث سے عمداً گریز کرتا تھا وہ مرزائی چیلنج کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا لیکن یہود نواز پریس اور صیہونی اس مقابلے سے لوگوں کو یہ تاثر دے رہے تھے کہ ڈوئی یہودی ریاست قائم کرنے میں مخلص نہیں۔ اور وہ ایک محمدی مسیح کے مقابلہ کے لئے تیار نہیں اور دعویٰ کرتا ہے کہ دنیا سے یہود کو اکٹھا کر کے مسلمان ریاستوں کو ختم کر دے گا۔ آخر کار جب وہ اپنی غلطیوں اور اپنے معتمد کی سازش کے باعث معزول ہو گیا اور مرزا صاحب کے مرنے سے ایک سال قبل ۱۹۰۷ء میں مر گیا۔ تو مرزا صاحب نے اسے اپنی نبوت کے ثبوت میں بطور نشان پیش کیا لیکن ان کی اصل خدمت یہ تھی کہ انہوں نے ایک علاقائی تحریک کو ناکام بنانے اور اس کے سربراہ کو بدنام کرنے میں تحریک صیہونیت کو اپنے مخصوص مذہبی ہتھکنڈوں کے ذریعے زبردست مدد پہنچائی۔ مذہبی بنیادوں پر اٹھائی گئی یہود کی علاقائی تحریک کو مذہبی ہتھیاروں سے ناکام بنایا اور عالمی صیہونی تحریک کے اصل مقصد یعنی ترکی خلافت کو ختم کر کے فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کی تحریک میں بلا واسطہ امداد فراہم کی۔[3]

ان "خدمات جلیلہ" کے نتیجے میں پنجاب کے فنانشل کمشنر مسٹر ولسن اور گورداسپور کے یہود نواز ڈپٹی کمشنر سی۔ ایم کنگ بنفس نفیس قادیان گئے۔ تخلیہ میں بات چیت ہوئی۔ اخبار الحکم قادیان نے خیر مقدم نمبر

---

[1] ڈوئی کی زندگی اور تحریک کے بارے میں تفصیلی حالات ڈکشنری آف امریکن بیاگرافی مرتب ایلن جانسن اینڈ ڈوما، نیویارک ۱۹۵۹ء صفحہ ۴۹۲ اور ویبسٹرز بیاگرافیکل ڈکشنری، امریکہ ۱۹۶۲ء میں ملاحظہ فرمائیے۔ [2] مرزا غلام احمد کی تالیف حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء میں ان اخبارات کے نام اور مقابلے کی تفصیلات درج ہیں [3] اس سلسلے کی مزید بحث کے لئے ملاحظہ فرمائیے ماہنامہ البلاغ کراچی۔ اپریل ۱۹۷۰ء

نکال کر قادیانی جماعت کی طرف سے سرکار انگریزی کو بھرپور حمایت کا یقین دلایا اور گورنمنٹ انگلشیہ کے برکات و محاسن کو ممالک اسلامیہ میں پھیلانے کے عہد کی تجدید کی۔ درون خانہ پخت و پز کے بعد سیاسی مناکحت کے نئے رشتے استوار ہوئے۔ اور مالی امداد کی نئی راہیں کھلیں۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو سامراج اور یہود کے سیاسی اجیر، وحدت اسلامی کے دشمن، انگریزوں کے پیغمبر، تکفیر اہل قبلہ کے داعی، مسیلمہ کے جانشین اور شاتم رسولؐ مرزائے قادیان نے ایک مکروہ علالت میں وفات پائی[1]



---

[1] الحکم قادیان ... جون ۱۹۰۸ء

فصل چہارم

حکیم نورالدین کا دور

۱۹۰۸ء ——— ۱۹۱۴ء

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد قادیانی تحریک کے روحِ رواں حکیم نورالدین بھیروی نے قادیان کی گدی سنبھالی۔ حکیم صاحب مہاراجہ کشمیر رنبیر سنگھ کے زمانے میں ۱۸۷۶ء کے لگ بھگ کشمیر دربار سے بطور طبیب وابستہ ہوئے۔ آپ دراصل برطانوی انٹیلی جنس کی طرف سے اس کام پر مامور تھے کہ مہاراجہ کشمیر کی روس سے ساز باز پر اطلاع رکھیں۔ رنبیر سنگھ روس کے ساتھ تعلقات بڑھانے کا خواہاں تھا کیونکہ اسے اس بات کا خدشہ تھا کہ انگریز اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے کسی وقت کشمیر پر قبضہ کر کے معاہدہ امرتسر (۱۸۴۶ء) کی دھجیاں بکھیر دے گا جس معاہدہ کی رو سے اسے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ رنبیر سنگھ نے برطانیہ کے خلاف روس کی امداد کے حصول کے لئے ۱۸۷۰ء میں چار افراد پر مشتمل ایک وفد ماسکو روانہ کیا دو افراد تو راستہ ہی میں برطانوی انٹیلی جنس کے ہاتھوں مارے گئے باقی دو افراد بچتے بچاتے تاشقند پہنچے۔ ان کے نام سرفراز خان اور عبدالرحمن تھے۔ زار روس سے بات چیت ہوئی لیکن وفد کو کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی۔[1] البتہ ایک رابطہ[2] قائم ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد رنبیر سنگھ نے بابا کرم پرکاش کو فانی

۱؎ ممتاز احسن، مسئلہ کشمیر، لاہور ۱۹۵۰ء

۲؎ دوغرا کوشک، سنٹرل ایشیا وان انڈین نائٹرز، ماسکو ۱۹۷۰ء۔ صفحہ ۱۰۴

سفیر کی حیثیت سے روس بھیجا لیکن زار اپنے داخلی مسائل میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ امداد دینے کی کوئی پختہ یقین دہانی نہ کرا سکا۔[1] ۱۸۸۵ء میں رنبیر سنگھ کے مرنے کے بعد پرتاپ سنگھ نے کشمیر کی گدی سنبھالی حکیم صاحب ان کے نفاذ اقتدار میں بھی بدستور انگریز کے لئے انٹیلی جنس کرتے رہے۔ پرتاپ سنگھ بھی روس سے تعلقات بڑھانے کا خواہاں تھا۔ حکیم صاحب نے مہاراجہ کے بھائیوں رام سنگھ اور امر سنگھ کو گانٹھ رکھا تھا ان کے ذریعہ بعض سیاسی معلومات حاصل کر کے انگریز کو پہنچائی جاتی تھیں۔ آخر کار مہاراجہ کی روس نواز سرگرمیوں پر اطلاع پا کر انگریز نے اس کے اختیارات سلب کر کے کشمیر کا نظم و نسق ایک کونسل کے سپرد کر دیا۔ اس سازش میں حکیم نورالدین کا گہرا ہاتھ تھا۔ کافی تگ و دو اور یقین دہانیوں کے بعد مہاراجہ کشمیر نے جب دوبارہ حکومت سنبھالی تو اس نے حکم دیا کہ حکیم نورالدین چوبیس گھنٹے کے اندر اندر سٹیٹ سے نکل جائے۔[2]

حکیم صاحب نے پہلے ہی مرزا صاحب سے رابطہ رکھا ہوا تھا۔ ۱۸۹۴ء میں آپ قادیان آگئے۔

جنگ بلقان

حکیم صاحب نے جب قادیان کی گدی سنبھالی اس وقت (۱۹۰۸ء) اسلامیان عالم خصوصاً ترکی حکومت کے خلاف سامراجی ریشہ دوانیاں جاری تھیں۔ استعماری طاقتوں نے ترکی مقبوضات میں قومیت کے فتنہ کو ابھارا اور داخلی انتشار کو ہوا دی۔ جس کے باعث بلقانی ریاستیں سربیا۔ مانٹی نیگرو۔ رومانیہ اور بلغاریہ ترکی سے الگ ہو گئیں۔ اور جزیرہ نمائے بلقان میں ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے خانہ جنگی شروع کر دی۔ ترکی زیادہ تر جرمنی سے اپنے تعلقات استوار کر رہا تھا۔ قیصر ولیم جرمنی بھی اپنے مقبوضات میں اضافہ کرنے کا متمنی تھا اس نے ترکی کو تجارتی مراعات دیں۔ اور قسطنطنیہ سے بغداد تک ریل کی پٹڑی بچھانے کی پیش کش کی۔ تاکہ خلیج فارس میں داخل ہو کر مشرق قریب اور مشرق بعید میں برطانوی اثر و نفوذ پر ضرب کاری لگا سکے۔ جرمنی کے خلاف برطانیہ۔ فرانس اور روس نے اتحاد ثلاثہ بنا رکھا تھا۔

حکومت ترکی کو بیرونی جارحیت اور سامراجی صیہونی ریشہ دوانیوں کے ساتھ ساتھ بہت سے

---

[1] ووندرا کوشنک۔ سنٹرل ایشیا ان ماڈرن ٹائمز۔ ماسکو ۱۹۷۰ء صہ ۱۰۶

[2] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صہ ۳۹۴

داخلی مسائل بھی درپیش تھے۔ ۱۹۰۸ء میں نوجوان ترکوں (ینگ ٹرکس) نے فوجی بغاوت کر دی۔ سلطان عبدالحمید کو معزول کر کے محمد خامس کو سلطان مقرر کر دیا گیا انقلاب کی افراتفری سے فائدہ اٹھا کر آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزی گووینا کی ریاستوں کا الحاق کر لیا۔ ۱۹۱۲ء میں ترکی کی بلقانی ریاستوں سے باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ ترکی سلطنت کی حمایت میں ہندوستان کے مسلمانوں نے زبردست تحریک چلائی۔ انہیں عثمانی حکومت اور اس کے خلیفہ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اخبار الہلال اور مولانا ظفر علی خاں نے اخبار زمیندار کے ذریعہ مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی۔ علی گڑھ کے طلباء نے ترک مجروحین کی امداد کے لئے چندے جمع کئے۔ لیکن اس نازک دور میں قادیانیوں نے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ترکوں کے خلاف زہر اگلا۔ ترکوں کو جب جنگ بلقان میں ہزیمت اٹھانا پڑی تو قادیانیوں کو مرزا غلام احمد کی پیش گوئیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے اور ترک مخالف پروپیگنڈا کرنے کا موقع میسر آ گیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ بلقان کی جنگ کی نسبت مرزا صاحب کے ان الہامات میں پہلے سے خبر موجود ہے جو قادیانی پرچے ریویو آف ریلیجنز جنوری ۱۹۰۴ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس وحی کی رو سے "ترک اپنے پاس کے علاقہ میں مغلوب ہوں گے اور اپنے مغلوب ہونے کے بعد جلد پھر غالب ہو جائیں گے۔ چنانچہ قسطنطنیہ جو ترکوں کا دارالخلافہ ہے اس کے پاس ہی بلقانی طاقتوں سے ترکوں کو شکست ہوئی۔ اور فوراً ہی ان کی آپس کی خانہ جنگی کے باعث ترکوں کو ایڈریانوپل کی فتح عظیم حاصل ہوئی جس سے پیش گوئی کے دونوں پہلو خارق عادت طور پر پورے ہوئے ہیں۔"[1]

لندن میں حکیم نورالدین نے خواجہ کمال الدین کو روانہ کر رکھا تھا۔ جو برطانوی فارن آفس اور عالمی صیہونی تنظیم (WZO) کے یہودی اراکین سے ساز باز رکھتے تھے۔ آپ ووکنگ مشن کے انچارج تھے۔ جو استعمار کا سیاسی اڈہ تھا۔ خواجہ صاحب لندن میں پریکٹس کرتے تھے۔ اور تبلیغ سے ان کو کچھ تعلق نہ تھا۔[2] آپ نے لندن میں ایک پمفلٹ شائع کرایا۔ جس میں بقول مؤلف تاریخ احمدیت لکھا کہ۔ ترکی حکومت کی تباہی کی پیش گوئی پوری ہو گئی ہے۔ احمد نبی نے نو سال پہلے یہ سب کچھ بتا دیا

---

[1] مرزا محمود احمد، زندہ خدا کے زبردست نشان، قادیان۔ اپریل ۱۹۱۳ء ص ۳۵ [2] ملاحظہ فرمائیں میاں سر فضل حسین کی تقریر مندرجہ دی ریویو آف لندن اکتوبر ۱۹۲۷ء بحوالہ الفضل ربوہ۔ یکم ستمبر ۱۹۵۷ء

تھا۔ یورپی یہودیوں نے قادیانی تحریک اور احمد نبی کی پیش گوئی میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ لندن میں کسی ہندوستانی کی ترکوں کی مخالفت میں اٹھائی جانے والی یہ پہلی آواز تھی۔

مرزا محمود کا سفر حجاز

ترکوں کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیاں برطانوی سامراج کا ایک معمول بن چکی تھیں۔ کئی یہودی ہندوستان سے مشرق وسطیٰ گئے تاکہ ان سازشوں کو پروان چڑھا سکیں۔ ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ ایک یہودی ماہر آثار قدیمہ ہوگو ہتھ کی سرپرستی اور ایماء پر ٹی۔ ای۔ لارنس نے عربوں کو ترکوں کے خلاف صف آرا کرنے کی سازش کی[1] برطانوی انٹیلی جنس کے علاوہ یہودی تخریب کار لارنس آف عریبیا کے پشت پناہ تھے۔ ان تمام سرگرمیوں کا مرکز قاہرہ تھا۔ مصر پر انگریز کا قبضہ ہونے کے باعث اس علاقے کو بطور بیس استعمال کیا گیا۔

یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ قادیان میں مبلغوں کے روپ میں برطانوی انٹیلی جنس کے کارندے موجود رہتے تھے جن کو انڈیا آفس مشرق وسطیٰ روانہ کرتا۔ ان "شریف عربوں" میں عراق کے ایک شخص عبدالحئی عرب تھے جنہیں حکیم صاحب نے برطانوی انٹیلی جنس کے مشورے سے بلاد عربیہ بھیجا۔ اس سیاسی مشن میں نورالدین نے ان کے ہمراہ اپنے مرشد زادے مرزا محمود احمد اور ان کے نانا میر ناصر نواب کو بھجوایا۔ قادیانی طائفہ پہلے حجاز پہنچا۔ وہاں ایک مکان کرائے پر لیا اور قادیان سے نیم مذہبی نیم سیاسی لٹریچر ساتھ لے کر گئے تھے۔ اسے تقسیم کرنے لگے۔

عبدالحئی کی زبان عربی تھی اس لئے اسے سیاسی تبلیغ میں آسانی تھی۔ اتفاق سے مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اس زمانے میں حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے جو اس مبارک مقام پر قادیانیوں کی سرگرمیاں دیکھیں تو میدان عمل میں آ گئے[2] اور انہیں للکارنے لگے۔ بھوپال کے خالد نامی ایک صاحب (مؤلف کو ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے) نے قادیانیوں کے سیاسی عزائم سے حکومت کو آگاہ کیا۔ چند ہی روز میں عربوں کو معلوم ہو گیا کہ ایک ہندی کذاب کا بیٹا یہاں ارتداد پھیلانے میں مصروف ہے۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ مرزا محمود جہاں سے گزرتے عرب اشارے کرتے اور

---

[1] نائیٹلی اینڈ سمپسن، دی سیکرٹ لائیوز آف لارنس، لندن، ص [illegible]

[2] تاریخ احمدیت جلد چہارم

کہتے۔ بذاابن قادیانی۔

مولانا ابراہیم نے عبدالحئی اور مرزا محمود کو مناظرے کا چیلنج بھی دیا۔ لیکن دونوں نے فرار اختیار کر لیا۔ عربوں اور حکومت کے احتساب سے قادیانی طائفہ قدم نہ جما سکا۔

مرزا محمود نے چند سال بعد اپنی کارروائیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا:۔

"میں (مرزا محمود) نے وہاں (مکہ مکرمہ) تبلیغ شروع کی اور خدا نے اپنے خاص فضل سے میری حفاظت کی۔ اس وقت حکومت ترکی کا وہاں چنداں اثر نہ تھا اب تو شاہ حجاز کی گورنمنٹ انگریزی کے زیر اثر ہونے کے باعث ہندوستان سے بدسلوکی نہیں ہو سکتی مگر اس وقت یہ حالت نہ تھی اس وقت وہاں جس کو چاہتے گرفتار کر لیتے تھے۔ مگر میں نے تبلیغ کی اور کھلے طور پر کی لیکن جب ہم وہ مکان چھوڑ کر واپس ہوئے تو دوسرے دن اس مکان پر چھاپہ مارا گیا اور مالک مکان کو پکڑ لیا گیا کہ اس قسم کا یہاں کوئی شخص رہا تھا"[1]

عجمی لارنس

نورالدین نے قادیانی طائفہ کے دورے کی رپورٹ کی روشنی میں دو قادیانیوں زین العابدین۔ ولی اللہ شاہ اور شیخ عبدالرحمٰن کو ۲۶ جولائی ۱۹۱۳ء کو مصر روانہ کیا۔ برٹش ایجنسی قاہرہ۔ شام، حجاز اور عراق میں اپنے جاسوس تعینات کر رہی تھی۔ لارنس آف عریبیا صحرائے سینائی میں فوجی انٹیلی جنس میں لگا ہوا تھا۔ کئی انگریز شریف مکہ کو اکسانے اور اسے ترکوں کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کر رہے تھے کیونکہ مکہ و مدینہ سے ترک حکومت کے خاتمہ کا مطلب یہ تھا کہ ترکی حکومت سے حرمین شریفین کے محافظ ہونے کا منصب چھن جائے۔ اور ان کی دینی سیادت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ولی اللہ اور شیخ عبدالرحمٰن قادیانی مصر پہنچ کر برطانوی ریذیڈنٹ جنرل کچز سے ملے۔ کچھ عرصہ یہ ترک اقتدار کے خاتمہ کیلئے سرگرم برٹش ایجنسی قاہرہ کے ساتھ کام کیا۔ بعد میں ولی اللہ شاہ نے شیخ عبدالرحمٰن کو قاہرہ چھوڑا اور خود ایجنسی کی ہدایات پر بیروت چلا گیا۔ بیروت جا کر قادیان کے لارنس ولی اللہ نے ترکی حلقوں میں اثر و نفوذ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مرزا محمود کے بقول تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ

---

[1] الفضل قادیان ۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء

نوجوان طلباء میں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ ہندوستان میں ترکوں کی حمایت میں زبردست تحریک جاری تھی اس لیے ترک اہل ہند کے بارے میں پُرخلوص جذبات رکھتے تھے۔ ان سے فائدہ اٹھا کر اس نے ترکوں کے حامی کا روپ دھار کر بیروت، حلب اور بیت المقدس میں برطانوی انٹلی جنس کے لئے کام کیا۔ حتیٰ کہ صلاح الدین ایوبی کالج میں ترکوں کی سفارش سے لیکچرار مقرر ہوا۔

شام کے ایک فاضل محقق محمد منیر القادری اپنی تالیف " القادیانیۃ " میں جنگ عظیم اول کے وقت قادیانیوں کی سازشوں کی بابت فرماتے ہیں:۔

" اور یہ بات پوری ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ قادیانیوں سے چشم پوشی مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک ہے خصوصاً جاسوسی کے بارے میں۔ کیونکہ پہلی جنگ عظیم کے وقت انگریزی سامراج نے ایک قادیانی مسمی ولی اللہ زین العابدین کو سلطنت عثمانیہ میں بھیجا جس نے وہاں یہ ظاہر کیا کہ وہ سلطنت عثمانیہ کا بہی خواہ ہے اور مسلمان ہے۔ عثمانی دھوکہ کھا گئے اور اس کو پانچویں ڈویژن کے کمانڈر جمال پاشا کے پاس بھیج دیا۔ جس نے اس کو ۱۹۱۷ء میں قدس یونیورسٹی میں دینیات کا لیکچرار مقرر کر دیا۔ بعد میں جب انگریزی افواج دمشق میں داخل ہوئیں تو مذکورہ ولی اللہ زین العابدین اس لشکر میں شامل ہو گیا " [2]

قادیان کے لارنس کا مزید تذکرہ ہم آئندہ صفحات میں کر رہے ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن جیسے ولی اللہ نے قاہرہ چھوڑا تھا برطانوی انٹلی جنس اور قادیان کے درمیان رابطہ افسر کے فرائض انجام دیتا رہا۔ یاد رہے کہ یہ وہی شیخ مذکور ہیں جو شیخ عبدالرحمٰن مصری کے نام سے مشہور ہیں آج کل لاہور جماعت میں شامل ہیں۔ ۱۹۳۷ء میں آپ ہی نے مرزا محمود کی اخلاقی حالت پر شدید اعتراضات کیے اور بتایا کہ قادیان میں ایک سپر سیکس مارکیٹ قائم ہے۔ آپ نے جی ڈی کھوسلہ کی عدالت میں بیان دیا کہ مرزا محمود زناکار ہیں تقدس کے پردے میں عورتوں اور لڑکوں کو ہوس کا نشانہ بناتے ہیں اور انہوں نے ایک خفیہ سوسائٹی بنا رکھی ہے جس میں زنا ہوتا ہے [3]

---

[1] مرزا محمود احمد منصب خلافت، قادیان ۱۹۱۴ء صہ ۵۰

[2] محمد منیر القادری۔ القادیانیۃ، دمشق صہ ۱۴۔ بحوالہ ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۱ مئی ۱۹۷۳ء

[3] مستانہ احمد فاروقی مرزائی۔ فتح حق۔ لاہور صہ ۳

مصالح العرب

۱۹۱۲ء میں عبدالحئی عرب نے انڈیا آفس کے اشارے پر قادیانی پرچے البدر کے ساتھ ایک عربی ضمیمہ مصالح العرب کے نام سے جاری کیا جس میں عربوں کی ترک مخالف تحریک کو ابھارتے۔ برطانوی سامراج کی مذموم نوآبادیاتی پالیسی کو کامیاب بنانے اور عالم عرب کے داخلی انتشار کو ہوا دینے کے لئے استعمال کیا گیا۔ اسی قسم کا ایک پرچہ عرب بیورو قاہرہ نے فارن آفس لندن کی ہدایت پر جاری کیا جس کا نام عرب بلیٹن تھا۔ قادیانی پرچے کی مشرق وسطیٰ کے یہودی مراکز کے ذریعے وسیع تشہیر ہوتی تھی۔

عبرت انگیز وفات

۱۹۱۴ء میں حکیم نورالدین نے وفات پائی۔ آپ نے مرزا غلام احمد کی پوری سیاسی جانشینی کی اور یہ کوشش کی کہ مرزا محمود اس قابل ہو جائے کہ ان کے مرنے کے بعد قادیان کی گدی سنبھال سکے۔ آپ نے اس امر کی طرف خصوصی توجہ دی کیونکہ خواجہ کمال الدین۔ مولوی محمد علی۔ ڈاکٹر بشارت احمد وغیرہ نے مرزا صاحب کی جانشینی کا مسئلہ کھڑا کر رکھا تھا۔ یہ لوگ جان گئے تھے کہ نورالدین اپنے بعد مرزا محمود کو گدی پر بٹھانا چاہتا ہے انہوں نے عقائد کی بحث اور انجمن احمدیہ کی جانشینی جیسے مسائل چھیڑے[1] حکیم نورالدین نے ہر مرحلے پر مرزا محمود کا دفاع اور ان کی راہ نمائی کی۔ مرزا غلام احمد کی زندگی میں بھی جب مرزا محمود پر زنا کا الزام لگا اور مرزا صاحب نے اس واقعے کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا تو یہ نورالدین ہی تھے جنہوں نے عینی گواہوں کو کمسا کر شہادتوں کی کمی کے شرعی عذر کی بنا پر معاملہ ٹھپ کرا دیا تھا۔ مرزا محمود نے بھی اپنے آپ کو باپ کی سیاسی وراثت کا اہل ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں حکیم صاحب وفات پا گئے۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں حکیم صاحب کی وفات کو عبرت انگیز قرار دیتے ہوئے پیغام صلح لاہور کے نامہ نگار نے لکھا:۔

کہاں مولوی نورالدین صاحب کا حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ اور رسول اللہ اور اسمہٗ احمد کا مصداق یقین کرنا اور کہاں وہ حالت کہ وصیت کے وقت مسیح موعود کی رسالت کا اشارہ تک نہ کرنا۔ استقامت میں فرق آنا اور پھر بطور سزا کے گھوڑے سے گر کر بری طرح زخمی ہونا۔ آخر مرنے

---

[1] محمد علی (امیر جماعت لاہور) حقیقت الاختلاف اور مرزا محمود کی تصنیف آئینہ صداقت ملاحظہ ہو۔

سے پہلے کئی دنوں تک بولنے سے بھی لاچار ہو جانا اور نہایت مفلسی میں مرنا اور آئندہ جہاں میں بھی کچھ سزا اٹھانا اور اس کے بعد اس کے جوان فرزند عبد الحئی کا عنفوان شباب میں مرنا اور اس کی بیوی کا تباہ کن طریق پر کسی اور جگہ نکاح کر لینا وغیرہ یہ باتیں کم عبرت انگیز نہیں تھیں"۔ [1]



---

[1] اشتہار گنجینہ صداقت ماخوذ الفضل قادیان ۲۲ر فروری ۱۹۲۲ء

سیاسیاتِ دورِ ثانی

۱۹۱۴ء ـــــ تا ـــــ ۱۹۴۷ء

مرزا محمود احمد، نورالدین کی وفات کے بعد قادیان کی گدی پر قابض ہو گئے۔ آپ کو برسرِ اقتدار لانے میں آپ کے نانا میر ناصر نواب، ماموں میر اسحاق اور انصار اللہ پارٹی کا ہاتھ تھا۔ بقول انہوں نے مرزا صاحب کے سیاسی دلالوں کے حلقے کو پیچھا چھڑا دیا۔[1] مرزا محمود نے ۲۵ سال کی عمر میں قادیان کی گدی پر قبضہ کیا۔ اور اطلاع کے طور پر انگریز کو تار دے دیے گئے۔

ترک دشمن پروپیگنڈا

تختِ خلافت پر براجمان ہونے کے بعد مرزا محمود نے برطانوی سیاسی پالیسی کے عین مطابق ترکوں کی مخالفت اور عثمانی سلطنت کی تباہی کا شرمناک پروپیگنڈا کیا۔ عربی کا ایک رسالہ "الدین الحی" کے نام سے تالیف کر کے اسے عرب ممالک میں وسیع پیمانے پر تقسیم کرایا۔ اور مرزا غلام احمد کی وحی کی روشنی میں ترکی حکومت کی تباہی کو اپنی تقدیر بتایا۔

مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں:- کہ مرزا محمود نے اس رسالے میں تمام عالمِ اسلام کو حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لانے کی بھی پرزور دعوت دی، اور اعلان فرمایا کہ جو اصحاب مامورِ وقت کی صداقت سے متعلق تحقیق کرنا چاہیں وہ خط و کتابت کے ذریعہ بھی کر سکتے ہیں۔[2]

---

[1] باہمی گروہ بندی کے اسباب کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد کی تالیف خلافت احمدیہ پر ایک نظر، لاہور ۱۹۴۰ء

[2] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۱۹۹

قادیانیوں کی ان شرمناک کارروائیوں کے برعکس علمائے حق ترکی کی مدد سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ ۱۹۰۵ء سے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی قیادت میں آزادی کے ایک پروگرام پر عمل ہو رہا تھا جس میں پروفیسر برکت اللہ جیسے عظیم آزادی پسندوں کے علاوہ راجہ مہندر پرتاپ اور لالہ ہردیال جیسے ہندو مجاہدین آزادی بھی شامل تھے۔

حریت پسندوں کا ہیڈ کوارٹر کابل میں تھا۔ اور برلن، استنبول، انقرہ، مدینہ منورہ اور قسطنطنیہ میں دیگر مراکز قائم کیے گئے تھے۔ شیخ الہند نے ترکی کے جرنیل غازی انور پاشا سے ہندوستان پر حملے کی منظوری لینے اور افغانستان اور ترکی کا معاہدہ کرانے کے لیے حجاز کے گورنر غالب پاشا اور جمال پاشا جی اوسی سے ملاقات کی۔ آپ نے غالب پاشا کی وساطت سے انور پاشا سے ترک حملے کی منظوری لے لی۔ غالب پاشا، انور پاشا کی جنگی کمیٹی کے سیکرٹری بھی تھے۔ آپ نے افغانستان اور ترکی کا معاہدہ بھی کرا دیا۔ لیکن ہندوستان میں ریشمی رومال کے انگریز انٹلی جنس کے ہاتھ آجانے سے یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ بین الاقوامی سطح پر انقلابیوں کی تحریک کو ناکام بنانے اور ان کی جاسوسی کرنے میں بعض قادیانی پیش پیش رہے۔

جنگِ عظیم اوّل

مرزا محمود کی خلافت کی دکان سجی ہی تھی کہ جنگِ عظیم اوّل چھڑ گئی۔ یورپ کی دول عظمیٰ، جرمنی اور آسٹریا کی طرف سے بلغاریہ نے اکتوبر ۱۹۱۵ء میں جنگ میں شریک ہونے کا اعلان کیا۔ ترکی کو نومبر ۱۹۱۴ء ہی میں جنگ میں پھنسا دیا گیا۔ ترکی جنگ میں شامل ہونے میں پس و پیش کر رہا تھا لیکن جرمنی نے اُسے روس سے جنگ میں ایک سازش کے ماتحت الجھا دیا۔[1] جنگ شروع ہوتے ہی قادیانی پرچوں نے برطانوی سامراج کی مدح و توصیف اور ان کی جانی و مالی امداد کے پرزور اعلانات شائع کئے۔ ترکی کے خلاف نہایت مکروہ پروپیگنڈا کے ساتھ ساتھ ترکی خلافت کے نظریے کو باطل قرار دیا گیا۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (مرزا محمود) نے ترکی کے شامل جنگ ہونے کو بے سبب اور بے وجہ قرار دیا اور خلیفۃ المسلمین ترکی کی نام نہاد خلافت کے خاتمے کا پرزور اعلان کیا۔"[2] قادیانی برطانوی صیہونی

---

[1] وائس مڈل ایسٹ نمبر ۱۹۶۷ء [2] تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۱۶۹

آقاؤں کی خوشنودی کے لئے ترکوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے علاوہ انگریز کی عملی مدد کے لئے میدان میں آ گئے۔ وہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ جن جن علاقوں میں برطانوی سامراج کا تسلط ہو گا وہاں نبوت کاذبہ کی تبلیغ کے نام پر سیاسی مراکز قائم کئے جا سکیں گے۔ اور جماعت کو ترقی حاصل ہو گی۔ فوجی بھرتی کے لحاظ سے قادیانیوں کی پوزیشن کمزور تھی۔ کیونکہ ان کی تعداد کم تھی۔ البتہ انگریز ان کی وفاداری پر کامل اعتماد کرتے ہوئے فوجی کمپنیوں میں قادیانی رضاکار سی۔ آئی۔ ڈی کے لئے تعینات کئے۔ یہ قادیانی قاہرہ انٹیلی جنس کی ہدایت پر کام کرتے۔ اسی انٹیلی جنس ادارے سے لارنس۔ فیوکوم۔ جارج لائڈ۔ وولی اور آبری ہربرٹ جیسے سیاسی اور فوجی جاسوس وابستہ تھے۔ ان کا سربراہ ایک یہودی کرنل گلبرٹ کلیٹن تھا۔[1] جنگ عظیم کے زمانے میں مشرق وسطیٰ میں برطانوی اور یہودی آقاؤں کی ہدایت پر قادیانیوں نے جو شرمناک سازشیں کیں۔ اس خونچکاں داستان کے کچھ حصے ملاحظہ فرمائیں۔

سقوط بغداد

جنگ عظیم کے دوران ترک افواج بہادری کے شاندار نمونے پیش کر رہے تھے فروری ۱۹۱۵ء میں لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند ایک نیم فوجی نیم سیاسی مشن پر عراق روانہ ہوا۔ وہ اتحادیوں کے گیلی پولی کے مقام پر ترکی افواج پر حملہ کے منصوبے کا جائزہ لینے جا رہا تھا۔ اس کے اس سفر پر روشنی ڈالتے ہوئے الفضل قادیان نے اس مذموم مشن کی کامیابی کی دعا کی اور تحریر کیا:۔

"لارڈ ہارڈنگ کا یہ سفر (عراق) سابق وائسرائے لارڈ کرزن کے سفر خلیج فارس سے زیادہ اہم اور زیادہ اچھے نتائج کی امید دلاتا ہے۔ ہم اس وقت اس سفر کے نتائج۔ اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

یقیناً اس نیک دل افسر کا عراق میں جانا عمدہ نتائج پیدا کرے گا ہم ان نتائج پر خوش ہیں کیونکہ ۔۔ خدا ملک گیری اور جہانبانی اسی کے سپرد کرتا ہے جو اس کی مخلوق کی بہتری چاہتا ہے اور اسی کو زمین پر حکمران بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے۔ پس ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کیونکہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوئی ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی توسیع کے ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام

---

[1] لارنس کی خفیہ زندگی ص ۵۰

کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔ [1]
جنگِ عظیم کے آغاز میں ترک اور جرمن افواج نے عراق میں برطانوی سامراج کے کئی مواقع پر دانت کھٹے کئے۔ ایک موقع پر انڈین آرمی آفیسر جنرل ٹاؤن شنڈ (Town shend) کی زیر کمان دس ہزار برطانوی، ہندوستانی افواج کو ترک کمانڈر خلیل پاشا نے جرمن فیلڈ مارشل وان ڈا گاز (Von der Goltz) کی مجوزہ جنگ حکمت عملی کے تحت قوط کے مقام پر محاصرے میں لے لیا۔ برطانوی ہوائی دستے اس محاصرے کو توڑنے میں ناکام ہو گئے۔ برطانیہ کے وار آفس، انڈیا آفس اور مصر کے انٹیلی جنس بیورو کو اس صورت حال سے از حد فکر لاحق ہوئی۔ لندن میں اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے ایک اجلاس بلایا گیا۔ اور جنرل رابرٹس نے قاہرہ تار دیا۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے خلیل پاشا یا نجیب کو دس لاکھ پونڈ تک کی رقم دے کر فوجیوں کو گھیرے سے نکلوایا جائے۔ برطانوی پولیٹیکل آفیسر پرسی کوکس اسے ایک شرمناک منصوبہ بتاتا ہے۔ بہر حال لارنس آف عریبیا، انٹیلی جنس بیورو کے یہودی افسر آبری ہربرٹ کو ساتھ لے کر خلیل پاشا کو ملا۔ اور بیس لاکھ پونڈ تک کی پیش کش کی۔ لیکن انہوں نے اس رقم کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اور جنرل ٹاؤن کو غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے پڑے۔ [2]
دریں اثنا جنوری ۱۹۱۶ء میں تشکیل دیئے جانے والے عرب بیورو قاہرہ کے یہودی سربراہ سر گلبرٹ کلیٹن نے لارنس کو بعض ہدایات دے کر حجاز روانہ کیا تاکہ شریف مکہ کو ترکوں کے خلاف آمادۂ بغاوت کرے۔ جون ۱۹۱۶ء میں شریف مکہ نے ترک دستوں پر گولی چلا کر بغاوت کا آغاز کر دیا۔ ہندوستان کے وائسرائے لارڈ چیمسفورڈ اور یہودی سکریٹری آف سٹیٹ مونٹیگو نے حجاز میں بغاوت کو ہوا دینے کے لئے بے شمار جاسوس فوجی دستوں کے ہمراہ روانہ کئے جن میں کئی قادیانی تھے۔
عراق میں برطانوی افواج کو سخت مزاحمت کا سامنا تھا لیکن مارچ ۱۹۱۷ء میں برطانوی جنرل سر سٹینلے ماڈ نے اس علاقے پر تسلط جما لیا۔ بغداد کے سقوط کے سانحے پر الفضل قادیان نے خوشی کے شادیانے بجائے اور لکھا:۔
"میں اپنے احمدی بھائیوں کو جو ہر بات پر غور و فکر کرنے کے عادی ہیں ایک مژدہ سناتا ہوں

---

[1] الفضل قادیان مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۲۵ء
[2] لارنس کی خفیہ زندگی ص ۶۱

کہ بصرہ اور بغداد کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہماری محسن گورنمنٹ کے لئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا ہے اس سے ہم احمدیوں کو معمولی خوشی حاصل نہیں ہوئی بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں برس کی خوشخبریاں جو الہامی کتابوں میں چھپی ہوئی تھیں آج ۱۳۳۵ھ میں وہ ظاہر ہو کر ہمارے سامنے آ گئے ہیں۔" [1]

ایک اور شمارے میں قادیانیوں نے ان الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا:

"حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں وہ مہدی معہود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلے میں ان علماء کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔ فتح بغداد کے وقت ہماری فوجیں مشرق سے داخل ہوئیں۔ دیکھئے کس زمانہ میں اس فتح کی خبر دی گئی۔ ہماری گورنمنٹ برطانیہ نے جو بصرہ کی طرف چڑھائی کی اور تمام اقوام سے لوگوں کو جمع کر کے اس طرف بھیجا۔ دراصل اس کے محرک خدا تعالیٰ کے وہ فرشتے تھے جن کو اس گورنمنٹ کی مدد کے لئے اس نے اپنے وقت پر اتارا تا کہ وہ لوگوں کے دلوں کو اس طرف مائل کر کے ہر قسم کی مدد کے لئے تیار کریں۔" [2]

عراق کے سامراجی تسلط میں آنے پر مرزا محمود نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا۔

"عراق کے فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہائے اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے ہیں۔" [3]

مرزا محمود کے ایک سالے میر حبیب اللہ جو ولی اللہ شاہ کے بھائی تھے فوج میں ڈاکٹر تھے۔ عراق میں رہ کر آپ نے برطانوی پولیس افسر ٹی۔ بی۔ ہینگز (T B HCGGES) اور ایک پولٹیکل افسر جی۔ ایل۔ راؤنس (G L ROYAS) کی وساطت سے مختلف انتظامی عہدے حاصل کئے۔ اور انڈیا آفس کی ہدایات پر برطانوی انٹلی جنس سے مل کر بعض سیاسی اور نیم سیاسی سازشوں کو پروان چڑھانے میں مدد دی۔

---

[1] الفضل قادیان ، ۱۰/۱۱ اپریل ۱۹۱۷ء

[2] الفضل قادیان ، ۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

[3] الفضل قادیان ، ۳۱ اگست ۱۹۲۳ء

حجاز میں سازشیں

شریف مکہ سے ترکوں کے خلاف بغاوت کرانے کے بعد لارنس آف عریبیا نے فارن آفس لندن کی پالیسی کے مطابق عرب قبائل کی مدد سے جنگ کو دیگر ترک مقبوضات تک پھیلا دیا۔ نجد اور عرب کے ساحلی علاقوں پر ابن سعود کا تسلط تھا جسے انگریز نے تسلیم کر رکھا تھا۔ لیکن انڈیا آفس اور عرب بیورو قاہرہ ابن سعود کو ترکوں اور شریف مکہ سے لڑوانے میں ان کی مدد کر رہے تھے۔ اس متضاد پالیسی کا انکشاف مسٹر ایمکین ممبر پارلیمنٹ چیف آف سٹاف جبرالٹر نے صلح کانفرنس (۱۹۱۹ء) کے موقع پر کیا۔ جب حکومت ہند اور محکمہ خارجہ نے اپنی الگ الگ یادداشتیں پیش کیں۔[1]

نجد و حجاز میں جو قادیانی سرگرم سازش تھے انہوں نے مرزا محمود کو برطانیہ کی اس دو عملی سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ آپ نے ان معلومات کی روشنی میں وائسرائے ہند لارڈ چیمسفورڈ کو خط لکھا اور برطانوی پالیسی کی وضاحت چاہی۔ آپ چند سال بعد اس واقعے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

آج سے کئی سال پہلے جب لارڈ چیمسفورڈ ہندوستان کے وائسرائے تھے مسلمانوں میں شور پیدا ہوا کہ انگریز بعض عرب رؤسا کو مالی امداد دے کر انہیں اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہیں یہ شور جب زیادہ بلند ہوا تو حکومت ہند کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہم عرب رؤسا کو کوئی مالی مدد نہیں دیتے۔ مسلمان اس پر خوش ہو گئے کہ چلو خبر کی تردید ہو گئی۔ لیکن میں نے واقعات کی تحقیق کی تو مجھے معلوم ہوا کہ گو ہندوستان کی حکومت بعض عرب رؤسا کو مالی مدد نہیں دیتی مگر حکومت برطانیہ اس قسم کی مدد ضرور دیتی ہے۔ چنانچہ ساٹھ ہزار پونڈ ابن سعود کو ملا کرتے تھے اور کچھ رقم شریف حسین کو ملتی تھی۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے لارڈ چیمسفورڈ کو لکھا کہ لفظی طور پر آپ کا اعلان صحیح ہو مگر حقیقی طور پر صحیح نہیں۔ کیونکہ حکومت برطانیہ کی طرف سے ابن سعود اور شریف حسین کو اس قدر سالانہ امداد ملتی ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ مسلمان عرب پر انگریزی تسلط کسی رنگ میں بھی پسند نہیں کر سکتے۔ اس کے جواب میں ان کا خط آیا (وہ بہت ہی شریف طبیعت رکھتے تھے) کہ یہ واقعہ صحیح

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم صہ ۲۹۲

ہے مگر اس کا کیا فائدہ کہ اس قسم کا اعلان کر کے فساد پھیلایا جائے۔ ہاں ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ ہرگز منشا نہیں کہ عرب کو اپنے زیر اثر لائے۔ پس ہم ہمیشہ عرب کے معاملات میں دلچسپی لیتے رہے ہیں[1]

لارڈ چیمسفورڈ نے صریح طور پر جھوٹ بولا کہ گورنمنٹ انگریزی عرب علاقوں کو اپنے زیر اثر لانا نہیں چاہتی حالانکہ جنگ عظیم اول کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا کہ برطانوی سامراج نے نہایت مکروہ پالیسی اختیار کر کے پہلے عربوں کو آزادی کا لالچ دے کر ترکوں کے خلاف لڑایا بعد میں ان علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ایک طرف انگریز یہ اعلان کر رہا تھا دوسری طرف مئی ۱۹۱۵ء میں برسر اقتدار آنے والی اسکوئیتھ کی مخلوط وزارت نے بنسن (Bensen) کمیٹی مقرر کر رکھی تھی جو اتحادیوں کے مابین عرب علاقوں کی تقسیم کے سوال کا جائزہ لے رہی تھی۔

سقوطِ شام

شریف مکہ نے سر آرچی بالڈ کی زیر کمان حجاز سے شام کی طرف پیش قدمی کی جسے ترکوں نے روک دیا۔ اپریل ۱۹۱۷ء کو برطانوی افواج نے دوبارہ حملہ کیا لیکن جرمن افواج نے ترک کمانڈر اور جرمن افسر وون فیلکن کی مشترکہ کمان میں اس حملے کو پسپا کر دیا۔ لارنس نے شریف مکہ کے بیٹوں کی امداد سے نئے حملوں کا سلسلہ شروع کیا جس سے ترکوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

ہم نے بتایا کہ زین العابدین ولی اللہ شاہ ۱۹۱۳ء سے شام میں سرگرم سازش تھا۔ بیروت اور حلب میں برطانوی مفادات کے لیے کام کرنے کے بعد ترکوں کی معرفت صلاح الدین ایوبی کالج، بیت المقدس میں تاریخ ادیان کا استاد مقرر ہوا۔ اس کے بعد سلطانیہ کالج شام میں وائس پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوا ۱۹۱۵ء میں ترکوں کو فرانسیسی قونصل فرانشا جارج پکو (F.G. Picot) کے کچھ خفیہ کاغذات ملے جن میں بعض شامی قوم پرستوں کے نام درج تھے۔

ترک جی او سی جمال پاشا نے ان کے خلاف سخت کارروائیاں کیں جن سے حالات بہت خراب ہو گئے[2] ولی اللہ بڑے منافقانہ طور پر ترکوں کا ہمدرد بنا بیٹھا تھا۔ لیکن جب سر ایلس بی کی زیر کمان انگریزی افواج شام میں داخل ہوئیں تو انگریز سے مل گیا۔ اگرچہ اس نے بڑی عیاری سے اپنا کردار ادا کیا تھا لیکن بعض

---

[1] الفضل قادیان، ۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء [2] لارنس کی خفیہ زندگی ص

تکنیکی غلطیوں کی بنا پر انٹیلی جنس کو ان کی وفاداریوں پہ شبہ گذرا اور جلد ہی اسے گرفتار کر لیا گیا۔

ولی اللہ نے سامراج کی خاطر جاسوسی، سازش اور تخریب کاری وغیرہ تمام امور کا بے لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ ان واقعات کو انہی کے الفاظ میں سنئے۔ اور اندازہ لگائیے کہ تبلیغ کے پرفریب نام کی آڑ میں قادیانی کیا کیا گل کھلاتے رہے۔

فرماتے ہیں:-

"پہلی جنگ عظیم کے آخری سال یعنی اکتوبر ۱۹۱۸ء کے آخری ہفتہ میں جنرل امین بے کے حکم سے میں دمشق میں بطور ایک سیاسی اور جنگی قیدی کے حراست میں لیا گیا۔ مجھے اس وعدہ پر فلسطین لے جایا جانے لگا کہ ایک امر کی تحقیق کرنے کے بعد دمشق واپس کر دیں گے۔ جہاں میں سلطانیہ کا مدیر داخلی تھا اور میں نے ابھی تک اس کا چارج بھی کسی کو نہیں دیا تھا۔ مگر دمشق کے سٹیشن پر جو میدان کی طرف ہے اور جہاں میں ٹرین میں لے جایا گیا تھا۔ اسٹیشن ماسٹر سے مجھے اپنی گرفتاری کا علم ہوا۔ وہ مجھے جانتا تھا اس کے پاس میرے سابق انگریز فوجی افسر اس غرض سے گئے کہ ٹکٹ وغیرہ کا انتظام کریں۔ چونکہ وہ سٹیشن ماسٹر انگریزی نہیں جانتا تھا اس لئے کاغذات میرے پاس لے آیا۔ ان میں یہ لکھا تھا کہ سید زین العابدین بطور جنگی اور سیاسی قیدی کے جنرل امین بے کے حکم سے گرفتار کیا گیا ہے۔ راستہ میں سفری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ ورنہ پہلے مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ بعض باتوں کے متعلق تحقیق کرنا ہے اور پھر تم دمشق واپس کر دیئے جاؤ گے۔ ان میں سے طول کرم کے معرکے میں میرے شریک ہونے کا بھی سوال تھا۔ جیسا کہ میجر وی ویشن (۴۹ ۷۰۷۱۰۶) سے مجھے معلوم ہوا تھا۔ جب دو روز قبل مجھ سے پہلی گفتگو کی۔ اس معرکے میں ایک انگریزی کمپنی کا سخت نقصان ہوا تھا اور مجھ پر یہ الزام تھا کہ میں اس میں شریک تھا اور یہ کہ میری ہی اطلاعات کی بنا پر وہ کمپنی جو گھات میں پہاڑوں کے پیچھے چھپی ہوئی تھی ترکی فوج کے نرغے میں آ گئی اور کمپنی کو سخت نقصان پہنچا۔ نیز یہ کہ میں ۱۶-۱۹۱۵ء میں ایک فوجی مہم میں شریک ہوا تھا۔ میرا جواب ایک ہی تھا کہ میں احمدی ہوں اور ہمارا مذہبی اصل الاصول یہ ہے کہ جس حکومت میں رہو اس کے ساتھ پورا پورا تعاون کرو۔ غرض مجھے یہی یقین دلایا گیا تھا کہ تم

لہ لارنس کی خفیہ زندگی صہ ۷۰

دمشق واپس کئے جاؤ گے۔ اور خود میرا بھی یہی خیال تھا کہ میرے متعلق تحقیقات دمشق میں بھی ہوگی اور مجھے کالج کا باقاعدہ چارج بھی دینا ہے ـــ بعد کو میں سٹیشن سے ایک کار میں کورٹ مارشل کے لئے ملٹری کیمپ میں پہنچایا گیا۔ مگر وہاں میرے محافظ فوجی ساتھیوں کو جب ایک افسر کی طرف سے یہ حکم ملا کہ اسے بحفاظت تمام آفیسرز کے کیمپ میں لے جائیں تو میرے فوجی محافظ اور وارنٹ آفیسرز بھی حیران ہو گئے۔ اور میں بھی حیران تھا۔ جس کیمپ میں مجھے لے گئے وہ اسیر فوجی ترک افسروں کی قیام گاہ تھی۔

چار پانچ دن کے بعد مجھے مغرب سے ذرا پہلے سٹیشن پر لے گئے۔ اب میں نئے فوجی محافظوں کی معیت میں تھا۔ میں نے ان سے پوچھا ہم کہاں جا رہے ہیں۔ تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سمجھا دمشق کے سوا اور کہاں ہوگا۔ رات اطمینان سے پوری نیند کے ساتھ بسر ہوئی۔ صبح کے وقت میں نے سمندر کی ٹھنڈی ہوا محسوس کی اور اپنے ساتھیوں سے پوچھا ہم کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا "کنتارا" میں اس لفظ سے کچھ نہ سمجھا اور خاموش ہو رہا۔ جب گاڑی سے اتر کر ریگستانی کنارے پر ایک کیمپ میں پہنچے۔ تو وہاں مجھے معلوم ہوا یہ قنطرہ ہے یعنی وہ پل جو نہر سویز پر ہے۔ بیت المقدس ۱۹۱۷ء میں فتح ہوا۔ اور ایک سال بعد ۱۹۱۸ء میں دمشق فتح ہو۔ اس ایک سال کے عرصے میں لُد سے مصر کی طرف ریل کے ذریعے اتصال پیدا کر لیا گیا تھا۔ اس کا مجھے علم نہ تھا۔ قنطرہ سے ہم قاہرہ پہنچے جہاں قصر النیل نامی قلعہ میں جو دریائے نیل کے کنارے واقع ہے مجھے تقریباً سات ماہ نظر بند رہنا پڑا۔ وہاں دوسرے ترک اور بلغاری اور جرمن وغیرہ فوجی افسر نظر بند تھے۔ زاغلول پاشا بھی ایک دو دن کے لئے وہیں نظر بند رکھے گئے تھے۔[1]

زین العابدین کو بعد میں ہندوستان بھجوا دیا گیا۔ مرزا محمود نے وائسرائے سے ملاقات کر کے اصل صورت حال کی وضاحت کی[2] اور بتایا کہ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے ولی اللہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ فعل بھی برطانیہ کی مخالفت میں نہیں ہو سکتا تھا بلکہ ولی اللہ عرب بیورو قاہرہ کی ہدایات پر کام کرتے رہے اور ترکوں کی جاسوسی کے لئے ان سے روابط رکھے ہوئے تھے۔ ایلن بی نے غلط فہمی کی

---

[1] زین العابدین ولی اللہ شاہ، حیات الآخرہ - ربوہ ۱۹۵۲ء صـ ۵۰

[2] تاریخ احمدیت جلد چہارم صـ ۲۰۵

بنا پر آپ کی گرفتاری کا حکم دیا اور حقیقت حال کی وضاحت کے بغیر ایک عاجلانہ قدم اٹھایا۔

شاہ صاحب کے اپنے تاثرات اور انگریز کے لئے خدمات ان کے اس مضمون سے عیاں ہیں جو انہوں نے الفضل قادیان کی یکم جون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں لارنس آف عریبیا کی وفات کے موقع پر لکھا۔

یہودی ریاست کا اعلان

برطانوی سامراج نے حسین شریف مکہ کی دینی حیثیت سے فائدہ اٹھایا اور ان کو اقتدار کا لالچ دے کر ترکوں کو شکست دی۔ انہیں امید تھی کہ ترکوں کے نکلنے کے بعد وہ اپنی غداری کا پورا پورا صلہ وصول کریں گے۔ لیکن برطانوی بدعہدی اور دغابازی نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ شریف مکہ اور برطانوی ہائی کمشنر مصر سر ہنری میکموہن کی مراسلت سے عیاں ہوتا ہے کہ برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ فلسطین عربوں کو ملے گا۔ اس بات کے کئی ثبوت موجود ہیں۔ کہ فلسطین پر عرب حکومت کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ ۱۹۶۴ء میں اس امر کا ایک سنئے طور پر انکشاف ہوا جس کی تفصیل یہ ہے:۔

"برطانوی پولیٹیکل انٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ نے ۱۹۱۹ء کی پیرس امن کانفرنس کے لئے بیس صفحات پر مشتمل ایک میمورنڈم بعنوان "شاہ حسین سے برطانوی وعدے" (The British commitments to King Hussein) تیار کیا جس کو انتہائی خفیہ قرار دے کر امن کانفرنس پیرس کے اراکین کو استفادہ کے لئے دیا گیا۔ اس کے ساتھ ایک بارہ صفحے کا ضمیمہ تھا جس پر شاہ حسین سے کئے گئے سابقہ وعدوں کا ذکر تھا۔ یہ دستاویزات آنجہانی پروفیسر ولیم ین وسٹرمان (professor William Linn Westermann) کی ملکیت تھیں۔ جو پیرس کانفرنس میں امریکی وفد کے ترکی امور کے ایڈوائزر تھے۔ انہوں نے ان مسودات کو ایک امریکی یونیورسٹی میں جمع کرا دیا۔ اور ہدایت کی کہ ان کے مرنے کے بعد انہیں منظر عام پر لایا جائے۔ ان مسودات میں برطانوی فارن آفس کے پولیٹیکل انٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے میمورنڈم کی مندرجہ ذیل عبارت قابل غور ہے۔

"فلسطین کے متعلق ہز میجسٹی حکومت سر ہنری میکموہن کے خط بنام شریف مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے تحت اسے عرب آزاد ریاستوں میں شامل کرنے کا وعدہ کر چکی ہے۔"[1]

---

[1] دی ٹائمز لندن مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۶۴ء

قادیانیوں کے عظیم محسن اور امن کے جھوٹے دعویداروں نے شریف مکہ ہی سے منافقت بدعہدی اور دغابازی کا کھیل نہیں کھیلا۔ بلکہ اسی زمانے میں (۱۹۱۵) میں اتحادی طاقتوں نے[له] سارے عرب علاقوں کی ممکنہ تقسیم کا ایک خاکہ تیار کرنے کے لئے مارس دی بنسن (Maurice de Bunsen) کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی جس کی سفارشات کے نتیجے میں لفٹیننٹ کرنل سر مارکس سائیکس (Lt. Col. Sir Mark Sykes) نے برطانیہ کی طرف سے اور موسیو فرانشا جارج پیکو (Francois George Picot) سابق شارج دا آفیسر بیروت نے فرانسیسی نمائندے کی حیثیت سے ایک خفیہ معاہدے پر دستخط کئے۔ اسے پیکو سائیکس معاہدہ کہا جاتا ہے جس کی رو سے فلسطین کو ترکی مقبوضات سے الگ کرکے مکمل خود مختاری یا عربوں کو تفویض کرنے کے برعکس خصوصی حکومت (Special Regime) کا علاقہ قرار دیا تھا۔ ایسے ہی شام پر فرانسیسی عملداری کو تسلیم کیا گیا تھا۔ یہ معاہدہ قطعی طور پر خفیہ رکھا گیا۔ نومبر ۱۹۱۷ء تک کسی کو اس کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

نومبر ۱۹۱۷ء میں روس میں بالشویک پارٹی برسر اقتدار آ گئی اور اشتراکی انقلاب کے ذریعے زار شاہی کا تختہ الٹ دیا گیا۔ کمیونسٹوں نے جب پیٹروگراڈ فارن منسٹری کے قدیم کاغذات اور خفیہ دستاویزات پر قبضہ کیا۔ تو انہیں اس خفیہ معاہدے کی کاپی مل گئی۔ جو انہوں نے شائع کر دی۔ اس خفیہ معاہدے کے انکشاف نے عربوں کو چوکنا کر دیا۔ انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر کے غلطی کی ہے۔ معاہدے کی رو سے شام فرانس کو دیا جانا تھا۔ ترکی کمانڈر ان چیف شام جمال پاشا نے یہ خبر سنتے ہی شریف کے بیٹے فیصل سے رابطہ قائم کیا اور عرب ممالک کی تقسیم کے فرانسیسی برطانوی منصوبے سے انہیں روشناس کرایا۔

کچھ عرصہ بعد جمال پاشا کے جانشین جمال صغیر نے عربوں کو دو خط بھیجے اور بغاوت ختم کرنے کا مشورہ دیا۔ فیصل نے یہ خطوط اپنے باپ شریف کو دکھائے۔ جو انہوں نے یہودی ہائی کمشنر فلسطین سر ون گیٹ کے حوالے کر دئے۔ فارن آفس اور ون گیٹ کے درمیان کئی تاروں کا تبادلہ ہوا۔ آخر کار فارن آفس

له لارنس کی خفیہ زندگی ص ۸۹

نے لارن گیٹ کے مشورے سے برطانوی فارن سکریٹری بالفور کے منظوری سے جدہ میں مقیم برٹش ایجنٹ کی معرفت حسین کو مکمل یقین دہانی کرائی کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حالاں کہ یہ بالکل درست تھی مولفین، لارنس کی خفیہ زندگی کے بقول یہ یقین دہانی فریب دہی، مسخ کاری، ترمیم و تنسیخ اور جھوٹ دروغ گوئی کا شاہکار تھی۔ یعنی سائیکس پکو معاہدے سے انکار کر دیا گیا[1]

برطانوی ڈپلومیسی کا تیسرا شاہکار بالفور ڈیکلریشن تھا[2] برطانیہ نے صیہونی نمائندوں کے زیر اثر فارن سکریٹری سر آرتھر بالفور کے مشورے اور کوشش سے فلسطین میں یہودیوں کے لئے قومی وطن کی منظوری کا اعلان کر دیا۔ اس کا انکشاف بالفور نے ۲ر نومبر ۱۹۱۷ء کو مرقومہ یہودی سرمایہ دار لارڈ روتھس چائلڈ کے نام ایک خط میں کیا۔ اس اعلان کا عرب سیاست پر گہرا اثر پڑ سکتا تھا۔ اس لئے جنگ عظیم کے اختتام (۱۹۱۸ء) تک عربوں کو اس کا علم تک نہ ہونے دیا گیا۔ اگرچہ یورپ میں اشتہاروں، پمفلٹوں اور کتابچوں کے ذریعہ اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی گئی۔ اور اس کی کاپیاں جہازوں کے ذریعے بڑے بڑے شہروں میں گرائی گئیں[3] وزیر اعظم لائڈ جارج نے برطانیہ کے طول و عرض میں دورے کئے اور یہودیوں کو فلسطین میں ریاست کے قیام کے مژدے سنائے۔

مرزا محمود کی خصوصی ملاقات

اعلان بالفور کے چند روز بعد ۲۵ر نومبر ۱۹۱۷ء کو مرزا محمود نے یہودی وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے خصوصی ملاقات کی اس ملاقات کی دو اغراض تھیں اول ۲۰ر اگست ۱۹۱۷ء کے وزیر ہند کے ہندوستان کو حکومت خود اختیاری دینے کے اعلان سے قادیانی چوکنے ہو گئے تھے اور انگریز پر زور دے رہے تھے کہ وہ ایسے اقدام سے قبل ان کے مفادات کا تحفظ کرے۔ اس سلسلے میں ۱۵ر نومبر ۱۹۱۷ء کو ۹ ممبروں پر مشتمل ایک قادیانی وفد نے وزیر ہند اور وائسرائے ہند کو دہلی میں ایک ایڈریس پیش کیا جس میں استدعا کی گئی کہ سیلف گورنمنٹ قلیل التعداد جماعتوں کے لئے ہلاکت خیز ہے اس لئے اس کو موقوف کیا جائے۔ ایڈریس

---

[1] لارنس کی خفیہ زندگی صہ ۹۰ [3] رسالہ لائف، مڈل ایسٹ نمبر ۱۹۶۷ء

[2] اس مسئلے کی دلچسپ بحث کے لئے ایڈگارڈ گرنزل کی تالیف دی بالفور ڈیکلریشن، لندن ۱۹۴۰ء ملاحظہ کیجئے۔

میں مذکور ہے :-

"ہندوستان کے اس حصے میں جہاں گورنمنٹ برطانیہ کے زیر اہتمام میں ہمیں نہ صرف قانونی طور پر آزادی حاصل ہے بلکہ جب کبھی بھی کوئی شخص ہماری آزادی میں مخل ہوتا ہے تو وہ فوراً ہماری مدد کرتے ہیں۔ اور ہمارے ابنائے وطن کے ظلم سے ہمیں بچاتے ہیں۔ پس ان تلخ تجربات کی موجودگی میں ہندوستانیوں کو سیلف گورنمنٹ کا دیا جانا ہم اپنی جماعت کے لئے اور دیگر قلیل التعداد جماعتوں کے لئے ہلاکت سمجھتے ہیں اور برٹش انصاف سے امید کرتے ہیں کہ ایسے کھلے کھلے واقعات کی موجودگی میں وہ قلیل التعداد جماعتوں کو ہلاکت میں نہیں ڈالے گا۔"[1]

اس حریت کش مطالبہ کے علاوہ دوسرا اہم مقصد اعلان بالفور کے سلسلے میں مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنا تھا۔ مولف تاریخ احمدیت نے اس ملاقات کے ایک ہی مقصد کی طرف اشارہ کیا ہے۔[2] ہم اس کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں جو ملاقات کی اصل غرض و غایت تھی۔ الفضل قادیان نے اس ملاقات کا ذکر کرتے وقت اس کی غرض "نہایت اہم اور ضروری امور" پر گفتگو بتائی ہے۔

الفضل قادیان مرزا محمود کی وزیر ہند سے ملاقات کے بارے میں رقم طراز ہے :

"اس دن چھ بجے شام کا وقت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے وزیر ہند صاحب کے ساتھ انٹرویو (ملاقات) کا مقرر تھا۔ ٹھیک وقت پر حضرت خلیفۃ المسیح وہاں پہنچ گئے۔ ایک یورپین صاحب احاطہ کے دروازہ تک آپ کے استقبال کے لئے آئے جن کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح مع چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لا جو بطور ترجمان مقرر ہو چکے تھے اندر تشریف لے گئے۔ اور دروازہ کے پاس اس خیمہ میں بٹھائے گئے جو انتظار کے لئے مقرر تھا۔ دو تین منٹ بعد مسٹر رابرٹ ممبر پارلیمنٹ تشریف لائے اور ساتھ وزیر ہند صاحب کے خیمہ کی طرف لے گئے۔ جو انتظار کے خیمے سے سو گز سے زیادہ فاصلہ پر تھا۔ وزیر ہند صاحب نے نہایت خوش اخلاقی سے ملاقات کی اور ۳۵ منٹ تک نہایت اہم اور ضروری امور پر اپنے اور مسٹر رابرٹ ممبر پارلیمنٹ

---

[1] سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایڈریس دہلی، ۱۵ نومبر ۱۹۱۷ء۔ میگزین پریس قادیان صد ۱۳

[2] تاریخ احمدیت جلد پنجم صد ۲۲۷

نے گفتگو فرمائی۔ جو نہایت کامیابی اور عمدگی کے ساتھ ہوئی اور مندرجہ بالا جلیل القدر اصحاب نے پوری توجہ سے سنی امید ہے کہ یہ گفتگو ہماری جماعت کے لئے نہایت مفید اور بابرکت نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔[1]

ہندوستان میں مرزا محمود سیاسی امور پر گفت و شنید کر رہے تھے اور انگلستان میں قادیانی مبلغ قاضی عبداللہ بیت المقدس میں برطانوی کمانڈر ایلن بی کے داخلے اور سقوط فلسطین پر یہودیوں کی خوشیوں میں شریک ہونے کے لئے صیہونی پریس میں مضامین لکھ رہا تھا۔ مبلغ مذکور نے اس خوشی کے موقع پر ایک مضمون برطانوی اخبار میں شائع کر کے اس کی ایک کاپی اور ایک خط وزیر اعظم انگلستان لائڈ جارج کو ارسال کیا جو یہودیوں کو قیام وطن کے مژدے سنا رہا تھا۔ لائڈ جارج کے یہودی سیکریٹری سر فلپ ساسون (SIR PHILIP SASSOON) نے قادیانی مبلغ کے مضمون پر وزیر اعظم کی طرف سے شکریے کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ مسٹر لائڈ جارج اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔[2]

جنگ عظیم کا خاتمہ

۱۹۱۸ء میں اتحادیوں نے جنگ عظیم میں فتح حاصل کر لی جرمنی کے قیصر ولیم ہالینڈ فرار ہو گئے۔ اور جرمنی کے اتحادیوں نے جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ ترکی سلطنت تباہ ہو کر رہ گئی۔ ترکی کی تباہی اور اتحادیوں کی فتح کی خوشی میں قادیان میں ایک جشن منایا گیا ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمان ترکی کی تباہی پر خون کے آنسو بہا رہے تھے۔ جلسے کئے جاتے چندے جمع ہوتے اور نوجوان گرفتاریاں پیش کرتے تاکہ انگریز پر سیاسی دباؤ ڈالا جا سکے۔[3]

قادیانی ۱۹۱۴ء سے آل عثمان کی سلطنت کی تباہی اور ان کے مٹا دئے جانے کا اعلان کر رہے تھے انہوں نے بار بار واضح کیا کہ ترکوں سے ان کا قطعاً کوئی مذہبی تعلق نہیں ان کے خلیفہ مرزا محمود ہیں۔ اور دنیاوی سلطان بادشاہ حضور ملک معظم برطانیہ ہیں۔

جنگ عظیم میں برطانیہ کی فتح کی خوشی کے جلسے کی کارروائی ملاحظہ فرمائیں جو قادیان میں منعقد ہوا۔ ۱۳؍ تاریخ (۱۳؍ نومبر ۱۹۱۸ء) جس وقت جرمنی کے شرائط صلح منظور کر لینے اور التوائے جنگ

---

[1] الفضل قادیان ۲۰؍ نومبر ۱۹۱۷ء [2] الفضل قادیان ۱۹؍ مارچ ۱۹۱۸ء

[3] ملاحظہ فرمائیں اے کے مجید "دی انڈین خلافت موومنٹ $\frac{1915}{1930}$" کراچی ۱۹۷۲ء

کے کاغذ پر دستخط ہو جانے کی اطلاع قادیان پہنچی تو خوشی اور انبساط کی ایک لہر برقی سرعت کے ساتھ تمام لوگوں کے قلوب میں سرایت کر گئی۔ اور جس نے اس خبر کو سنا نہایت شاداں و فرحاں ہوا۔ دونوں سکولوں انجمن ترقی اسلام اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں تعطیل کر دی گئی۔ بعد نماز عصر مسجد مبارک میں ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی طرف سے گورنمنٹ برطانیہ کی فتح و نصرت پر خوشی کا اظہار کیا اور اس فتح کو جماعت احمدیہ کے اغراض و مقاصد کے لئے نہایت فائدہ بخش بتایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طرف سے مبارک باد کے تار بھیجے گئے اور حضور نے پانسو روپیہ اظہار مسرت کے طور پر ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کی خدمت میں بھجوایا کہ آپ جہاں پسند فرمائیں خرچ کریں۔ پیشتر ازیں چند روز ہوئے ٹرکی اور آسٹریا کے ہتھیار ڈالنے کی خوشی میں حضور نے پانچ ہزار روپیہ جنگی اغراض کے لئے صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں بھجوایا۔ فتح کی خوشی میں مولوی عبدالغنی صاحب نے بحیثیت سکرٹری انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ' اور جناب شیخ یعقوب علی صاحب نے بلحاظ اڈیٹر الحکم ہز آنر لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں مبارک باد کا تار بھیجا۔[1]

الفضل نے مزید لکھا کہ اس جنگ میں برطانیہ کی فتح مرزا محمود کی دعا کی قبولیت کی وجہ سے ہوئی ہے اور " خدا کا ایک بہت بڑا فضل یہ ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ کا اقتدار و اثر اور بھی زیادہ بڑھنے سے وہ ممالک بھی احمدیت کی تبلیغ کے لئے کھل گئے ہیں جو اب تک بالکل بند تھے جہاں بالخصوص احمدیت کی بڑی ضرورت تھی۔"[2]

جنگ کابل

۱۹۱۷ء میں اشتراکی انقلاب نے ہندوستان کے حریت پسندوں اور کابل حکومت کو اس امر کا احساس دلایا کہ وہ ترقی پسند نظریات کی حامل روس کی انقلابی حکومت سے دست تعاون بڑھائیں۔ ۱۹۱۹ء میں امان اللہ امیر افغانستان نے برطانوی تسلط کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا۔ پشاور اور قبائلی علاقوں میں کابل حکومت کے حق میں زبردست تحریک جاری تھی۔ انگریز نے ڈیڑھ لاکھ فوج سرحد پر جمع کر دی جلال آباد اور کابل پر بم باری کی گئی۔ بالآخر امان اللہ نے انگریز سے

---

[1] الفضل قادیان ۲۳ نومبر ۱۹۱۸ء [2] ایضاً

صلح کرلی لیکن معاہدہ راولپنڈی کے تحت انگریز کو کابل کی خود مختار حیثیت تسلیم کرنی پڑی۔

جنگ کابل شروع ہوتے ہی قادیانیوں نے اعلان کیا کہ وہ افغانستان کے خلاف جانی مالی ہر قسم کی مدد دینے کو تیار ہیں کیونکہ یہی وہ ملک ہے جہاں ان کے آدمی سنگسار ہوئے۔ الفضل قادیان لکھتا ہے :۔

"اس وقت کابل نے گورنمنٹ انگریزی سے نادانی سے جنگ شروع کر دی ہے احمدیوں کا یہ فرض ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لئے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے نہایت قیمتی وجود مارے گئے اور ظلم سے مارے گئے۔ اور بے سبب و بلا وجہ مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں۔ اس لئے صداقت کے قیام کے لئے گورنمنٹ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کے لئے گورنمنٹ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔ پس کوشش کرو تمہارے ذریعے وہ شاخیں پیدا ہوں جن کی حضرت مسیح موعود نے اطلاع دی ہے"[1]

لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش کئے جانے والے ایڈریس میں قادیانیوں نے جنگ کابل کے دوران اپنی "خدمات جلیلہ" کے متعلق کہا :۔

"جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی۔ امداد علاوہ اور قسم کی خدمات کے ایک ڈبل کمپنی پیش کی جس کی بھرتی بوجہ جنگ کے بند ہو جانے کے رک گئی ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اس کے لئے نام لکھوا چکے تھے اور خود ہمارے سلسلہ کے بانی کے چھوٹے صاحبزادے اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے"[2]

۱۹۲۰ء میں قادیانیوں نے افغانستان کے روس سے دوستانہ تعلقات قائم ہونے کے بعد سازشوں کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا ان کارروائیوں کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ افغانستان کی فوج کو ترکی جرنیل

---

[1] الفضل قادیان ۲۷ رمئی ۱۹۱۹ء

[2] الفضل قادیان۔ ۴ جولائی ۱۹۲۱ء

اور سابق جی او سی شام جمال پاشا ترتیب دے رہے تھے۔ جنگ عظیم اول کے بعد یورپ میں کارل ریڈک نے ان کی ملاقات امیر امان اللہ سے کرائی جنہوں نے آپ کو ملازم رکھ لیا تاکہ افغان افواج کو جدید طریقوں پر تیار کریں۔ ۱۹۲۰ء میں تاشقند میں نظر بند ترکی افسروں سے ملاقات کر کے آپ نے ایک جماعت بنائی اور افغانستان میں فوجی انسپکٹر جنرل کا عہدہ سنبھالا۔ قادیانیوں نے ان کو خطوط لکھے کہ افغانستان میں ان پر ظلم ہو رہا ہے اگرچہ وزیر خارجہ افغانستان نے قادیانیوں کو یقین دہانی کرا چکے تھے کہ ان کو بلاوجہ تنگ نہیں کیا جائے گا[1] لیکن بعض علاقوں میں قادیانیوں نے بدستور سازشیں کیں۔ بدنام برطانوی جاسوس عبدالکریم خان کے خوست میں بدامنی پھیلانے میں قادیانیوں نے ان کی پشت پناہی کی۔ یہ شخص بعد میں ہندوستان بھاگ آیا۔ انگریز نے اس کو سیاسی پناہ دے دی۔ دریں اثنا مرزا محمود نے نعمت اللہ قادیانی کو قادیان سے تربیت دے کر کابل روانہ کیا جہاں وہ کچھ عرصہ بعد تخریب کاری کے جرم میں گرفتار ہو گیا۔ اور اپنے مشن کو کامیابی سے ہمکنار نہ کر سکا۔

روس میں جاسوسی

وسط ایشیا میں مرزا غلام احمد کے زمانے میں کی جانے والی قادیانی سازشوں کا اجمالی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ آپ کے مرنے کے بعد ان کا سلسلہ اور وسیع ہو گیا۔ ۱۹۱۷ء کے بعد جب روس کی اشتراکی حکومت برسر اقتدار آ گئی تو قادیانیوں نے اپنی سرگرمیوں میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ اس کے علاوہ بعض علمائے حق جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ پیش پیش تھے۔ کابل اور وسط ایشیا کو مرکز بنا کر حریت پسندوں کو آزادی کی تحریک میں حصہ لینے کے لئے تیار کر رہے تھے۔

قادیانیوں نے ان تحریکات اور ان کے مراکز کے خلاف جاسوسی اور تخریب کاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بعض واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ الہندؒ کی تحریک آزادی کے دور میں انہوں نے ان علاقوں میں مضبوط قدم جما رکھے تھے۔ اور وہاں موجود برطانوی انٹلی جنس سے خصوصی روابط پیدا کر رکھے تھے۔ ۲۸ فروری ۱۹۲۱ء کو سوویت روس اور افغانستان دوستی کے معاہدے پر دستخط ہو گئے[2]

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم

[2] ایم حریش، سوویت نارن، ماسکو صفحہ ۱۳۲

روس نے ایک طرف تو برطانیہ سے تعلقات استوار کئے اور دوسری طرف تاشقند میں ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے آزادی پسندوں کے لئے تربیتی مراکز قائم کئے۔ بیسویں صدی کی دوسری دھائی میں وسط ایشیا میں ساڑھے تین ہزار ہندوستانی انقلابی تربیت حاصل کر رہے تھے۔[1] ان ہی میں سے بعض اشتراکیوں جیسے ایم این رائے۔ محمد علی۔ بی ایم اچاریہ وغیرہ نے ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ کئی انتہا پسند کمیونسٹ دہشت پسندانہ کارروائیوں میں ملوث رہے۔ کیونکہ وسیع پیمانے پر توڑ پھوڑ کو آزادی کے حصول کا اہم ذریعہ سمجھتے تھے۔

۱۹۲۱ء میں مرزا محمود نے حریت پسندوں کے مراکز کی جاسوسی کرنے کے لئے محمد امین قادیانی کو روس روانہ کیا۔ فتح محمد سیال، قادیانی مبلغ انگلستان لکھتے ہیں:۔

"۱۹۲۱ء میں ہم نے اپنے دوست مولوی محمد امین خان صاحب کو بطور مبلغ بھیجا چونکہ حکومت برطانیہ اور روس کے تعلقات جنگ کے بعد خراب چلے آرہے تھے اس لئے پاسپورٹ نہ مل سکا۔ مولوی صاحب نے ایران تک پیدل سفر کیا۔ اور ایران کے راستے روس میں داخل ہوئے۔ روسی حکومت کے آدمیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور انگریزی جاسوس سمجھ کر جیل خانے میں ڈال دیا۔ مولوی صاحب موصوف دو سال مختلف جیل خانوں میں رہے اور ان کی سختیوں کو برداشت کرتے رہے کئی وقت ایسے آئے جب کہ انہوں نے مولوی صاحب کو گولی سے مار دینے کا ارادہ کیا۔ اس دو سال کے عرصے میں جیل خانوں سے بعض دفعہ رہائی پا کر چند ماہ ان کو ایسے ملے جس میں وہ لوگوں کو مل کر وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت کا اندازہ کر سکے۔ اور ان کو تعلیم اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کر سکے۔ دو سال بعد وہ واپس تشریف لائے لیکن تھوڑے سے عرصے بعد ہمارے امام نے پھر دوبارہ ان کو بھیجا اور اب کی دفعہ ان کے ساتھ ایک اور نوجوان دوست مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل کو بھی بھیجا۔ یہ دونوں صاحب پھر ایران کے راستے روس میں داخل ہوئے۔"[2]

قادیانیوں کی سرگرمیوں کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تخریب پسند برطانوی انٹلی جنس

---

[1] جوزف کوربل، ڈینجر ان کشمیر، نیویارک ص ۳۰۲

[2] چوہدری فتح محمد سیال، جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات، لاہور، ۱۹۲۷ء ص ۳۰

کی معاونت سے وسط ایشیا خصوصاً بخارا میں ایک سیاسی مرکز قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ اس علاقہ کی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر وہ افغانستان اور روس دونوں کے خلاف سازشوں میں حصہ لے سکتے تھے۔ اس بات کا سراغ مرزا محمود کی بعض تحریرات سے بھی ملتا ہے خصوصاً ۱۹۲۲ء میں پرنس آف ویلز کے ہندوستان آنے کے موقع پر مرزا محمود نے جو کتاب "تحفۂ شاہزادہ ویلز" تالیف کی اس میں ان کے سیاسی عزائم کی جھلک موجود ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"روس کے ملک کے متعلق (مرزا غلام احمد کی) ان پیش گوئیوں کے علاوہ جو پہلے بیان ہو چکی ہیں اور جو پوری ہو چکی ہیں۔ آپ کی یہ بھی پیش گوئی ہے کہ اس ملک کی حکومت آخر احمدیوں کے ہاتھ آ جاوے گی۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ بخارا کے ملک میں خاص طور پر اس سلسلہ کو قریب زمانہ میں پھیلا دے گا"[1]

۱۹۲۳ء میں قادیانی مبلغ جب دوبارہ روس پہنچا تو انگریزوں کی جاسوسی کے جرم میں گرفتار ہو گیا عشق آباد کی جیل میں کچھ عرصہ قید رہنے کے بعد حکومت نے اس کے ہرات (افغانستان) کی طرف اخراج کا حکم دیا لیکن یہ شخص روسی پولیس کی حراست سے بھاگ کر بخارا چلا گیا وہاں پھر جاسوسی کے الزام میں گرفتار ہوا اور پولیس نے اسے ایران کی سرحد پر دھکیل دیا لیکن بعض برطانوی مددگاروں کی معاونت سے یہ قادیانی جاسوس کاکان ریلوے سٹیشن سے روسی پولیس کی حراست سے بھاگ کر دوبارہ بخارا پہنچ گیا۔ ایک ہفتہ بعد پولیس نے اسے بخارا سے پھر گرفتار کر لیا۔ جہاں سے کاکان اور پھر سمرقند پہنچایا گیا۔ وہاں قید رہنے کے بعد کسی نہ کسی طرح چھوٹ کر پھر بخارا آ گیا لیکن روسی پولیس نے اس نام نہاد قادیانی مبلغ کو ٹھہرنے نہ دیا۔[2]

قادیانی مبلغ محمد امین اپنے ایک خط میں جو الفضل قادیان میں شائع ہوا اپنی "تبلیغی" داستان کو سناتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"روسیہ میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش گورنمنٹ کے باہمی مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لئے جہاں میں اپنے سلسلے کی تبلیغ کرتا تھا وہاں لازماً

---

[1] مرزا محمود احمد، تحفۂ شاہزادہ ویلز، لاہور ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۱۲

[2] الفضل قادیان، ۲۴ اگست ۱۹۲۳ء

مجھے حکومت انگریزی کی خدمت گزاری کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ ہمارے سلسلہ کا مرکز ہندوستان میں ہے تو ساتھ ہی ہندوستانی حکومت کے احسانات اور مذہبی آزادی کا ذکر کرنا پڑتا تھا۔" [1]

دوسری بار مولوی محمد امین کے ساتھ جانے والا قادیانی ظہور حسین بھی جاسوسی کے الزام میں گرفتار ہوا اور کافی عرصہ قید رہنے کے بعد برطانوی سفیر مقیم ماسکو کی مداخلت سے رہا ہوا۔ مؤلف تاریخ احمدیت نے اس امر کا اعتراف کیا ہے [2] قادیانیوں نے وائسرائے لارڈ ارون کو جو ایڈریس پیش کیا اس میں حکومت کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی خصوصی مداخلت سے قادیانی مبلغ کو رہائی نصیب ہوئی۔ ایڈریس میں مذکور ہے:۔

"ہم اس موقع پر گورنمنٹ برطانیہ کا شکریہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اس نے ہر حالت میں ہماری حفاظت کی ہے اور پچھلے دنوں میں ہی جناب کے زمانہ وائسرائیلٹی میں ہمارے ایک مبلغ مولوی ظہور حسین صاحب کو جنہیں روسی گورنمنٹ نے قید کر لیا ہوا تھا۔ جناب کی گورنمنٹ نے نہایت سخت قید سے جس کا گہرا اثر ان کی صحت پر پڑا ہے نکال کر بحفاظت تمام مرکز سلسلہ میں پہنچایا ہے جس کا ہم ایک دفعہ پھر اس موقع پر بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔" [3]

یاد رہے ۱۹۳۷ء میں مرزا محمود کے خلاف فخر ملتانی اور عبدالرحمٰن مصری کی تحریک کے زمانے میں مولوی محمد امین نے بعض سیاسی سازشوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن سابق مبلغ انگلستان فتح محمد سیال نے انہیں نہایت بے دردی سے کلہاڑیاں مار مار کر ہلاک کر دیا۔ قتل کے اس واقعے کے خلاف کچھ کارروائی نہ ہو سکی [4] کیونکہ ایک تو یہ قتل مرزا محمود کے ایما پر ہوا۔ دوسرے قادیان میں مرزا محمود نے متوازی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اور کسی شخص میں یہ جرأت نہ تھی کہ سیال کے خلاف گواہی دے۔ ایک قادیانی نے ان واقعات کو قلم بند کرنے کی کوشش کی۔ لیکن قتل کے ڈر سے باز رہے۔ کھوسلے کے مشہور فیصلے میں ان امور کا ذکر موجود ہے۔

ترکی میں قادیانی فوجی انقلاب

جنگ عظیم اول کے دوران اتحادیوں کی بحری قوت پر گیلی پولی (قسطنطنیہ) کے معرکے (۱۹۱۵ء) میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ضرب کاری لگائی اور فوجی تدابیر

---

[1] الفضل قادیان ۲۰ ستمبر ۱۹۲۳ء

[2] تاریخ احمدیت جلد پنجم صہ ۲۲۵

[3] الفضل قادیان ۸ مارچ ۱۹۳۰ء

[4] چوہدری افضل حق، تاریخ احرار صہ ۱۸۹

بہادری کے جوہر دکھائے۔ ترکوں کی جنگ میں شکست کے بعد آپ نے تحریک آزادی جاری رکھی اور مارچ ۱۹۱۹ء میں برسراقتدار آنے والی فرید پاشا کی کابینہ نے جب انگریزی کی حمایت کی پالیسی اپنائی تو مصطفیٰ کمال نے اس کے خلاف قوم پرست عناصر کو متحد کیا۔ ان کی جدوجہد سے علی رضا کی کابینہ میں قوم پرستوں کو اکثریت حاصل ہو گئی[1]

مرزا محمود نے برطانوی انٹلی جنس کے مشورے سے مصطفیٰ صغیر کا انتخاب کر کے انہیں معراج الدین سپرنٹنڈنٹ سی۔آئی۔ڈی کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کیا تا کہ مصطفیٰ کمال کو قتل کرایا جا سکے لیکن وہ قبل از اقدام گرفتار ہو گیا[2]

جنوری ۱۹۲۰ء میں ترک پارلیمنٹ نے برطانوی تسلط سے آزادی کے لئے چھ نکاتی قومی پیکٹ منظور کیا۔ اس پر عمل درآمد روکنے کے لیے جنرل سر جارج ملنے نے قسطنطنیہ پر فوج کشی کی جس کے نتیجے میں ۲۳ر اپریل ۱۹۲۰ء کو مصطفیٰ کمال نے انقرہ میں آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ مرزا محمود نے قادیانی تخریب کاروں کا ایک دستہ خفیہ طور پر ترکی روانہ کیا لیکن کئی آدمی قبل از سازش گرفتار کر لیے گئے۔ مرزا محمود فرماتے ہیں:-

"جب ہمارے بعض آدمی ان کے علاقے (ترکی) میں گئے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا"[3]

۱۹۲۰ء میں مصطفیٰ کمال کے انقرہ میں آزاد حکومت کے قیام کے اعلان کے بعد چار سال کی جدوجہد کے نتیجے میں ترکی نے آزادی حاصل کر لی۔ نومبر ۱۹۲۴ء میں رؤف بے کی ری پبلکن پارٹی نے وزیراعظم عصمت انونو کی معاشی پالیسیوں پر تنقید کی۔ تحریک عدم اعتماد پیش ہوئی۔ انونو نے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ فتحی بے وزیراعظم بنے۔ ان تمام سالوں میں قادیانی خفیہ طور پر ترکی کے خلاف سازش کرتے رہے۔ فوج میں ایک اچھا خاصا عنصر قادیانی اشاروں پر کام کر رہا تھا۔ ان "جوان ترکوں" (Young Turks) کا سرغنہ کو رہنما سعد پاشا تھا جو قادیانیت قبول کر چکا تھا اور اقتدار کا خواہاں تھا۔ سعد پاشا نے مناسب موقع جان کر فوجی بغاوت (coup) کر دی۔ لیکن اپنے

---

[1] ایڈ انسائیکلو پیڈیا آف ورلڈ، لندن ۱۹۷۰ء [2] آغا شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت، لاہور ۱۹۷۶ء

[3] الفضل قادیان ۱۱ر اپریل ۱۹۲۱ء

جملہ ساتھیوں سمیت گرفتار ہوا۔ ملک میں مارشل لاء لگ گیا۔ قادیانی ٹولے کا کورٹ مارشل ہوا پوچھ گچھ کے دوران انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ مرزا محمود فرماتے ہیں:۔

"کرد لیڈر سعید پاشا جس نے مصطفےٰ کمال کے زمانہ میں بغاوت کی احمدی تھا اور اس کا کورٹ مارشل ہوا اس کا بیان ترکی اخبارات میں شائع ہوا اور وہاں سے مصری اخبار نے نقل کیا۔"[1]

اس سازش کا اعتراف ۱۹۵۸ء میں کیا گیا حالانکہ اس زمانے میں عرب پریس نے قادیانی سازش کا مکمل کھوج لگا لیا تھا۔ لیکن مرزا محمود نے معنی خیز خاموشی اختیار کئے رکھی۔ ۱۹۲۴ء کے بعد بھی ترکی میں جو سیاسی سازشیں ہوئیں ان میں کسی نہ کسی طرح سے قادیانی ہاتھ تھا۔ اگست ۱۹۲۶ء میں الفضل قادیان لکھتا ہے:۔

"ترکی حکومت کے خلاف نئی سازش نے جہاں یہ ثابت کر دیا ہے کہ ابھی تک اس کے ارکان کی حالت ایسی نہیں وہ سلطنت کے سچے خیر خواہ نہیں اور ترکی کے شیرازے میں ٹوٹنے والے دھاگے موجود ہیں وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے سالہا سال قبل سلطنت ٹرکی کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل درست ہے اور اس کا ظہور اب بھی ہو رہا ہے جب کہ پہلی حکومت ترکی کی خاک تک اکھیڑ کر پھینک دی گئی ہے۔"[2]



---

[1] الفضل ربوہ ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء

[2] الفضل قادیان ۱۹ اگست ۱۹۲۶ء

فصل ششم

مرزا محمود کی لندن یاترا

لندن کی بشارتیں

۱۹۲۴ء میں لندن سے دعوت ملنے پر مرزا محمود احمد نے ایک سیاسی دورے کی تیاریاں شروع کر دیں بظاہر یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ آپ لندن میں ایک مذہبی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے جا رہے ہیں لیکن یہ ایک ثانوی بات تھی۔ مرزا محمود کے الہامات و کشوف کے مجموعے المبشرات میں مذکور ہے کہ آپ کو مجوزہ دورے سے پہلے ہی لندن جانے کی بشارتیں مل چکی تھیں۔ لکھا ہے:۔

"حضرت امام جماعت احمدیہ ویمبلے نمائش کے ارباب لبست وکشاد کی دعوت خاص پر ۱۹۲۴ء کے آخر میں لندن تشریف لے گئے ۔۔۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ولایت جانے کی تحریک سے بھی تین ماہ قبل بذریعہ رویا بشارت دی گئی کہ حضور کے لئے انگلستان کا سفر مقدر ہے جو اپنے جلو میں عظیم برکات لانے کا موجب ہوگا۔"[1]

مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی تحریرات کی طرف توجہ فرمائی تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ قرآن مجید میں ذوالقرنین (مسیح موعود۔۔۔ حضرت مسیح موعود نے لیکچر لاہور اور براہین احمدیہ حصہ پنجم پر تحریر فرمایا ہے کہ ذوالقرنین کے قرآنی واقعہ میں میرے متعلق پیش گوئی ہے اور میرا نام ذوالقرنین رکھا گیا ہے۔ اب ذوالقرنین کی نسبت قرآن مجید میں لکھا ہے کہ اس نے مغربی ممالک کی طرف سفر کیا۔ ثابت ہوا کہ مسیح موعود یا اس کے جانشین کو ان ممالک کی طرف ضرور سفر کرنا پڑے گا ۔۔۔ حاشیہ) یا اس کے نائب کے سفر

---

[1] المبشرات، ادارۃ المصنفین ربوہ ص ۲۰۰

یورپ کی اور حدیث شریف میں سفر دمشق کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ ذوالقرنین کے سفر کے متعلق واقعہ پر مزید غور کرتے ہوئے حضور (مرزا محمود) نے معلوم کیا کہ یہ سفر (بنیادی اغراض کے اعتبار سے) تبلیغ کے لئے نہیں بلکہ مغربی ممالک میں اسلامی انقلاب کی تبلیغی سکیم تیار کرنے کے لئے کیا جائے گا۔[1]

۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء کو مرزا محمود اپنی ایک رویاء کے مطابق " ولیم دی کنکرر" یا ولیم فاتح بن کر اپنے بارہ رفقاء کے ساتھ لندن روانہ ہوئے۔

آپ کے اس سیاسی دورے کی غرض و غایت بین الاقوامی سیاسیات کے پس منظر میں متعین کی جاسکتی ہے ۱۹۲۴ء کو برطانوی تاریخ میں اتار چڑھاؤ اور معاشی کساد بازاری کا سال قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سال انگلستان میں وزیر اعظم ریمزے میکڈانلڈ برسر اقتدار آگئے تھے جن کی کامیابی میں یہودیوں کی کوششوں کو خاصا دخل تھا۔ کئی ممالک میں آزادی کی تحریکات چل رہی تھیں۔

ترکی میں برطانوی سامراج کو شکست دینے کے بعد ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو ایک آزاد ریاست قائم ہو چکی تھی۔ جس کے صدر مصطفیٰ کمال اور وزیر اعظم عصمت پاشا تھے۔ شام میں حریت پسند فرانسیسی استعمار کے خلاف برسر پیکار تھے۔ عراق نے برطانیہ سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے تھے۔ اور ۲۷ مارچ ۱۹۲۴ء کو عراق کی آئین ساز اسمبلی نے برطانیہ سے تعاون کے معاہدے کی توثیق کر دی تھی۔

مصر میں سامراج مخالف تحریک کے بعد سعد زغلول وزیر اعظم (جنوری ۲۴ء) کو بن چکے تھے۔ ہندوستان میں تحریک عدم تعاون زوروں پر تھی اور یہودی وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ اسے کچلنے میں مصروف تھا عالمی معاشی حالات دگرگوں تھے۔ کیونکہ جنگ کے نتیجے میں مالیاتی نظام ابتر ہو چکا تھا اور کساد بازاری کا دور دورہ تھا۔

فلسطین برطانوی انتداب میں

مشرق وسطیٰ کی سیاست میں ایک اہم واقعہ فلسطین کا برطانوی انتداب میں آنا تھا گو اس امر کے پہلے سے آثار موجود تھے کہ برطانیہ اس علاقے پر قبضہ جما کر یہود کو آباد ہونے میں مدد بہم پہنچائے گا۔ اعلان بالفور (۱۹۱۷ء) پیرس کانفرنس (۱۹۱۹ء) انتداب کے سوال پر منعقد ہونے والی سان ریمو کانفرنس اور برطانوی

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۳۹۳

وزرائے اعظم اور صیہونی کانگرس کے صدر کے اعلانات اس امر کے موئید تھے۔ برطانیہ کے بھرپور تعاون کے علاوہ امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے یہودیوں کی حمایت کا اعلان کر رکھا تھا۔ جون ۱۹۲۲ء میں امریکی سینٹ اور ہاؤس آف نمائندگان نے ایک قرارداد منظور کر کے امریکی صدر وارن جی ہارڈنگ کو پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ امریکہ برطانیہ پر زور دے کہ وہ یہودیوں کے فلسطین میں قیام وطن کے لئے موافق معاشی، انتظامی اور سیاسی حالات پیدا کرے۔ صدر امریکہ نے اس پر دستخط کر کے اسے حکومت برطانیہ کو بھیج دیا۔ ۲۴ جولائی ۱۹۲۲ء کو لیگ آف نیشنز نے برطانوی انتداب کی توثیق کر دی۔ اس کے بعد انتدابی حکومت نے ایک منظم طریقے سے فلسطینی عربوں کو بے دخل کر کے ان کی زمین یہودی آباد کاری کو عطا کیں۔ یہودی آباد کاری کو تمام تر قانونی اور غیر قانونی طریقوں سے آسان بنایا۔ یہود کے لئے امیگریشن بیورو قائم کیا۔ اقتصادی امداد اور سیاسی مراعات دی گئیں۔ انہیں اسلحہ سے لیس کیا گیا۔ حریت پسند عربوں کو مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ اور ان کی وہ زبردست تحریک مزاحمت کچل دی گئی۔ جو ستمبر ۱۹۲۰ء میں برطانیہ کے اس آرڈیننس کے احتجاج میں کہ ۱۶ ہزار یہودی سالانہ فلسطین میں آباد ہوں، جاری تھی۔ مئی ۱۹۲۱ء میں جافہ میں کئی حریت پسند شہید کر دئے گئے۔ اور فلسطین کے طول و عرض میں مارشل لا لگا دیا گیا۔[1]

پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں فلسطین میں یہود کی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ اس علاقے کے برطانوی انتداب میں آنے سے قبل یہودی ایجنسی (Jewish Agency) قائم ہو چکی تھی جو یہودیوں کے سیاسی، معاشی اور مذہبی مفادات کے تحفظ کے لئے کوشاں تھی۔ اس کا صدر عالمی صیہونی تنظیم کا صدر ویزمان تھا، اور قائمہ منتظمہ کمیٹی ([illegible] Committee) کا سربراہ ڈیوڈ بن گوریان تھا۔ ایجنسی کا ہندوستان کے یہودی وائسرائے لارڈ ریڈنگ اور انڈیا آفس سے گہرا رابطہ تھا۔ اور اس کے فارن پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کا سربراہ وکٹر آرلو سوروف عربوں کا سخت دشمن تھا۔ فلسطینی مسلمان مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کی قیادت میں سامراج کے خلاف برسر پیکار تھے۔

---

[1] نئی قیادت ری سٹیٹ آف اسرائیل صد ۳۱

فلسطین میں ساز باز

یہ وہ عالمی حالات تھے جن میں مرزا محمود ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء کو قادیان سے عازم سفر ہوئے۔ بمبئی سے بذریعہ جہاز ۲۳ جولائی کو عدن پہنچے۔ اگلی صبح پورٹ سعید کے لئے روانہ ہوئے۔ دوران سفر آپ نے شام و مصر میں قادیانی تبلیغ کے موضوع پر کئی گھنٹے دوستوں سے صلاح و مشورے کئے اور ایک سکیم تجویز کی۔ دوستوں کو تاکید کی کہ سفر کی اہمیت، مقصد کی عظمت اور مشکلات کے پیش نظر تمام وقت اس کی تیاری میں صرف کریں[۵۴] ۲۹ جولائی کو پورٹ سعید سے قاہرہ پہنچے اور قادیانی مبلغ مقیم مصر شیخ محمود احمد عرفانی کے پاس قیام کیا۔ برطانوی ہائی کمشنر اور قاہرہ انٹیلی جنس بیورو سے مذاکرات کے بعد بیت المقدس کے راستے دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے اس سفر میں فلسطین کے دورہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اس لئے اس کا ذرا مفصل ذکر کیا جاتا ہے۔

قاہرہ سے قادیانی طائفہ فلسطین پہنچا تو صیہونیوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ بیت المقدس میں پہنچ کر مرزا محمود احمد نے اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعود کی وحی اور پیش گوئیوں کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی ضرور اس ملک فلسطین میں آباد ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مؤلف تاریخ احمدیت، دورہ فلسطین کے واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حضور (مرزا محمود احمد صاحب ـــ مؤلف) فرماتے ہیں وہاں کے بڑے بڑے مسلمانوں سے ملا ہوں میں نے دیکھا کہ وہ مطمئن ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہودیوں کو نکالنے میں کامیاب ہو جائیں مگر میرے نزدیک ان کی رائے غلط ہے یہودی تو اپنے آبائی ملک پر قبضہ کرنے پر تلی ہوئی ہے ..... قرآن شریف کی پیش گوئیوں اور حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ضرور اس ملک میں آباد ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ (آج کے واقعات نے حضور کے الفاظ کی لفظاً لفظاً تصدیق کر دی ـــ حاشیہ از قادیانی مؤلف)[۵۵]"

مرزا محمود کے دورے کے وقت سر ہربرٹ سیموئیل (۱۸۷۰ء ـــ ۱۹۶۳ء) ہائی کمشنر فلسطین تھا جو یہودی برادری کا ممتاز فرد تھا۔ بعد میں یہ وائی کونٹ سیموئیل کہلایا۔ ان دنوں یہ سیاسی گفتگو کے لئے لندن گیا ہوا تھا۔ اور اس کی جگہ سر گلبرٹ کلیٹن کام کر رہا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یہ وہی گلبرٹ کلیٹن ہے جو مصر

---

۵۴ تاریخ احمدیت جلد پنجم صہ ۴۰۹   ۵۵ تاریخ احمدیت جلد پنجم صہ ۴۱۱

میں ملٹری انٹلی جنس کا سربراہ تھا۔ لارنس آف عریبیا کا خصوصی معاون اور فلسطین پر غاصبانہ فوجی تسلط جمانے والے جنرل ایلن بی کا مشیر خاص رہ چکا تھا۔ ترکوں کی شکست اور عربوں کو بغاوت پر اکسانے میں اس کا گہرا ہاتھ تھا۔ اس نے مشرق وسطیٰ میں نہایت منظم جاسوسی کا نظام تشکیل دیا۔ اور عربوں سے جھوٹے وعدے کرنے اور انہیں جھانسہ دینے میں نہایت مکروہ کردار ادا کیا۔ مرزا محمود نے جاتے ہی اس سے طویل ملاقاتیں کیں۔ جیوش ایجنسی کے سربراہ بن گوریاں اور ایجنسی کی خارجہ سیاست کے شعبے کے صدر ڈاکٹر آرلو سوروف (ARLOSOROFF) نے آپ کی فلسطین میں آمد اور سرگرمیوں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ مرزا محمود کی کلیٹن کے ساتھ خفیہ بات چیت اور سیاسی گٹھ جوڑ کی نوعیت کا اندازہ آپ کے درج ذیل بیان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے فرماتے ہیں:

فلسطین کے گورنر جو ہائی کمشنر کہلاتے ہیں اصل ہائی کمشنر آجکل ولایت گئے ہوئے ہیں ان کی جگہ سر کلیٹن کام کر رہے ہیں میں ان سے ملا تھا ایک گھنٹہ تک ان سے کل معاملات کے متعلق گفتگو ہوتی رہی ...... سر کلیٹن صاحب کو پہلی ملاقات میں ہمارے سلسلے سے ہی بہت ہی دلچسپی پیدا ہو گئی اور گو ہم نے دوسرے دن روانہ ہونا تھا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ ڈیڑھ بجے ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں چنانچہ پونے گھنٹہ تک دوسرے دن بھی ان کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی اور فلسطین کی حالت کے متعلق بہت سی معلومات مجھے ان سے حاصل ہوئیں۔[1]

مرزا محمود کا یہ بیان تعجب انگیز نہیں، کیونکہ قادیانیوں نے پہلے ہی یہ اعلان کیا کہ بیت المقدس پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں۔ قادیانی آرگن الفضل تین سال قبل تحریر کر چکا تھا۔

"اگر یہودی اس لئے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح علیہ السلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کے منکر ہیں اور عیسائی اس لئے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا انکار کر دیا ہے۔ تو یقیناً یقیناً غیر احمدی بھی مستحق تولیت بیت المقدس نہیں کیونکہ یہ بھی اس زمانے میں مبعوث ہونے والے خدا کے اولوالعزم نبی کے منکر اور مخالف ہیں۔ اور اگر کہا کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا کہ کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہو کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک تو اسی طرح یہود کے نزدیک مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بھی ثابت نہیں۔ اگر منکرین کے فیصلے سے ایک نبی غیر نبی ٹھہر جاتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۲۱۱

[2] " " "

نبی اور رسول نہ تھے۔ پس اگر ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصول درست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا اور تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں ہے۔[1]

فلسطین میں سیاسی بحث و پیچ کرنے، یہودی اکابرین کو قادیانی سلسلہ کی اہمیت و افادیت سے روشناس کرانے اور ان کی ریاست کے قیام کا مژدہ سنانے کے بعد ۴ اگست کو مرزا محمود اور ان کے حواری دمشق روانہ ہوئے۔

دمشق میں مسلمانوں کا احتجاج

دمشق میں کئی قادیانی، جنگ عظیم اول کے آغاز سے سرگرم سازش تھے۔ ان میں "ابدال" کا سرخیل ولی اللہ زین العابدین تھا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ دمشق پہنچ کر مرزا محمود نے سنٹرل ہوٹل میں ڈیرہ جمایا اور قادیانی مریدوں کے ذریعے ایک سیاسی نوعیت کا تبلیغی پمفلٹ طبع کرا کے وسیع پیمانے پر تقسیم کرایا۔ آپ کی آمد اور پمفلٹ کی تقسیم پر دمشق کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔ ان واقعات کو "الٰہی نشان" قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"دمشق میں گئے تو اول تو ٹھہرنے کی جگہ نہ ملتی تھی مشکل سے انتظام ہوا مگر دو دن تک کسی نے توجہ نہ کی میں بہت گھبرایا اور دعا کی کہ اے اللہ پیشگوئی جو دمشق کے متعلق ہے کس طرح پوری ہوگی۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ ہم ہاتھ لگا کر واپس چلے جائیں۔ تو اپنے فضل سے کامیابی عطا فرما۔ جب میں دعا کر کے سویا تو رات کو یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہو گئے عبدٌ مکرمٌ یعنی ہمارا بندہ جس کو عزت دی گئی۔ اس سے میں نے سمجھا کہ تبلیغ کا سلسلہ یہاں کھلنے والا ہے۔ چنانچہ دوسرے ہی دن جب اٹھے تو لوگ آنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح سے لے کر بارہ بجے تک دو سو سے لے کر بارہ سو تک لوگ ہوٹل کے سامنے کھڑے رہتے اس سے ہوٹل والا ڈر گیا کہ فساد نہ ہو جائے پولیس بھی آگئی اور پولیس افسر کہنے لگا فساد کا خطرہ ہے میں نے یہ دکھانے کے لئے کہ لوگ فساد کی نیت سے نہیں آئے۔ مجمع کے سامنے کھڑا ہو گیا چند ایک نے گالیاں بھی دیں لیکن اکثر نہایت محبت کا اظہار کرتے اور "ھذا ابن المہدی" کہتے اور سلام کرتے مگر باوجود اس کے پولیس والوں نے کہا اندر بیٹھیں ہماری ذمہ داری ہے اور اس طرح ہمیں اندر بند کر دیا گیا۔ اس پر ہم نے پرنس و نصل

---

۱ الفضل قادیان، جلد نمبر ۹، نمبر ۳۰، مورخہ ۷ نومبر ۱۹۲۱ء

کو فون کیا۔ جس پر ایسا انتظام کر دیا گیا کہ لوگ اجازت لے کر اندر آتے تھے[1]

قادیانی خلیفے کی دمشق میں آمد اور پمفلٹ کی وسیع پیمانے پر تقسیم کے خلاف مسلمانوں کی تحریک احتجاج نے شدت اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے فرانسیسی ہائی کمشنر جنرل میکسیم ویگان ([illegible]) سے پرزور مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو دمشق سے نکالا جائے۔ اور اس شرانگیز پمفلٹ کو ضبط کیا جائے۔ برطانوی قونصل مقیم دمشق قادیانیوں کی پشت پر تھا۔ اس نے مرزا محمود کو ہائی کمشنر سے ملاقات کا مشورہ دیا۔ اور اس سلسلے میں اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کیا۔ لیکن اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ مرزا محمود نے ایک خطبے میں انگریزوں کی بین الاقوامی سطح پر قادیانی مشنوں کو بہم پہنچائی جانے والی امداد کا فرانسیسی حکام کی سیاسی حکمت عملی اور قادیانی سلسلہ تبلیغ کے ضمن میں ان کے طرز عمل سے موازنہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"جب میں انگلستان جاتے ہوئے شام گیا تو وہاں میں نے ایک تبلیغی رسالہ چھپوایا۔ مسلمانوں نے اس پر شور مچایا کہ اسے ضبط کر لینا چاہئے اتفاقاً میں اس دن فرانسیسی گورنر سے ملنے گیا تھا جب میں وہاں پہنچا تو وہ نہایت ہی میٹھی زبان میں مجھ سے ہمکلام ہوا۔ اور کہنے لگا آپ کیا پئیں گے؟ شربت پئیں گے؟ کافی پئیں گے؟ طبیعت کیسی ہے؟ آپ کی کیا تواضع کروں۔ بالکل وہی طریق تھا جو ہمارے ہاں مروج ہے دوران گفتگو میں اس ٹریکٹ کا بھی ذکر آ گیا کہ لوگ اس کے خلاف بلاوجہ شور کر رہے ہیں اور میں نے سنا ہے حکومت اسے ضبط کرنا چاہتی ہے تو وہ کہنے لگا کہ یہ بالکل غلط بات ہے ہمیں مذہبی معاملات میں دخل دینے کا کیا حق ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ حکومت نے واقعہ میں اسے ضبط کر لیا تھا۔ جب بعض افسران کے پاس شکایت کی گئی کہ گورنر تو اس فعل کو ناجائز قرار دیتا ہے پھر یہ کس طرح ضبط ہوا تو انہوں نے بتایا کہ خود گورنر کے حکم سے ایسا ہوا ہے اور ہمارے آدمیوں کو بتایا گیا کہ جب وہ آپ کو شربت پلا رہا تھا۔ اور یہ کہہ رہا تھا ہم مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیا کرتے تو اس سے پہلے وہ کر چکا تھا"[2]

دمشق میں پندرہ روزہ قیام کے دوران ایک عربی اخبار کے نمائندے کو آپ نے انٹرویو دیا۔ نامہ نگار نے ایک سوال کیا۔ "الخلافۃ الاسلام کیا ہے؟" آپ نے جواب دیا "میں کسی کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا۔ وہ

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ [illegible] [2] اخبار الفضل قادیان، صفحہ ۳، ۲۳ نومبر ۱۹۲۴ء

خلیفہ اسلامی جس کی اتباع تمام مشرقی و مغربی دنیا پر فرض ہے وہ میں ہوں؛ عرب صحافی نے دوسرا سوال کیا: مشرق کا مستقبل کیا ہے؛ اور آپ کا سلسلہ اس کی حالت میں سیاسیہ میں کیا اثر ڈالے گا؟

اس اہم سوال کا عمومی رنگ میں جواب دیا گیا فرماتے ہیں:-

"ہم سیاست میں دخل نہیں دیتے لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا سلسلہ دنیا کے چاروں گوشوں میں پھیل جائے گا اس وقت تمام انسان بھائی بھائی ہوں گے اور کوئی انسان اس طرح حاکم و محکوم نہ ہوگا۔"[1]

عوام کے بڑھتے ہوئے احتجاج کے باعث قادیانی طائفہ زیادہ مدت ٹھہر نہ سکا۔ مرزا محمود فرماتے ہیں کہ وہ اخبارات جن میں ان کے مشن کے بارے میں خبریں اور مضامین نکلتے تھے کثرت سے فروخت ہو جاتے تھے۔ واضح رہے کہ شامی پریس نے اس موقع پر نہایت قابل قدر مقالات شائع کئے اور قادیانیت کے مذہبی اور سیاسی کردار کو بے نقاب کیا۔ مولف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخالف حالات کے باوجود مشن میں غیر معمولی طور پر کامیابی اور شہرت عطا فرمائی۔"[2]

۱۰ر اگست کو پورٹ سعید کے راستے روما (اٹلی) پہنچے جہاں اٹلی کے وزیر اعظم مسولینی سے ملاقات کی اور بقول مولف تاریخ احمدیت انہیں سلسلہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد بتائے۔ ۲۲ر اگست کو آپ لندن پہنچ گئے۔

لندن میں سرگرمیاں

مولف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ مرزا محمود جس دن سفر یورپ کے لئے روانہ ہوئے تھے برطانوی پریس میں آپ کی آمد کی خبریں شائع ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ مگر لندن میں ورود کے بعد تو مصور اور غیر مصور اخبارات نے اتنی کثرت سے آپ کے فوٹو اور حالات وغیرہ شائع کئے کہ ایک متعصب رومن کیتھولک اخبار کو لکھنا پڑا کہ تمام برطانوی پریس سازش کا شکار ہو گیا ہے۔ (قادیانی مولف نے فٹ نوٹ میں نو برطانوی اخبارات کا ذکر کیا ہے جن میں سے کم از کم پانچ کھلے طور پر صیہونیت کے ترجمان اور یہودی کی ملکیت تھے۔ ان کا تعلق مانچسٹر سکول آف زیونزم سے تھا جس کی بنیاد ایک یہودی ایڈیٹر سی پی سکاٹ نے رکھی تھی۔ مانچسٹر گارڈین انہیں

---

[1] ظفراللہ سوم قادیانی، فضل عمر کے نیک کارنامے، قادیان صفحہ ۱۴۳

[2] تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۴۱۴

کا اخبار تھا۔ ناقل) مولف مذکور رقم طراز ہیں کہ کئی لوگوں نے برملا اظہار کیا کہ پریس نے اتنی اہمیت اور شہرت لندن میں آنے والے کسی بڑے سے بڑے لارڈ کو بھی نہیں دی جتنی آپ کی تشریف آوری پر دی گئی۔ پریس کے علاوہ فلموں میں آپ کے اور آپ کے رفقاء کے مناظر دکھائے گئے۔[1]

کابل میں ایک قادیانی کی سنگساری

قیام لندن کے دوسرے ہفتے آپ کو اطلاع ملی کہ افغانستان میں ۳۱ اگست ۱۹۲۴ کو حکومت نے ایک قادیانی نعمت اللہ کو سنگسار کر دیا ہے۔ مولف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ اس حادثہ کی اطلاع ملنے پر حضور نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور واقعات کی روک تھام کے لئے ضروری اور مناسب اقدامات فرمائے۔ اور اس کے لئے دن رات ایک کر دیا (مثلاً لیگ آف نیشنز اور دنیا کے مختلف ممالک کو تار دئے پریس کو اطلاعات بہم پہنچانے کا انتظام فرمایا۔ لندن میں احتجاجی جلسے منعقد کرائے۔ ایک مضمون میں شہید افغانستان کے مفصل حالات شائع کئے ۔۔۔ حاشیہ) اور یہ سلسلہ قیام لندن کے آخر تک برابر جاری رہا۔[2]

ظفر اللہ نے جو مرزا محمود کے سفر سے قبل لندن پہنچ گئے تھے۔ پیرس میں مقیم افغان سفیر کو ایک تہدید آمیز خط لکھا جس میں اس واقعہ پر احتجاج کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے اسے پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔[3]

مرزا محمود نے اس قادیانی مرتد کی سنگ ساری کے واقعے کو غیر معمولی اہمیت دی اور اسے قادیانی جماعت کی برطانوی سامراج کے لئے ایک نمایاں خدمت کے طور پر پیش کیا گیا۔ چونکہ اسی واقعے کے پس منظر میں بعض اہم حقائق پنہاں ہیں۔ اس لئے ہم ذرا تفصیل سے ان حالات کا ذکر کرتے ہیں۔ جن سے مجبور ہو کر حکومت افغانستان نے اس قادیانی تخریب کار کو سنگ سار کیا۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے بتایا تھا کہ تیسری افغان انگریز جنگ (۱۹۱۹ء) کے بعد افغانستان کی آزاد حیثیت کو برطانیہ اور روس، دونوں ممالک تسلیم کر چکے تھے۔ روس نے ۲۸ فروری ۱۹۲۱ء کو کابل سے دوستی کا معاہدہ کر لیا۔ لینن نے کئی بار افغانستان سے دوستی اور اس کی آزادی اور سالمیت کے تحفظ

1۔ تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۴۱۰

2۔ " " "

3۔ ظفر اللہ، تحدیث نعمت، لاہور ص ۲۴۹

اعلانات کئے۔ روس کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کے علاوہ افغان افواج کی تربیت کے لئے مشہور ترک جرنل جمال پاشا کی موجودگی انگریز کی نظروں میں کھٹک رہی تھی۔ یاد رہے کہ جنگ عظیم اول کے بعد جمال پاشا سابق جی او سی شام جن سے ولی اللہ زین العابدین غداری کے مرتکب ہو چکے تھے۔ یورپ میں قیام پذیر تھے۔ وہاں کارل ریڈک کی وساطت سے آپ کی ملاقات افغانستان کے امیر امان اللہ خان سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو افغان فوج کو جدید طریقوں پر تیار کرنے کے لئے ملازم رکھ لیا۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے تاشقند میں نظر بند ترکی افسران کے کچھ افراد کو بھرتی کر کے ایک جماعت بنائی جس کی جاسوسی کے لئے قادیانی مبلغ محمد امین قادیان سے روانہ کئے گئے۔ افغانستان میں آپ نے ایک فوجی انسپکٹر جنرل کا عہدہ سنبھالا۔ اور افغان افواج کی اعلیٰ تربیت کا فریضہ انجام دینے لگے ۱؎

نعمت اللہ قادیانی، جو قادیان سے باقاعدہ تربیت حاصل کر کے کابل سی آئی ڈی کرنے کے لئے مامور تھا تخریبی کارروائیوں کے دوران گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے کچھ عرصہ قبل کابل کے وزیر خارجہ محمود طرزی قادیانیوں کی درخواست پر انہیں یقین کرا چکے تھے کہ وہ اس ملک میں آزادی سے رہ سکتے ہیں اس کا اعتراف مولف تاریخ احمدیت نے بھی کیا ہے۔ لیکن اس رواداری کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوئی حکومت اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ قادیانی مبلغ نے جوش وفاداری میں ہوش کا دامن چھوڑ دیا اس لئے اس کی شرمناک کارروائیوں کا سدباب کرنا ضروری تھا۔ اس امر کے بدیہی ثبوت موجود ہیں کہ قادیانیوں نے ہر مرحلہ پر انگریز کے سیاسی گماشتے کے طور پہ کام کیا اور کیسوں جانیے۔ اسی واقعے کے تقریباً چھ ماہ بعد فروری ۱۹۲۵ء میں دو اور قادیانیوں نے افغانستان کی سالمیت کے خلاف سازش کی جرم ثابت ہو گیا اور کیفر کردار کو پہنچائے گئے۔ وزیر داخلہ افغانستان نے ان قادیانیوں کی سنگساری کے موقع پر جو اعلان شائع کیا وہ درج ذیل ہے۔

"کابل کے دو اشخاص ملا عبدالحلیم چہار آسانی و ملا نور علی قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو اس عقیدے کی تلقین کر کے انہیں صلاح کی راہ سے بھٹکا رہے تھے۔ جمہوریہ نے ان کی اس حرکت سے مشتعل ہو کر ان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجرم ثابت ہو کر

۱؎ دائرۃ المعارف، ۱۰ ص ۔ زیر لفظ جمال پاشا

عوام کے ہاتھوں پنجشنبہ ۱۱ رجب کو عدم آباد پہنچائے گئے۔ ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے تھے۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھوں بک چکے تھے اس واقعہ کی تفصیلات مزید تفتیش کے بعد شائع کی جائے گی۔[1]

سنگساری کے واقعے پر جہاں قادیانی حلقوں نے عالمی سطح پر افغان حکومت کو بدنام کرنے کی مہم چلائی وہاں ہندوستان کے مسلمانوں نے اطمینان کا اظہار کیا اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ ناظم دارالعلوم دیوبند نے جمعیت العلمائے ہند کی طرف سے امان اللہ خان کو مبارک باد کے تار دیئے کہ انہوں نے شرعی قانون کے مطابق ایک مرتد کو سنگسار کیا۔[2]

اوپر تلے ہونے والے ان واقعات سے گھبرا کر قادیانی انڈر گراؤنڈ چلے گئے۔ اور نہایت خفیہ اور منظم طریقے سے افغانستان کے طول و عرض میں کام کرنے لگے۔ برطانوی سامراج نے ان سازشی عناصر کی پشت پناہی کے لئے لندن سے مارچ ۱۹۲۷ء میں لارنس آف عریبیا کو درآمد کیا۔ اس کا تقرر رائل ایئر فورس میں بطور ایئر کرافٹ مین کیا گیا۔ رسوائے زمانہ لارنس پہلے ڈرگ روڈ کراچی ٹھہرا اور نومبر میں خفیہ طور پر میراں شاہ کے مقام پر پہنچا اور شمال مغربی سرحدی علاقے میں سیاسی بغاوتوں کے منصوبے تیار کرنے لگا۔ اس نے سرحد پہنچتے ہی افغانستان حکومت کے خلاف شنواری قبیلہ کو اکسا کر بغاوت کرائی۔ برطانوی ہفت روزہ ایمپائر نیوز نے دسمبر ۱۹۲۸ء کے ایشوع میں ایک میڈیکل مشنری ڈاکٹر فرانسس ہیولاک (Dr Francis Havelock) کا ایک مضمون شائع کیا جس میں اس نے لکھا کہ لارنس ایک عرب کا روپ دھار کر بعض سرکردہ افغانوں سے مل چکا ہے اور اس کا مقابلہ برطانیہ کے ایک سابق جاسوس، سابق ایم پی، سابق جعل ساز اور چین میں موجود روسی ایجنٹ لنکن ٹریبش (Lincoln Trebitsch) سے ہوگا۔ یہ خبر فری پریس اسپیل سروس کے ذریعے ہندوستان پہنچ گئی۔[3] قادیانی خلیفہ کے بعض نہایت قابل اعتماد افراد جماعت جو کسی زمانے میں لارنس کے قریبی دوست تھے۔ اس کی معیت میں سرحد

---

[1] الفضل قادیان ۳ مارچ ۱۹۲۵ء
[2] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۲۵۸
[3] لارنس کی خفیہ زندگی ص ۲۲۲

میں کام کر رہے تھے ان کارروائیوں کی نگرانی یہودی انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا سر آرتھر ہرٹزل کر رہا تھا - افغانستان میں سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لئے انگریز نے قادیانی آلہ کاروں کے علاوہ اپنے ایک معتمد سردار محمد عمر خان کو کابل روانہ کیا - جو کچھ عرصے قبل میں افغانستان میں ایک ناکام بغاوت کروا چکا تھا اور اس وقت برطانیہ کی سیاسی پناہ میں الہ آباد میں مقیم تھا - روسی انٹلی جنس نے مصر میں لارنس کی موجودگی کی تصدیق کر دی جس سے افغان حکومت کافی چوکنی ہو گئی - چند ماہ کے اندر اندر لارنس اپنا سیاسی مشن پورا کر کے خفیہ طریقے سے لندن چلا گیا - اور اس کی ذریت کابل میں اس کے بتلائے ہوئے منصوبے پر عمل کرتی رہی۔

لندن میں مسجد ضرار

قیام لندن کے آخری ہفتہ میں ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مرزا محمود نے مسجد فضل لندن کا سنگ بنیاد رکھا - اس تقریب میں سر ایگزنڈر ڈریک، سابق فنانشل کمشنر پنجاب، انڈیا آفس کی مسز ریٹی سی سپین، کئی ممالک کے سفراء وغیرہ نے شرکت کی ۔ اس مسجد کی زمین ۱۹۲۰ء میں قادیانی مبلغ فتح محمد سیال نے ایک یہودی سے خریدی۔ مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے مرزا محمود نے اپنی تقریر میں واضح کیا کہ یہ مسجد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے اور وہ کسی شخص کو جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہے ہرگز اس میں عبادت کرنے سے نہیں روکیں گے، اگر وہ مسجد کے انتظامی قوانین کی پابندی کرنے اور دوسروں کی عبادت میں مخل نہ ہوں[۵۸] کلیسا اور یہودی معبد کی ضروریات کو پورا کرنے والی مسجد ضرار کی بڑی دلچسپ تاریخ ہے - مرزا محمود کی ہندوستان واپسی کے دو سال بعد یہ نام نہاد مسجد تیار ہوئی اس کے بعد اس کی رسم افتتاح کا کھڑاگ رچایا گیا - اور ایسی شخصیت کی تلاش شروع ہوئی جس کے نام کو قادیانی پروپیگنڈا کے لئے استعمال کیا جا سکے اس مقصد کے لئے لندن مشن کے مبلغ عبدالرحیم درد نے فروری ۱۹۲۶ء میں مرزا محمود کو خط لکھا اور افتتاح کی تقریب کی بجا آوری کے لئے مختلف نام پیش کئے - آپ نے جواباً تحریر کیا کہ سابق شریف مکہ کے بیٹے اور ملک فیصل عراق کے بھائی امیر زید سے جو آکسفورڈ میں زیر تعلیم ہیں افتتاح کرایا جائے - بعد میں اس تجویز کو بدل کر ملک فیصل آف عراق کو دعوت دی گئی جو فرانس میں مقیم تھے لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔

---

۵۸ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل، تاریخ مسجد فضل لندن، قادیان، دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۳۴

مرزا محمود نے اس رسم افتتاح سے قادیانیوں کے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے اور مستقبل میں عرب ممالک میں قدم جمانے، ارتداد پھیلانے کی امید بھی لگائے بیٹھے تھے۔ کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے لندن مشن کے مبلغ کو خط لکھا کہ وہ لندن میں مقیم ابن سعود کے سابق انگریز ایڈوائزر جان فلبی سے ملاقات کے بعد ان سے ابن سعود کو خط لکھوائے کہ ان کا بیٹا امیر فیصل وائسرائے مکہ (شاہ فیصل شہید۔ مولف) اس مسجد کا افتتاح کریں۔ جان فلبی۔ لارنس آف عریبیا کا دوست اور برطانوی انٹیلی جنس کا رکن تھا۔ اس نے ابن سعود کے ایڈوائزر کے روپ میں جو کردار ادا کیا اس کی جھلک تصنیف "سعودی عریبیہ" میں دیکھی جا سکتی ہے یہ کتاب جان مرے پریس لندن سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ جان فلبی کے بارے میں لارنس آف عریبیا نے ۱۹۲۱ء میں سر ہربرٹ سیموئیل یہودی گورنر فلسطین کو مشورہ دیا تھا کہ اسے فلسطین میں ہائی کمشنر کا مقامی نمائندہ بنایا جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس کا بیٹا کم فلبی یہودی خفیہ انٹیلی جنس کے چیف کے عہدے پر فائز اور واشنگٹن اور ماسکو کے جاسوسی اداروں کے درمیان رابطہ آفیسر کے فرائض انجام دیتے۔ قادیانی امیر فیصل سے رابطہ قائم کرنے میں مصروف تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ امیر فیصل ستمبر ۱۹۲۶ء میں لندن پہنچنے والے ہیں۔ فلبی کی یقین دہانی کی بنا پر قادیانی مبلغ عبدالرحیم درد نے اخبارات میں اعلان شائع کرانے شروع کر دیئے کہ ابن سعود کے صاحب زادے امیر فیصل قادیانی مسجد کا افتتاح کریں گے۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۶ء کو امیر موصوف لندن پہنچے۔ آپ کے ہمسفر جدہ کے برٹش قونصل مسٹر جارڈن بھی تھے۔ درد صاحب نے خود ہی آپ کے استقبال اور قیام کا بندوبست کیا لیکن امیر موصوف نے قادیانیوں کی کسی تقریب میں کوئی شرکت نہ کی۔ لیکن قادیانیوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے نے مسلمانوں کو چونکا دیا۔ مختلف ممالک کے زعماء اور ہندوستانی مسلمانوں نے ابن سعود کو تار روانہ کئے اور قادیانیت کی غرض و غایت اور اس کی اسلام دشمن پالیسیوں کی وضاحت کی۔ ادھر مرزا محمود نے ابن سعود کی خدمت میں تار اور بعض انگریز افسروں کی چٹھیاں بھجوائیں جن میں اس درخواست کے ساتھ ساتھ کہ امیر فیصل کو مجبور کیا جائے کہ لندن مسجد کا ضرور افتتاح کریں۔ شاہ سعود کو یہ دھمکی بھی دی گئی کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو

سعودی عرب کی حکومت جو پہلے ہی سے ہندوستان کے عوام کی ہمدردی اپنے ہاتھ سے کھو چکی ہے اور اب اس طرح سمجھ دار اور تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان سے برگشتہ ہو جائے گا۔[1]

ابن سعود نے اپنا فیصلہ نہ بدلنا تھا نہ بدلا۔ قلبی اور دفتر تو آبادیات لندن انگریزوں کے اصرار کے باوجود امیر فیصل کسی طرح سے اس رسم افتتاح کے لئے رضامند نہ ہوئے۔ آخر کار مرزا محمود نے درد کو لکھا کہ اگر امیر فیصل راضی نہ ہوں تو قلبی سے مشورہ کرکے اور مقامی حالات کو مدنظر رکھ کر کارروائی کریں۔ جب کوئی چارہ کار نہ رہا اور برطانوی پریس نے سعودی عرب کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تو افتتاح کے لئے خان بہادر شیخ عبدالقادر سابق وزیر پنجاب اور پریذیڈنٹ پنجاب آئین ساز کونسل کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس زمانے میں لیگ آف نیشنز میں ہندوستانی نمائندے کے طور پر شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔[2] یہ وہی سر عبدالقادر ہیں جو رسالہ مخزن کے مدیر رہے ہیں۔

قادیانی مسجد منزل کے بارے میں برطانوی پریس اور اس کے حوالے سے عرب پریس میں اس بات کا بار بار تذکرہ ہوا کہ یہ کیسی مسجد ہے جو ہر مذہب و ملت کی عبادت گاہ ہوگی۔ مولوی درد، جہاں لندن میں مسجد کے مقام کی تقریب سے انگریز کی مذہبی رواداری کا ڈھنڈورا پیٹ رہے تھے۔ وہاں وہ خصوصیت سے برطانیہ کے یہودی اور عیسائی صحافیوں کو یہ باور کرا رہے تھے کہ اس مسجد میں یہودی اور عیسائی حضرات کے علاوہ خدا واحد کو ماننے والے تمام مذاہب کے افراد عبادت کر سکتے ہیں۔ آپ نے ایک برطانوی اخبار ریفری کے نمائندے کو بتایا کہ اسلام، یہودیت اور ابتدائی عیسائیت میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ نمائندہ مذکور نے درد صاحب سے انٹرویو کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اسلام اور یہودیت کے زیر عنوان اپنے جریدے میں تحریر کیا:۔

"امام نے بتایا کہ مسجد میں عیسائی، یہودی اور مسلمان سب کو واحد خدا کی پرستش کرنے کی اجازت ہے اسلام اور یہودیت اور ابتدائی عیسائیت میں کوئی بڑا فرق نہیں ہم سب ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ امام نے مجھے بہت باتوں کا علم دیا۔ از اں جملہ ایک بات یہ تھی کہ احمدیہ فرقہ کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۸۹ء میں ڈالی تھی اور کہا کہ ہمارے عقائد مذہبی بردباری کی حمایت میں ہیں اور

---

[1] تاریخ مسجد فضل لندن [2] ایضاً

مذہبی ایذائی اور تشدد کے سخت مخالف ہیں جن مذاہب میں ایک خدا کی پرستش ہوتی ہے اس کے رسول کو نہ مانتے ہیں[1]

لندن ٹائمز نے امام موصوف کے حوالے سے لکھا:-

"یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ سلسلہ جس کے پیرو تمام روئے زمین پر دس لاکھ نفوس ہیں۔ اسلام سے ایسا ہی وابستہ ہے جیسا کہ عیسائیت یہودیت سے ہے"[2]

امیر فیصل کے مسجد فضل کے افتتاح سے انکار سے لے کر آپ کی شہادت تک قادیانیوں نے جن جن زاویوں سے سعودی کی سالمیت کے خلاف سازشیں کیں اور سعودی حکمرانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ اس المناک داستان کے بعض حصے آئندہ صفحات میں بیان کئے گئے ہیں۔



[1] ایضاً ص ۹۰

[2] " ص ۹۱

فصل ہفتم

لندن منصوبے کی تکمیل

لندن میں دفتر نو آبادیات اور یہودی سرپرستوں سے گفت و شنید کے بعد مرزا محمود نے مشرق وسطیٰ کے لئے ایک پلان تیار کیا۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں سر ظفر اللہ کے ہمراہ پیرس کی رنگین شاموں اور یہاں کے ایک اوپرا ہاؤس ([illegible]) میں حُسنِ عریاں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے قادیان لوٹ گئے[1]۔ اور مجوزہ پروگرام کے مطابق جون ۱۹۲۵ء میں ہز لِس آف قادیان ولی اللہ زین العابدین اور جلال الدین شمس کو بلادِ عربیہ روانہ کیا۔ یہ دونوں سامراجی آلہ کار پہلے شام پہنچے۔ شمس کو شام میں چھوڑ کر ولی اللہ بعض اہم تجارتی خطوط لے کر عراق پہنچے۔ عراق میں مرکز کی طرف سے کوئی مبلغ مقرر نہ تھا۔ البتہ انفرادی طور پر بعض قادیانی سرگرم تبلیغ تھے۔ اور قادیان سے ہدایات وصول کرتے تھے۔ شاہ فیصل نے کافی عرصہ سے عراق میں قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی عائد کر رکھی تھی جس کے باعث قادیانی تخریب کاروں کی سیاسی سرگرمیاں مدہم پڑ گئی تھیں۔ مرزا محمود برطانوی ہائی کمشنر عراق سر پرسی کوکس ([illegible]) کو ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ مختلف زاویوں سے خطوط بھجوا چکے تھے۔ لیکن شاہ فیصل نے یہ پابندی اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور کسی قسم کے دباؤ کو قبول نہ کیا۔ ۱۹۲۲ء کے بعد سیاسی حالات کافی بدل چکے تھے۔ مارچ ۱۹۲۴ء تک دو سال کے عرصے میں عراق اور برطانیہ کے مابین دوستی کا ایک معاہدہ بھی ہو چکا تھا۔ ولی اللہ نے عراق میں کچھ قیام کیا اور نئے برطانوی ہائی کمشنر سر ہنری ڈوبس ([illegible]) کی وساطت سے شاہ عراق کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ قادیانیت کی تبلیغ سے پابندی اٹھا دیں۔ مرزا محمود اس پابندی کے اٹھائے جانے کی سیاسی اہمیت اور فوائد کا بطورِ خاص ذکر کرتے ہوئے ایک جلسے میں فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک شاہ صاحب اور ولی اللہ ہستے اس سفر میں بڑا کام کیا ہے وہ عراق کے متعلق ہے۔

---

[1] الفضل قادیان ۲۰ جنوری ۱۹۲۵ء

سیاسی تھا یہ ایک ایسا کام ہے جو دور تک اثر رکھتا ہے ہم گورنمنٹ آف انڈیا کے ذریعے کوشش کر چکے تھے مگر پھر بھی اجازت نہ حاصل ہوئی تھی۔ وہاں سے ہمارے آدمی اس سے نکالے جا چکے تھے کہ تبلیغ کرتے تھے۔ اپنے گھر میں جلسہ کرنا بھی منع تھا۔ یہ کام اس قسم کا ہے کہ سیاسی طور پر اس کے کئی اثرات ہیں۔ اس سے سمجھا جائے گا کہ احمدی قوم حکومتوں کی رائے بدلنے کی قابلیت رکھتی ہے[1]

شمس پر قاتلانہ حملہ

عراق میں سیاسی مشن کی تکمیل کے بعد ولی اللہ شاہ شام پہنچے جہاں شمس قادیانی مشن کے کام میں لگے ہوئے تھے۔

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ جنگ عظیم اول کے دوران شام میں ولی اللہ کئی سازشوں میں ملوث رہ چکے تھے وہ برطانوی حلقوں میں خوب متعارف تھے یہاں پہنچ کر آپ نے برطانوی قونصل دمشق سے ملاقات کی اور اس کی وساطت سے فرانسیسی ہائی کمشنر شام جنرل مارس سارائیل (Gen MAURICE SARRAIL) سے مل کر انہیں قادیانی مشن کے قیام و مقاصد سے روشناس کرایا۔ اس وقت شام فرانسیسی انتداب میں تھا کچھ عرصہ یہاں رہ کر۔ اور شمس کو شام مشن کے سلسلے میں مناسب ہدایات دے کر آپ قادیان آ گئے

شام میں سیاسی صورت حال بڑی مخدوش تھی۔ جولائی ۱۹۲۵ء میں سلطان پاشا کی سرکردگی میں شامیوں نے فرانسیسی استعمار کے خلاف ایک زبردست تحریک شروع کی جو بتدریج زور پکڑ رہی تھی۔ اگست میں دروزیوں نے سلطان الاطرش کی قیادت میں پورے ملک کے طول و عرض میں مظاہرے کئے اور اسی ماہ کے آخر میں عبدالرحمٰن شاہ بندر نے شام کی انقلابی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ فرانس نے حریت پسندوں کو دبانے کے لئے دمشق پر بمباری کی اور مارشل لاء لگا دیا۔ شمس نے اپنے ایک مکتوب میں جو الفضل قادیان کے ۱۰ اگست ۱۹۲۶ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ لکھا ہے کہ وہ کھلے عام قادیانیت کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کی دعوت کو پوشیدہ طور پر پھیلا رہے ہیں جو کوئی اعتراض کر رہا ہے صرف اس کو جواب دیتے ہیں۔ رفتہ رفتہ آپ نے اعلانیہ تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور ایک رسالہ الحقائق عن الاحمدیہ تصنیف کیا جس میں قادیانی عقائد کا پرچار تھا۔ مرزا صاحب کی کتاب کشتی نوح کا عربی ترجمہ کر کے اس کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی گئی۔ قبرستان

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۴۹۷

کے ڈرامائی اعلان کی آڑ میں جہاد کی مکمل تنسیخ اور ہندوستان میں برطانوی سامراج کی آمرانہ حکومت کے فیوض و برکات کا چرچا کیا گیا۔ شامی تحریک حریت کے دور عروج میں شمس نے مختلف انداز میں اولی الامر کی اطاعت کے راگ الاپے اور قیام امن کے گمراہ کن پروپیگنڈے کی آڑ لے کر اس تحریک کے خلاف ایک نیم مذہبی نیم سیاسی محاذ قائم کیا۔ شمس چاہتے تھے کہ تحریک آزادی کے متوازی مناظرہ بازی کا ایک محاذ کھل جائے تاکہ حریت پسندوں کی توجہ بٹ جائے اور وہ اس نئے فتنے کی طرف بھی متوجہ رہیں جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنے دور ضلالت میں وطیرہ اختیار کر رکھا تھا۔ لیکن شامی پہلے تو حکومت سے احتجاج کرتے رہے کہ اس قادیانی مرتد کو شام سے نکالا جائے بعد میں شمس کی اشتعال انگیزیوں کے باعث دسمبر ۱۹۲۷ء میں ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا[1]۔ حملہ آور شامی مجاہد نے اپنی طرف سے ان کا کام تمام کر دیا۔ لیکن ابھی آپ کے نامۂ اعمال نے اور سیاہ ہونا تھا۔ اس لئے شدید زخمی ہونے کے باوجود بچ گئے۔

مرزا محمود نے اس حملے کا شدید نوٹس لیا۔ برطانوی آقاؤں کو خطوط اور تاریں ارسال کیں اور نئے فرانسیسی ہائی کمشنر ہنری پونسا ([illegible]) کو یادداشتیں روانہ کیں۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۱۹۲۸ء میں شام سے مارشل لا اٹھا کر فرانسیسی استعمار نے تاج الدین الحسنی کو نئی کابینہ بنانے کی دعوت دی۔ ۱۰ مارچ ۱۹۲۸ء کو آئین ساز اسمبلی کے انتخابات ہونے کا اعلان ہوا[2]۔ اور ۹ مارچ کو شمس کو حکومت نے حکم دیا کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر شام سے نکل جائے[3]۔ شمس نے قادیان کو اپنے اخراج کی اطلاع دی۔ مرزا محمود نے حکم دیا کہ ایک مقامی قادیانی کو امیر مقرر کر کے خود فلسطین چلے جاؤ۔ اس حکم کی تکمیل میں شمس نے ایک اور راہزن دین و ایمان اور برطانوی جاسوس منیر الحصنی کو جو شام کا مقامی باشندہ تھا امیر مقرر کر کے مرزا محمود کے حکم کے مطابق ۱۶ مارچ کو فلسطین کا رخ کیا۔

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۲۹۹

[2] فرانس کے دور انتداب میں شامی حریت آزادی کی داستان کے لئے ملاحظہ فرمائیں
ایس ایچ لونگرگ کی تالیف سیریا اینڈ لبنان انڈر فرنچ مینڈیٹ، آکسفورڈ پریس لندن ۱۹۵۸ء

[3] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۲۹۹

فلسطین مشن کا قیام

مارچ ۱۹۲۸ء میں جلال الدین شمس فلسطین پہنچے اور آنجہانی الشرودتہ جالندھری کی تحقیق کے بقول الٰہی نوشتوں کے مطابق ماؤنٹ کرمل پر احمدیہ مشن قائم کر دیا[1]۔ یہ بات بتائی جا چکی ہے۔ کہ فلسطین برطانوی انتداب میں تھا۔ اس لئے جس طرح انگریز قادیانیوں کو ہندوستان میں اپنے مذموم سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے تھے اسی طرح یہودی اور انگریز فلسطین میں ان سیاسی آلہ کاروں کی پیٹھ ٹھونکنے لگے۔ یہ حقیقت بھی منظر عام پر آ چکی ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کے زمانے ہی سے فلسطین میں یہودی آقاؤں کے اشارے پر کام کر رہے تھے۔ تاریخ احمدیت کے قادیانی مؤلف دوست محمد شاہد لکھتے ہیں۔ کہ طرابلس کے ایک شخص محمد المغربی در پردہ ۲۳ سال (۱۹۰۵ء) سے قادیانیت کی تبلیغ کر رہے تھے[2]۔ ان امور کے بدیہی ثبوت موجود ہیں کہ مرزا غلام احمد کی کئی "شریف مکہ" سے خط و کتابت تھی۔ جو ترکوں کے خلاف صیہونی یہود کے لئے کام کر رہے تھے۔ فرقہ شاذلیہ کے بعض افراد عالمی بہائیت کے مرکز عکہ میں بیٹھ کر قادیانی عقائد کو پھیلا رہے تھے۔ آنجہانی الشرودتہ لکھتے ہیں :-

"حیفا کے قریب عکہ میں فرقہ شاذلیہ کے رئیس شیخ ابراہیم کو کافی عرصہ پہلے حضرت مسیح موعود کا عربی خط موصول ہوا تھا۔ وہ صوفی مشرب انسان تھے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو کہا تھا کہ یہ خط محفوظ رکھیں حیفا سے تمہیں امام مہدی کا پیغام ملے گا[3]"

۱۹۳۰ء میں فلسطین کے علاقہ کبابیر کے صالح عبدالقادر عودہ اور ان کا خاندان قادیانیت کی آغوش میں چلا گیا۔ شام کے بعض سرکردہ قادیانی بھی فلسطین میں آ گئے۔ اس طرح شمس کو پہلے سے بنی بنائی ایک جماعت مل گئی۔

شمس نے فلسطین پہنچ کر یہودی ہائی کمشنر فیلڈ مارشل ہربرٹ پلومر سے ملاقات کر کے ہدایات لیں مرزا محمود اس اہم مشن کے قیام کے متعلق انڈیا آفس، وائسرائے ہند، لارڈ ارون، دفتر نو آبادیات لندن

---

[1] الفضل قادیان ۲۹ فروری ۱۹۴۴ء

[2] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۴۴۹

[3] الفرقان ربوہ شمس نمبر جنوری ۱۹۶۸ء

وغیرہ میں اطلاعات روانہ کر چکے تھے جن میں شام سے قادیانی مبلغ کے اخراج کی داستان بیان کی گئی تھی۔ صیہونی یہود کے مفادات کی نگران جیوش ایجنسی نے قادیانی مشن کے قیام پر اطمینان کا اظہار کیا۔ مرزا محمود نے جلد ہی فلسطین مشن کو مشرق وسطیٰ کے ہیڈ کوارٹر کا درجہ دے دیا[1]۔ مصر، شام، عراق وغیرہ کے نام نہاد مبلغوں کو یہاں سے ہدایات دی جاتیں۔ اور اسی مشن کا سربراہ ان ممالک میں ضرورت پڑنے پر جا کر حالات کا مطالعہ کرتا اور قادیان کو خفیہ رپورٹیں روانہ کرتا۔

مصر میں جولائی ۱۹۲۸ء میں پارلیمنٹ توڑ دی گئی اور آزادی پسندوں کی تحریک زور پکڑنے لگی تو مرکز کی ہدایت پر اس تحریک کے خلاف قادیانی عناصر کو منظم کرنے کے لئے شمس مصر گئے، آپ نے برطانوی ہائی کمشنر سر پرسی لورین (Sir Percy Loraine ۱۹۲۹ء-۱۹۳۳ء) سے ملاقات کی۔ اور ایک سیاسی لائحہ عمل ترتیب کیا جس پر بعد میں عمل درآمد کیا گیا۔ اسی طرح باقی عرب علاقوں کی تحریکوں کو سبوتاژ کرنے کے اقدامات کئے جاتے رہے۔

فلسطین میں جلال الدین شمس نے گوناگوں سازشیں کیں۔ نئے یہودی ہائی کمشنر سر جان چانسلر کے مظالم کے خلاف فلسطین کے مسلمانوں نے مفتی اعظم فلسطین کی قیادت میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے زبردست تحریک کا آغاز کر رکھا تھا۔ اس تحریک کو جہاد قرار دیا جاتا تھا۔ شمس نے شرمناک قادیانی عقائد کے پرچار کے علاوہ ایک رسالہ "الجہاد الاسلامی" تالیف کیا جو مرزا غلام احمد کے رسالے "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد" کا چربہ تھا اس میں انہوں نے جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اس تباہ کن پروپیگنڈے سے عیاں ہوتا ہے کہ فلسطین کے مظلوم مسلمان مذہبی اور سیاسی دونوں لحاظ سے قادیانی مشن کی استحصالی زد میں تھے۔ ظاہر ہے کہ خدا کے سچے مسیح کے منکر قادیانی مسیح پر کیا ایمان لا سکتے تھے، مشن کا بنیادی مقصد تحریک آزادی میں رخنہ اندازی کر کے اس کی سمت موڑنا ۔ اور مسلمانوں کی فعال قوتوں کو کمزور کرنا تھا تاکہ وہ قادیانیت سے الجھ جائیں اور مناظرہ بازی کا بازار گرم ہو جائے۔ یہودی تنظیموں کے رضا کار قادیانی لٹریچر کی ترسیل و تقسیم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور اپنے خفیہ فنڈ سے ان کی اعانت کرتے تھے۔

قادیانی مشن کی سرگرمیوں کا مؤثر مقابلہ فلسطین کی المجلس الاسلامی الاعلیٰ اور جمعیۃ الشبان المسلمین

---

[1] الفرقان ربوہ فروری ۱۹۵۶ء ص۱

نے کیا[1]۔ اول الذکر کے سربراہ مفتی اعظم فلسطین تھے۔ ان تنظیموں نے قادیانیت کی سامراج نوازی اور صیہونیت کے ذیلی ادارے ہونے کی حقیقت کو بے نقاب کیا۔ اور مسلمانوں کو اس نبوت کاذبہ کے ہتھکنڈوں سے خبردار کیا۔ شمس قادیاں کا ایک مولوی فاضل تھا عرب فصحاء کے سامنے وہ کیا اس کا استاد روشن علی اور متبنی قادیاں زبان کھولنے کی اہلیت نہ رکھتا تھا یاد رہے بات ہے کہ فلسطین کے مسلم معاشرے کے امن کو پامال کرنے کے لئے وہ مناظرے کے چیلنج دیتا اور پھر اپنے مرشد کی سنت کے مطابق فرار اختیار کر لیتا۔ فلسطینی عرب اس کش مکش اور شمس کی سیاسی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ چکے تھے۔ ایک روز موقع پا کر چند مجاہدین نے جسے تاریخ احمدیت کا مؤلف "فسادی عناصر" کے لقب سے نوازتا ہے۔ موقع پا کر شمس کے مکان کو گھیرے میں لے لیا اور عین ممکن تھا کہ یہ مارا جاتا لیکن بھاگ نکلا[2] اور قریبی یہودی بستیوں میں چھپ گیا۔ اس واقعہ کے بعد برطانوی پولیس اور یہودی ہوم گارڈ نے ان مجاہدین کی تلاش میں مختلف مقامات پر چھاپے مارے اور نہتے عربوں کو مظالم کا نشانہ بنایا۔

شمس نے برطانوی حکومت اور صیہونی ایجنسی کی امداد سے اپریل ۱۹۳۱ء میں مرزا محمود کے نام پر کبابیر میں ایک مستقل سیاسی اڈہ یعنی مسجد ضرار کی بنیاد رکھی۔ فلسطین کی مردم شماری میں جماعت کا نام "احمدی مسلمان" لکھوایا۔ دلیل المسلمین۔ تنویر الالباب۔ تکمیل التبلیغ۔ ترضیح المرام فی رد علمائے حمص وطرابلس الشام جیسے مکروہ لٹریچر کی اشاعت و تقسیم کی۔ بغداد، موصل، بیروت، دمشق، لاذقیہ، عمان[3] وغیرہ کے علاقے بھی قادیانی مشن کی تخریب کاری کی زد میں رہے۔

بیت المقدس کانفرنس

شمس فلسطین میں نام نہاد تبلیغ کر رہے تھے۔ کہ مرزا محمود نے ستمبر ۱۹۳۱ء میں ایک اور قادیانی ابوالعطاء (اللہ دتہ) جالندھری کو فلسطین روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ شمس کے ساتھ مل کر کام کریں۔ اس کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ چند ماہ بعد فلسطین میں ایک اہم کانفرنس بلانے کی تجویز زیر غور تھی۔ جس کے مجوز و محرک مفتی اعظم فلسطین تھے۔ اس میں تمام دنیا کے اسلامی ممالک سے لوگوں کو بلوایا گیا تھا تاکہ آزادی فلسطین کے لئے ایک مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ اس مسئلہ کی نزاکت سے مسلم اکابر کو روشناس کرانا اور اس سلسلے میں بین الاقوامی سطح پر

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص ۵۰۰ [2] ایضاً [3] ایضاً

اقدامات کرنا کانفرنس کے اہم مقاصد میں شامل تھا۔ دراصل اس کانفرنس کے قیام سے قبل ۱۹۳۰ء میں مفتی اعظم کے خاندان کے ایک فرد موسیٰ کاظم الحسینی جو یمن کے گورنر اور بیت المقدس کے میئر کے عہدوں پر فائز رہ چکے تھے۔ اور فلسطینی عرب کانگریس کی مجلس عاملہ کے صدر تھے یورپ میں فلسطینی عربوں کے موقف کی پیش کرنے گئے[1] جہاں قادیانیوں کا لندن مشن ان کے پیچھے سائے کی طرح لگا رہا۔ ان ہی کے رپورٹ کے نتیجہ میں یہ کانفرنس منعقد کی گئی تاکہ اہل فلسطین کے حقوق کے تحفظ کا سوال اٹھایا جائے۔

مفتی اعظم نے تمام دنیا کے اسلامی ممالک سے مقتدر علماء کو شرکت کی دعوت دی۔ اور روضۃ المعارف ہال، بیت المقدس میں دس روزہ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندگی حضرت علامہ اقبال۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا شوکت علی نے کی۔ علامہ اقبال اپنے رفقاء کے ساتھ گول میز کانفرنس لندن میں مسلمانوں کی نمائندگی کا فریضہ ادا کرنے کے بعد یکم دسمبر کو لندن سے قاہرہ پہنچے۔ سٹیشن پر ان کا استقبال کرنے والوں میں شبان المسلمین کے ارکان۔ ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے ممبر پارلیمنٹ۔ علامہ سید رشید رضا۔ مدیر المنار۔ ماسٹر امام دین سیالکوٹی۔ خورشید عالم۔ محمد حسین شیخ۔ محمد اسمٰعیل۔ جماعت الازہر کے ہندوستانی طلباء اور رابطہ ہندیہ کے ارکان شامل تھے۔ ان کے علاوہ شیخ محمود احمد عرفانی قادیانی بھی سٹیشن پر موجود تھے[2]

عرفانی صاحب نے برطانوی سامراج کی سیاسی پالیسی کی تشہیر و اشاعت اور عرب دنیا میں افتراق و انتشار کے کانٹے بونے کے لئے ایک جریدہ "العالم الاسلامی" نکال رکھا تھا۔ ۲ دسمبر کو مولوی شمس قادیانی فلسطین سے قاہرہ پہنچ گئے۔ اور مسلم وفد کے اکابر سے ملاقات کی۔ اور ان کے خیالات سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اگلے روز مسلم وفد شام کے لئے روانہ ہوا جہاں سے ۵ دسمبر کو فلسطین پہنچا اور کانفرنس میں شرکت کی۔

قادیانیوں نے کانفرنس میں شرکت کی دعوت کے حصول کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے تاکہ اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کر سکیں۔ فلسطین کا یہودی ہائی کمشنر سر واکوپ چاہتا تھا کہ قادیانی عنصر کسی نہ کسی طور شرکت کر کے مستقبل کی سیاست میں اہم کردار ادا کر سکے۔ لیکن مسلمانوں نے ان کی سازشوں

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ لاہور نومبر ۱۹۷۰ء

[2] محمد حمزہ فاروقی۔ سفر نامہ اقبال کراچی ص ۱۳۵

کو ناکام بنا ڈالا۔ تاریخ احمدیت کے مؤلف نے دعویٰ کیا ہے کہ مرزا محمود کو بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن آپ نے جلال الدین شمس کو حکم دیا کہ وہاں کی نمائندگی کریں۔[1]

لیکن ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ بلکہ ہمیں قادیانی نمائندے کی شرکت کے سوال پر مسلمانوں کا شدید ردِ عمل ملتا ہے۔ اس امر کا مؤلف مذکور نے اعتراف کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ جلال الدین شمس کی شرکت کو "بعض تنگ دل مشائخ نے برداشت نہ کیا۔ مگر اس واقعہ سے جماعت احمدیہ کی عالمی حیثیت واہمیت ضرور واضح ہوگئی"[2] درحقیقت عرب پریس نے قادیانی شرکت کے سوال پر اس تحریک کی تاریخ اور اس کے سیاسی کردار کو بے نقاب کرنے کا اہم فریضہ ادا کیا۔

شمس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے میں لگا ہوا تھا۔ تو اللہ دتہ ان افراد کی پشت پناہی کر رہا تھا جو ذاتی مخالفت اور سیاسی رقابت کی بنا پر مفتی اعظم کی ذات اور ان کی آزادی کے پروگرام سے اختلاف کرتے تھے۔ اس نے فرضی ناموں اور تنظیموں کی طرف سے برطانوی، صیہونی پریس میں مؤتمر اسلامی کے خلاف زہر اگلا اور اس بات کا رونا رویا کہ فلسطین کی "احمدی مسلم" جماعت کے نمائندے کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت نہ دے کر بہت بڑی غلطی کی گئی ہے۔

کانفرنس میں تیونس کے عبدالعزیز الثعالبی، چین کے موسیٰ جاراللہ، ترکی فلسطین رضا توفیق، الجزائر سے سعید الجزائری، مصر سے علامہ رشید رضا، ایران کے سابق وزیر اعظم ضیاء الدین طباطبائی، شام کے سابق صدر شکری القوتلی، کاکیشیا سے شیخ سعید شامل (امام شامل کے پوتے) بیروت سے مورخ مصطفیٰ الغلاییني نائیجیریا کے کمانڈر طارق اور بلقان، یوگوسلاویہ، وسطی افریقہ، جاوا، سماٹرا، برقہ، لنکا، سرویا، بوسینیا وغیرہم کے مندوبین نے شرکت کی۔[3] ان زعماء نے مسئلہ فلسطین اور تحریک آزادی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ اور شمپسن رپورٹ (۱۹۳۰ء) شا کمیشن کی سفارشات اور برطانیہ کے قرطاس ابیض کے مضمرات پر غور و خوض کیا گیا۔ عربوں کی معاشی اور فکری حالت کو بہتر بنانے کے لیے بعض ٹھوس پروگرام مرتب کئے گئے۔ علامہ اقبال نے اس سلسلے میں نہایت اہم تجاویز پیش کیں۔ ۱۵ دسمبر کو ہندوستانی وفد واپس لوٹا اور اس کے چند روز بعد جلال الدین شمس ناکام و نامراد ۲۰ دسمبر ۱۹۳۱ء کو قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ ابو العطاء ان

---

[1] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص۴۰۰ [2] تاریخ احمدیت جلد پنجم ص۴۰۵
[3] سیارہ ڈائجسٹ لاہور دسمبر ۱۹۷۳ء

کی الوداعی تقریب کا حال بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"مولانا کی الوداعی پارٹی میں احباب جماعت کے علاوہ بعض یہودی بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا۔ اور مولانا کو خراج تحسین ادا کیا تھا۔[1]

ابوالعطاء جالندھری کی سازشیں

آنجہانی ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری مدیر الفرقان ربوہ ستمبر ۱۹۳۱ء سے جنوری ۱۹۳۶ء تک فلسطین میں قادیانی مبلغ کے روپ میں سامراج اور صیہونیت کی پالیسی کی تکمیل کرتے رہے۔ ۱۹۳۲ء کا سال فلسطین کی آزادی کی تاریخ کا بہت اہم تھا۔ کیونکہ باہر سے آنے والے یہودیوں کی حوصلہ افزائی کر کے باقاعدہ فلسطین میں قدم جمانے کے بعد یہودی فتنہ سامانیوں اور تخریب کاریوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے احتجاجی مظاہرے، ہڑتالیں اور گرفتاریاں پیش کرنے کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا۔ عربوں نے مطالبہ کیا کہ یہودیوں کو زمین کی فروخت بند کی جائے اور ان کی مسلسل آمد کو روکا جائے۔ لیکن برطانوی حکومت نے اس مسئلہ پر توجہ نہ دی۔ فروری ۱۹۳۳ء میں عربوں کی نمائندہ سیاسی تنظیم فلسطین عرب کانگرس کی مقتدرہ نے حکومت سے عدم تعاون اور برطانوی مال کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔[2]

تحریک حریت کے دوران ابوالعطاء، برطانوی ہائی کمشنر سر آرتھر واکوپ، حضرت مسیح موعود کے نظریہ امن اور حکومت سے تعاون" کا پیغام سنانے اور قادیانی دہشت پسندوں کو منظم کرنے پر تمام توجہ صرف کر دی۔ قادیانی جماعت کی ایک مستقل نیم فوجی تنظیم تھی جس میں مصر، شام اور فلسطین وغیرہ کے چیدہ چیدہ دہشت پسند اور جاسوس شامل تھے۔ علی القزاق۔ احمد مصری، سلیم ربانی۔ عبدالرحمٰن برجاوی، عباس عودی اور خضر آفندی جیسے لوگ جنہوں نے طویل عرصے تک عرب ممالک میں دہشت پسندی اور طبقاتی منافرت کے لئے کام کیا۔ قادیانی جماعت سے وابستہ ہو کر اس پلیٹ فارم کو جیوش ایجنسی کے مفاد کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ عرب حریت پسندوں کے مراکز کا پتہ لگانے اور مجاہدین کی سرگرمیوں کی اطلاع رکھنے میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ۱۹۳۳ء میں اللہ دتہ نے قاہرہ اشمی جنس کے ایک با اثر فرد سعید بخت ولی کی خدمات

---

1. الفرقان ربوہ شمس نمبر جنوری ۱۹۶۸ء
2. روبی گابائے۔ اے پولیٹیکل سٹڈی آف دی عرب جیوش کانفلکٹ جنیوا ۱۹۵۹ء

مستعار لیں۔ یہ شخص مصر میں عیسائی مشنریوں کی تشویشناک سیاسی سرگرمیوں کے خلاف اہل مصر کی تحریک کو سبوتاژ کرنے کا ذمہ دار تھا۔ الفضل نے مصر کا دورہ کیا تو اس کی "خدمات" کو سراہا اور وعدہ کیا کہ اسے فلسطین میں بلوائے گا جہاں عربوں نے زبردست تحریک شروع کر رکھی تھی۔ مصر سے واپسی پر اس نے فلسطین کی انتدابی حکومت کے اعلیٰ افسروں سے رابطہ پیدا کیا۔ لیکن برطانوی حکومت بعض وجوہ کی بنا پر اس کی آمد پر راضی نہ تھی۔ آخر کار اسے فلسطین آنے کی اجازت مل گئی۔ اور قادیانی مدرسے کے استاد کے بھیس میں وہ اپنا کام کرنے لگا۔ الفضل لکھتے ہیں:-

"متواتر آٹھ ماہ کی خط و کتابت کے نتیجے میں فلسطین گورنمنٹ نے ہمارے دوست محمد سعید بخت علی کو فلسطین میں داخلہ کی اجازت دے دی ہے اور وہ مصر سے آ گئے ہیں۔ یہ دوست ازہر میں پڑھتے رہے ہیں۔ یکم اپریل ۱۹۳۲ء کو انہیں احمدیہ سکول میں مدرس مقرر کیا گیا ہے۔" [1]

اسی سال شام کے مبلغ منیر الحصنی کو بعض سازشوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے حکومت نے ملک سے نکال دیا اور وہ فلسطین میں الفضل کے پاس آ گئے۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں:-

"شام کے مقامی مبلغ منیر الحصنی کو بھی ۱۹۳۲ء میں حکومت نے ملک سے نکال دیا تھا اور آپ حیفا میں مقیم تھے۔" [2]

قادیانی شرپسندوں نے صیہونی آقاؤں کے اشارے پر مذہبی مناظرہ بازی کا بازار گرم کرنے کی کوشش کی تاکہ تحریک حریت کا رخ قادیانی فتنہ کے استیصال کی طرف موڑا جائے۔ لیکن انہیں نمایاں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں:-

"ان دنوں (۱۹۳۲ء) اس مشن کے انچارج مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری تھے جنہوں نے عرب ممالک میں تبلیغ اسلام و احمدیت کی کوششیں اس سال پہلے سے زیادہ تیز کر دیں۔ اور مناظروں اور مباحثوں کے ذریعے خاص طور پر احمدیت کا سکہ بٹھا دیا۔" [3]

---

[1] الفضل قادیان ۔ ۲۴ رمئی ۱۹۳۲ء

[2] تاریخ احمدیت جلد پنجم صہ ۵۰۲

[3] تاریخ احمدیت جلد ہفتم صہ ۱۴۴

ظفر اللہ کے مذاکرات

فلسطین میں اللہ دتہ مکروہ سازشوں میں مصروف تھے تو لندن میں سر ظفر اللہ صیہونی رہنما ڈاکٹر ویزمان سے صلاح مشورے کے بعد وزیر ہند سر سیموئیل ہور سے فلسطین کی صورت حال پر گفت و شنید کر رہے تھے۔ سر ظفر اللہ اپنی خود نوشت سوانح "تحدیث نعمت" میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے وزیر ہند سے فلسطین کے مسئلے پر مذاکرات کئے۔ اور انہیں بعض تجاویز پیش کیں۔ وزیر ہند نے یہ تجاویز سر فلپ کنلف لسٹر وزیر نوآبادیات کے گوش گذار کیں۔ اور ان سے ملاقات کا وقت مقرر کیا۔ اس زمانہ میں فلسطین کے ہائی کمشنر سر آرتھر واچوپ بھی لندن میں موجود تھے وہ بھی گفتگو میں شریک ہوئے۔ سر ظفر اللہ آگے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فلسطین کی زمین کے یہود کے ہاتھوں فروخت کے مسئلے پر تبادلہ خیالات کیا۔

"سر سیموئیل ہور کے کہنے پر سر فلپ ان (ظفر اللہ) کے ساتھ ملاقات پر رضامند ہو گئے لیکن عربوں کی مشکلات میں انہیں ان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی"[1]

سیاسی تبلیغ

اللہ دتہ نے کبابیر میں جامع محمود کی تعمیر (دسمبر ۱۹۳۳ء) مکمل کرائی اور مسجد فوزار کا افتتاح کیا۔ احمدیہ لائبریری اور بک ڈپو کے قیام کے بعد ایک پریس لگوایا اور رسالے "البشریٰ" کا اجرا کیا۔ پریس کے قیام کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے لکھا:

"ہماری جماعت کی تعداد ابھی تھوڑی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخالفین پر ایک رعب ہے اس کا نتیجہ ہے کہ مصر، فلسطین، شام اور عراق کے اخبارات ہماری مخالفت کرنا اور احمدیت سے لوگوں کو نفرت دلانا اپنا اہم ترین کارنامہ شمار کرتے ہیں۔ ان اخبارات کے اعتراضات کے جوابات نیز سلسلہ تبلیغ کو باقاعدہ اور محکم کرنے کے لئے احمدیہ پریس کا ہونا ضروری امر ہے"[2]

مرزا محمود نے اللہ دتہ کی "مساعی" کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

"مولوی اللہ دتہ صاحب شام اور مصر میں اچھا کام کر رہے ہیں وہاں احمدیت کی شدید مخالفت ہو رہی ہے بعض احمدیوں کو پیٹا بھی گیا ہے حکومت بھی خلاف ہے۔ حیفہ میں ایک بہت بڑی جماعت قائم ہے جس کے بہت سے افراد مولوی جلال الدین صاحب شمس کے وقت کے ہیں۔ مگر اللہ دتہ صاحب کام کو خوب پھیلا رہے ہیں"[3]

---

[1] سر ظفر اللہ: تحدیث نعمت۔ لاہور ص ۳۹۶ [2] الفضل قادیان ۸ مارچ ۱۹۳۴ء

احمدیہ اور ان کے حواری ۱۹۳۵ء تک بجائے فلسطین کی عرب پارٹیوں کے اس اتحاد کی تحریک کے خلاف سرگرم دکھائی دیتے ہیں جو ایک عرصے سے جاری تھی واضح رہے کہ فلسطین میں مفتی اعظم فلسطین کی سپریم مسلم کونسل کے علاوہ چھ بڑی جماعتیں آزادی کے لئے کوشاں تھیں ان کے نام درج ذیل ہیں:-

۱۔ فلسطین عرب پارٹی (سربراہ جمال الحسینی)۔ ۲۔ قومی دفاع پارٹی (راغب بے)۔ ۳۔ ریفارم پارٹی (ڈاکٹر خالدی)۔ ۴۔ نیشنل بلاک (عبداللطیف بے)۔ ۵۔ کانگریس ایگزیکٹو آف نیشنل یوتھ (یعقوب غوشہ)۔

۶۔ استقلال پارٹی (عونی بے عبدالہادی)

صیہونی اسٹوڈنٹ ایجنسی کے علاوہ کئی نیم سیاسی تنظیمیں یہود کی بحالی کے پروگرام کو کامیاب بنانے میں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے بہت سی تنظیموں کے مرکز یورپ میں تھے۔ بن گوریوں کی سیاسی پارٹی اور بائیں بازو کی شہومر اور پولیئر جیسی جماعتیں[1] دہشت انگیزی کے ذریعے فلسطین میں یہود آباد کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا تھیں۔

قادیانیوں نے صیہونی تنظیموں کی مدد سے عرب پارٹیوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی پالیسی کو کامیاب بنانے میں ان کی اعانت کی۔ تاکہ یہ پارٹیاں متحد ہو کر اپنی آواز انتدابی حکومت کو نہ پہنچا سکیں اور اپنے مطالبات کے حصول کے لئے منظم جدوجہد نہ کر سکیں۔ احمدیہ نے مرکز کی ہدایات پر تحریک جدید کے نام پر بڑے زور شور سے "یوم تبلیغ" منائے۔ پورے فلسطین میں قادیانی گماشتوں نے لٹریچر تقسیم کیا اور مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے علاوہ ان کو سامراج کے خلاف جہاد موقوف کرنے کی تعلیم دی۔

احمدیہ کی ایک "تبلیغی" رپورٹ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء میں دس وفود پر مشتمل ۳۶ مبلغوں کے اسماء، شفا عمرو، عکا، حسفیہ، حیفہ، یافا، جبل کرمل، صفد، کفر کنا، طبریہ، جینیہ، نابلس اور جنین کے دوروں کی تفصیل مذکور ہے اور لکھا ہے کہ یہ قادیانی موٹر سائیکلوں وغیرہ پر دو سو میل تک فلسطین کے طول و عرض میں لٹریچر تقسیم کرتے رہے۔ اور یوم التبلیغ کے موقع پر چھاپے گئے۔ خاص ٹریکٹ لوگوں تک پہنچاتے رہے[2]۔

---

[1] جارج لیس زوزوسکی۔ دی مڈل ایسٹ ان ورلڈ افیئرز۔ نیویارک ص ۳۰۰

[2] الفضل قادیان۔ ۳ اپریل ۱۹۳۵ء

قادیانیوں اور صیہونیوں کی تمام تر سازشوں کے باوجود جب عرب پارٹیوں نے [illegible] کا اعلان کر دیا تو ستمبر ۱۹۳۵ء میں فلسطین کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے مرزا محمود نے دفتر نو آبادیات لندن سے مراسلت کی اور مبلغ انگلستان مولوی محمد یار کو لندن سے حیفہ (فلسطین) روانہ ہونے کا حکم دیا۔[1] مولوی مذکور نے فلسطین کے ہائی کمشنر واکھوپ اور دیگر افسران سے صلاح و مشورے کئے۔ اور قادیان پہنچ گئے۔ ان کی رپورٹ کی روشنی میں اللہ دتہ کی جگہ نئے مبلغ کے تقرر کا اعلان کر دیا گیا۔

اللہ دتہ نے فلسطینی مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے اجرائے نبوت کے نام نہاد ثبوت میں "القول المتین فی بیان خاتم النبیین"۔ "تبین الضیاء"۔ "الدین الحی الخالد"۔ جیسے رسائل تالیف کئے۔ البشریٰ کے ذریعے ارتداد کی تبلیغ اور سیاسی سازشوں کی پشت پناہی کی۔ لیکن الازہر یونیورسٹی کے رسالے نور الاسلام نے قادیانی خرافات کے مدلل جواب دئے۔ اور نام نہاد خالد احمدیت اللہ دتہ جالندھری کا ناطقہ بند کئے رکھا۔ ۱۹۳۶ء میں شیخ جامعہ الازہر نے مصر کے وزیر داخلہ سے پر زور مطالبہ کیا کہ قادیانیت کی تبلیغ اور لٹریچر کی تقسیم پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔[2]

ادھر عراق میں قادیانیت کا کڑا احتساب جاری تھا۔ یہودی ہائی کمشنر عراق سر گلبرٹ کلیٹن (۱۹۲۹ء) کے بعد قادیانی تخریب کار ہائی کمشنر فرانسس ہمفرے کی شہ پر آزادی پسندوں کی انٹیلی جنس اور تخریب کاری میں ملوث تھے۔ ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ حاجی عبداللہ، معراج دین، سابق سپرنٹنڈنٹ سی۔آئی۔ڈی ہند اور احمد فرقانی کھلے طور پر برطانوی سرکار کی "خدمات" انجام دے رہے تھے۔ احمد فرقانی کی مسلسل تشویش ناک سرگرمیوں کی وجہ سے اسی سال کے اوائل میں قتل کر دیا گیا۔ مؤلف "تاریخ احمدیت" لکھتے ہیں:-

"جنوری ۱۹۳۵ء کے وسط میں عراق کے ایک نہایت مخلص احمدی حضرت شیخ احمد فرقانی کا سانحہ شہادت پیش آیا۔ جس کی اطلاع ایک احمدی عرب نوجوان الحاج عبداللہ صاحب (یہ نوجوان ایک لمبا عرصہ قادیان میں علم دین سیکھنے کے بعد ان دنوں اپنے وطن میں مصروف تبلیغ تھے — حاشیہ) کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں پہنچی۔ چنانچہ انہوں نے ۱۰ شوال ۱۳۵۳ھ (مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۵ء) کو حضور کو لکھا کہ آج بغداد سے ایک خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ شیخ احمد فرقانی جو عرصہ دس سال

---

[1] الفضل قادیان ۱۳ ستمبر ۱۹۳۵ء   [2] الفضل قادیان ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء

سے احمدیت کی وجہ سے ظلم و ستم برداشت کرتے آ رہے تھے ۔ اور جن کا عراقیوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا ، شہید کر دیے گئے ۔ آپ بغداد سے قریباً دو صد میل کے فاصلے پر لواد کرکوک گاؤں میں بود و باش رکھتے تھے ۔ جب میں (مرزا محمود) بغداد میں تھا تو کئی ہفتے میرے پاس آ کر رہے تھے [1]

فروری ۱۹۳۶ء میں اللہ دتہ قادیان پہنچے ۔ قادیانی نیم فوجی تنظیم نیشنل لیگ کور کے باوردی والنٹیرز نے مرزا گل محمد سالارِ جیش کی زیر کمان آپ کا استقبال کیا ۔ ولی اللہ شاہ اور سرور شاہ نے ہار پہنائے ۔ مرزا محمود بنفسِ نفیس آپ کی پذیرائی کے لئے آئے ۔ الفضل قادیان نے اس موقع پر لکھا کہ " آپ نے بلادِ عربیہ میں ایک بہت بڑی تعداد کو احمدیت میں داخل کرنے کے علاوہ حیفہ میں ایک احمدیہ سکول قائم کیا ۔ مسجد احمدیہ کی تکمیل کی ۔ پریس اور رسالہ البشریٰ جاری کیا اور چار ایکڑ زمین صدر انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری کرائی گئی [2]

قادیانی فریب کار

مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے ۱۹۷۶ء میں ایک کتابچہ " ربوہ سے تل ابیب تک " تالیف فرمایا ۔ جس میں قادیانیوں کے اسرائیل سے روابط پر روشنی ڈالی گئی تھی ۔ الفرقان ربوہ نے ، جس کے مدیر جناب ابوالعطاء اللہ دتہ تھے ۔ اس کا ایک بھونڈا جواب " جماعت احمدیہ اور اسرائیلی حکومت " نمبر کی صورت میں دیا ۔ یہ جواب مرزا غلام احمد کے پوتے مرزا طاہر احمد کے ایک طویل مضمون پر مشتمل ہے اور اسے کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے ۔

اللہ دتہ ، ماہنامہ الفرقان ربوہ بابت مارچ اپریل ۱۹۷۶ء کے شمارے " اسرائیلی حکومت نمبر " میں مولانا بنوریؒ کے کتابچے سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ فرماتے ہیں :-

" انگریز نے براہِ راست یا یہود کی معرفت جماعت احمدیہ فلسطین کی وساطت سے قادیان روپیہ بھجوایا اور " سب سے زیادہ رقم فلسطین کی قادیانی جماعت نے مہیا کی "

(کتابچہ ، ربوہ سے تل ابیب تک) مؤلفہ حضرت مولانا بنوریؒ ۔

ابوالعطاء کا تبصرہ

" میرے عرصہ خدمتِ اسلام میں جب مرکز سلسلہ سے تحریک جدید شروع ہوئی تو فلسطین کی غریب جماعت اور ہمارے سلسلہ کی طلبا نے اپنے اخلاص سے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ ۵۶ [2] الفضل قادیان ۲۹ فروری ۱۹۳۶ء

جو چار صد شلنگ اور آٹھ شلنگ چندہ بھیجا تھا دشمن دین آنکھوں (جناب بنوری وغیرہ) نے اسے کروڑہا روپیہ قرار دیا۔ اور سراسر جھوٹا قصہ اختراع کیا ہے۔ جس پر محترم صاحب زادہ طاہر احمد صاحب کے مقالے میں دلچسپ تبصرہ شامل اشاعت ہے۔" [1]

مرزا طاہر احمد نے مولانا بنوریؒ کی عبارت پر ان الفاظ میں خیال آرائی فرمائی۔

"یہاں اہم ترین سوال یہ ہے کہ یہ خطیر رقم جو فلسطین سے خلیفہ قادیان کو وصول ہوئی کہاں سے آئی اور کس نے مہیا کی ؟ کیا یہ رقم معدودے چند افراد نے مہیا کر دی تھی جو اسلام سے مرتد ہو کر قادیانی امت میں شامل ہو گئے تھے ؟ کیا ان کی مالی حیثیت اس قدر مستحکم ہو گئی تھی کہ وہ اپنے علاقے میں وسیع اخراجات برداشت کرنے کے بعد ایک بہت بڑی رقم خلیفہ قادیان کی خدمت میں نذر کر دیتے ؟ جو شخص واقعات کو عقل و فہم کی میزان میں تولنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس کا جواب نفی میں دے گا" [2]

راقم الحروف نے مضمون کی اشاعت کے بعد آنجہانی ابوالعطاء جالندھری کی خدمت میں ان کی ایک تقریر اور دیگر بہت سے سوال پیش کئے۔ اور آپ سے عرض کیا کہ کیا ان شواہد کے بعد بھی وہ فلسطین مشن کے شرمناک کردار اور سامراجی صیہونی مالی اعانت سے انکار کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں ؟ لیکن مرتے دم تک انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب ہم دیگر قادیانی فریب کاروں اور برطانوی صیہونی گماشتے کی ذریت کی بدنیتیوں کی وضاحت کے لئے الشرقیہ کی ایک تقریر نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے بڑے زور دار انداز میں دعویٰ کیا کہ فلسطین کی جماعت ہزارہا روپیہ سالانہ چندہ دے رہی ہے۔ اس تقریر کی روشنی میں مرزا طاہر احمد اپنے سوالات کا جواب حاصل کر سکتے ہیں۔ الشرقیہ فرماتے ہیں:

"بھائیو! اللہ تعالیٰ نے نصف صدی پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل فرمائی 'یدعون لک ابدال الشام' کہ ملک شام کے ابدال و اقطاب تیرے لئے دعائیں کرتے ہیں فلسطین شام ہی کا حصہ ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے تبلیغی سفر یورپ سے واپسی پر اوائل ۱۹۲۵ء میں جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ اور جناب مولوی جلال الدین صاحب شمس کو دمشق روانہ فرمایا۔ ۱۹۲۸ء کے شروع میں جناب شاہ صاحب واپس تشریف لا چکے تھے

---

[1] الفرقان، ربوہ مارچ اپریل ۱۹۷۵ء (افتتاحیہ) [2] ایضاً

جناب مولوی شمس صاحب پر خنجر سے حملہ ہوا اور وہ سخت زخمی ہوئے محض اللہ کے فضل سے جانبر ہوئے تب فرنچ گورنمنٹ نے عوام کے شور سے ڈر کر شمس صاحب کو دمشق چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکم سے وہ حیفہ فلسطین میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے وہاں نہایت محنت اور جانکاہی سے پیغام احمدیت پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں شاندار کامیابی عطا فرمائی چنانچہ الٰہی نوشتوں کے مطابق کرمل پہاڑ پر احمدیہ جماعت قائم ہوگئی۔ ۱۰ اگست ۱۹۳۱ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خاکسار فلسطین روانہ ہوا۔ شمس صاحب ہندوستان تشریف لے آئے۔ خاکسار نے ستمبر ۱۹۳۱ء سے فروری ۱۹۳۶ء تک بلاد عربیہ میں اسلام و احمدیت کا پیغام بندگان خدا تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فلسطین میں بیعت کنندگان کی تعداد کا اندازہ پانچ صد نفوس ہے۔ وہاں پر احمدی لڑکوں کے لئے مدرسہ ہے۔ احمدی لڑکیوں کے لئے علیحدہ مدرسہ احمدیہ ہے۔ جماعت کا اپنا پریس ہے جس میں عربی۔ انگریزی اور عبرانی ہر قسم کی کتابیں اور اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کو تبلیغ اسلام کی جاتی ہے عربی بولنے والی ساری دنیا میں وہاں سے لٹریچر بھیجا جاتا ہے۔ اوائل ۱۹۳۲ء سے ماہوار رسالہ البشریٰ جاری ہے۔ فلسطین کی جماعت نہایت مخلص جماعت ہے وہ ہزار ہا روپیہ سالانہ چندہ دے رہے ہیں۔ متعدد اصحاب نے اپنی آمد میں ۱/۳ اور ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کر دی ہے۔ بعض دوستوں نے اپنے بچوں کو وقف کیا ہے۔ تاکہ وہ قادیان آ کر تعلیم حاصل کریں۔ اور سلسلہ کے مبلغ ہوں۔[1]

فصل ہشتم

نئے مبلغ نئے فتنے

مبلغ قادیانی

۱۹۳۶ء کے اوائل میں اللہ دتہ جالندھری کی جگہ محمد سلیم کا تقرر بطور فلسطین مبلغ ہوا آپ فروری ۱۹۳۶ء میں فلسطین پہنچ گئے۔ آپ کے تقرر کے تقریباً دو ماہ بعد فلسطین کی سیاسی جماعتوں کا اتحاد ہوگیا اور انہوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کی تحریک تیز کر دی۔ فلسطینی مجاہدوں کے گروہ مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کی اپیل پر جہاد فلسطین میں حصہ لینے لگے۔ مجاہدین کی اپیل پر پورے فلسطین میں عام ہڑتال

---

[1] الفضل قادیان ۱۹ر فروری ۱۹۳۳ء

کی گئی اور تمام کاروبار معطل کر دیے گئے۔ اتنی کامیاب ہڑتال اور عدم تعاون کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی مزید یہ کہ مفتی اعظم فلسطین کے ایک ساتھی مجاہد شیخ عزیز الدین القسام نے مسلح بغاوت کر دی۔[1] یہودی، برطانوی حکومت کی مدد سے فوجی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ انہوں نے مغرب کی یہودی اسلحہ ساز کمپنیوں سے جدید قسم کا اسلحہ خریدا اور ایک پیشہ ور خفیہ یہودی ایجنٹ کیپٹن ون گیٹ کی خدمات حاصل کیں۔ اس رسوائے زمانہ یہودی نے جو مہدی سوڈانی کے خلیفہ کو شہید کرنے کا ذمہ دار تھا اور قاہرہ ملٹری انٹیلی جنس سے وابستہ رہ چکا تھا، یہودیوں کو زبردست فوجی تربیت دی۔ اور انہیں ایک تادیبی فوج (Punitive detachment) بنا ڈالا۔ جس کا کام برطانیہ کی اس سیٹلمنٹ فوج کی بھرپور مدد کرنا تھا جو مارشل لا کے دوران امن قائم کرنے اور عام حالات میں نظم و نسق بحال کرنے کے لئے قائم کی گئی تھی۔ یہودیوں کو خود حفاظتی کے نام پر شاٹ گنیں رکھنے کی پوری آزادی تھی۔[2] صیہونی رہنما بن گوریون کا ایڈو اسرائیل بیر لکھتا ہے کہ صیہونی دستوں نے ایک طرف تو عربوں کی تحریک کو کچلا تو دوسری طرف برطانوی انتظامیہ کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔[3] اس کے مقابلے پر عرب بڑی بے سروسامانی کی حالت میں محدود پیمانے پر گوریلا تربیت حاصل کر رہے تھے۔ گلیل۔ نابلس۔ جنین۔ تلکرم اور جافہ میں ان کے چند مراکز قائم تھے۔ وہ بھی برطانیوں کی استعماری زد میں تھے۔

اکتوبر کے وسط تک عام ہڑتال جاری رہی۔ سول نافرمانی اور یہودی مال کے بائیکاٹ کی تحریک نے برطانوی حکومت کو سخت پریشان کر دیا۔ تاریخ میں فلسطینی مجاہدین کی اس کامیاب جدوجہد کو "بغاوت عظمیٰ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے بعض مثبت نتائج نکلنے کی توقع تھی لیکن سعودی عرب کے شاہ سعود، عراق کے شاہ غازی اور شرق اردن کے شاہ عبداللہ نے تحریک کی پرزور حمایت کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم فلسطین کو مجبور کیا کہ اسے ختم کر دیں کیونکہ برطانوی حکومت مذاکرات پر آمادہ ہے۔ انگریز نے نہایت عیاری سے کام لیتے ہوئے ڈبلیو۔ آر۔ پیل کی صدارت میں ایک کمیشن کے تقرر کا اعلان کر دیا۔[4]

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ لاہور نومبر ۱۹۷۰ء   [2] پارکس ہسٹری آف فلسطین لندن ۱۹۴۹ء ص ۳۲۳

[3] وائی ایرولو۔ کاشن زیونزم، ماسکو ص ۸۰   [4] این سکولو، اے ہسٹری آف زیونزم۔ لندن

اس عظیم تحریک کے دوران قادیانیوں نے نہایت شرمناک کردار ادا کیا۔ انہوں نے ہائی کمشنر سر
واکوپ کی ہدایات پر پورا پورا عمل کیا۔ اور مرزا محمود کے ان احکامات کی بجا آوری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی
جو وہ وزیر نوآبادیات آرمزبی گور سے وصول کر کے فلسطین مشن کے مبلغ کو روانہ کرتے تھے۔ قادیانی
صیہونیوں کے دوش بدوش حریت پسندوں کے خلاف صف آرا رہے۔ انہوں نے شاٹ گن اور
دیگر اسلحہ رکھنے کی قانونی اجازت حاصل کر لی جبکہ فلسطینی عربوں کو کسی قسم کا اسلحہ رکھنے کی اجازت
نہ تھی اور معمولی اسلحہ برآمد ہونے پر بھی مارشل لاء کی عدالتیں انہیں سخت سزائیں دیتی تھیں۔ قادیانی
دہشت پسندوں کا سرغنہ محمد صالح نامی شخص تھا جو جیوش ایجنسی کا تنخواہ دار ملازم تھا۔ اس شخص
کی سرگرمیوں کے باعث حریت پسندوں کو دو محاذوں پر لڑنا پڑتا۔ ایک تو وہ یہودیوں کا مقابلہ کرتے
دوسرے قادیانی دہشت پسندوں کے خلاف نبرد آزما رہتے۔ مولوی محمد سلیم کی رپورٹ کے ایک
اقتباس سے اس حقیقت کو جاننے میں مدد ملے گی۔ آپ لکھتے ہیں:

"جماعت احمدیہ کبابیر کے ایک نہایت ہی مخلص احمدی السید محمد صالح کے مکان پر چھ ماہ کے
اندر اندر بعض بدقماش فتنہ پرداز (مفتی اعظم کے حریت پسندوں کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے
ہیں۔ مؤلف) رات کے وقت دو دفعہ مسلح حملہ کر چکے ہیں۔ اور گو ہر دو دفعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام
نامراد کیا تاہم ہمارے لئے بہت ضروری ہو گیا کہ جماعت اپنی حفاظت کا انتظام کریں۔ چنانچہ ہم
نے ڈپٹی کمشنر ناردرن ڈسٹرکٹ حیفا کی خدمت میں ایک مفصل چٹھی لکھی اور اسلحہ رکھنے کی اجازت
چاہی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم نے متعلقہ پولیس کو ہدایت کر دی ہے کہ
ہفتہ میں کم از کم دو دفعہ کبابیر کو اپنی گشت میں شامل کرے۔ حادثہ کے متعلق تحقیقات ہو رہی ہے۔
یہ جواب غیر تسلی بخش تھا۔ اس پر دوسرا حادثہ مستزاد ہمیں زیادہ تگ و دو سے کام لینا پڑا۔
اور اسسٹنٹ کمشنر حیفا سے ملاقات کر کے حالات بیان کئے گئے۔ اور احمدیت کی مختصر تاریخ
سے ان کو آگاہ کیا گیا۔ آپ مذہباً مسلمان تھے۔ اس لئے توجہ سے ہمارا پیغام سنتے رہے۔ بالآخر
آپ نے ہمیں اسلحہ رکھنے کی اجازت دے دی۔

قائم مقام اسسٹنٹ کمشنر دائرۃ المہاجر حیفا مذہباً یہودی ہیں ان سے ملاقات کر کے احمدیت
نقطۂ نظر سے فلسطین کی موجودہ سیاسی شورش پر تبصرہ کیا گیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے

جو امن و سلامتی کا حقیقی علمبردار ہے اور جس نے ہر حالت میں ہر قسم کے جانی دشمنوں کے حق میں بھی عدل و انصاف اور گنجائش رحم سے کام لینے کی تعلیم دی ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں آپ نے وعدہ کیا کہ سلسلہ کا لٹریچر انہیں دیا گیا تو ضرور مطالعہ کریں گے۔

انصار اللہ نے مختلف دیہات میں دورے کئے اور تبلیغی لٹریچر تقسیم کیا۔ طیرہ۔ حیفا۔ منشیہ۔ عکا اور کمل فضا میں عربوں کے خیموں میں پونچ (پہنچ) کر احمدیت کا پیغام پونچایا (پہنچایا) انصار اللہ میں سے سید محمد صاحب۔ سید عبدالقادر صاحب۔ سید محمود صاحب۔ سید عبدالمالک۔ شیخ حسین علی، شیخ عبدالرحمن برجاوی کی مساعی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب دوستوں نے کم و بیش اڑہائی صد ٹریکٹ و اشتہارات تقسیم کئے۔ ان دوروں کے نتیجہ میں مختلف دیہات سے بعض لوگ بغرض تحقیق مرکز میں آئے۔ انہیں اچھی طرح تبلیغ کی گئی اور لٹریچر برائے مطالعہ دیا گیا۔"[1]

اس اقتباس پر ہم کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرتے۔ اس کے بین السطور قادیانی پالیسی اور عرب مظلومین کے متعلق ان کے خیالات معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ خاص طور پر یہ بات ملاحظہ کریں کہ اس مساعد دور میں جب کہ تحریک آزادی ایک نازک موڑ اختیار کر گئی تھی قادیانی کس شرمناک طریقے سے گلے پڑتے، بے چارے عربوں کے خیموں میں پہنچ کر ان کے ایمانوں میں ڈاکہ ڈالتے انہیں اپنی محسن برطانوی سرکار کی اطاعت کا درس دیتے اور ان کی سرگرمیوں پر اطلاع رکھتے تھے۔

رائل کمیشن رپورٹ

اگست ۱۹۳۶ء میں ڈبلیو آر پیل کی صدارت میں قائم ہونے والے رائل کمیشن نے ۷ر جولائی ۱۹۳۷ء کو اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ جنوری ۱۹۳۷ء تک کمیشن فلسطین میں تحقیقات کرتا رہا لیکن کسی بھی فلسطینی جماعت یا فرد نے ان سے تعاون نہ کیا اور مکمل بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ البتہ قادیانیوں نے کمیشن سے تعاون کیا۔ اور انہیں اپنی جماعت کی طرف سے میمورنڈم روانہ کئے۔

رائل کمیشن کی رپورٹ بیک وقت ہندوستان اور انگلستان سے شائع کی گئی۔ رپورٹ میں عربوں کے دو مطالبات یعنی آئندہ یہود کو فلسطین میں داخل نہ ہونے دیا جائے اور فلسطین اہل فلسطین

---

[1] الفضل قادیان ۲۲ر جولائی ۱۹۳۷ء

کے سپرد کر دیا جائے یکسر مسترد کر دیئے گئے۔ رپورٹ میں فلسطین کے مسئلہ کے عوامل کا جائزہ لینے کے بعد سفارش کی گئی کہ اس علاقے کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ شمالی فلسطین اور سمندر کے ساتھ کا علاقہ یہودیوں کے قبضہ میں رہے۔ درمیان میں ایک مختصر سا قطعہ حکومت برطانیہ کے انتداب میں ہو اور بقیہ علاقہ عربوں کو دے دیا جائے۔

عربوں نے تقسیم فلسطین کے کسی بھی منصوبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور واضح کیا کہ جس کمیشن کا انہوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا اس کی رپورٹ کو ماننے کا سوال ہی خارج از بحث ہے یہودیوں نے اس رپورٹ کو بالفور اعلان ۱۹۱۷ء کے منافی قرار دے کر مسترد کر دیا۔ عرب پریس اور ہندوستان کے مسلم پریس نے اس رپورٹ کی شدید مخالفت کی۔ اور تقسیم کے منصوبے کے مضمرات پر روشنی ڈالی۔ پنجاب اور یوپی اسمبلی میں اس رپورٹ پر تحریک التوا پیش کرنے کی کوشش کی گئی جنہیں حکومت نے پیش نہ ہونے دیا۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے اجلاس میں ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو اس مسئلہ پر علامہ اقبال کا ایک فاضلانہ بیان پڑھ کر سنایا گیا۔ جو تقسیم کی مذمت میں تھا۔[1]

الفضل قادیاں نے بھی رائل کمیشن کی رپورٹ پر ایک مختصر سا تبصرہ کیا جس میں رپورٹ کے پس منظر پر روشنی ڈالنے اور تقسیم کے فارمولے کا ذکر کرنے کے بعد کہا گیا۔

شرمناک اداریہ

"سوال یہ ہے کہ کیا فلسطین کے حصے بخرے برطانیہ کے عدل و انصاف کے لئے روا اور اہل فلسطین کے لئے باعث اطمینان ہو سکیں گے۔ اس کا فیصلہ مستقبل کرے گا۔"[2]

مسلم لیگ۔ مجلس احرار۔ جمعیۃ العلمائے ہند اور دیگر سیاسی جماعتوں اور اکابرین نے فلسطینی مجاہدین کی تحریک کی پرزور حمایت کا اعلان کیا۔ بڑے بڑے شہروں میں فلسطین کانفرنسیں منعقد کیں اور برطانوی سامراج کی سیاسی چیرہ دستیوں اور ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کیا گیا۔ تحریک خلافت سے لے کر اب تک ہر زمانے میں اسلامیان ہند نے عربوں کی جدوجہد آزادی کے حق میں آواز بلند کی۔ جلسے کئے جلوس نکالے، گرفتاریاں دیں، جیلیں بھریں اور برطانوی سامراج کو ثابت کر دکھایا کہ مسلمان دنیا کے کسی

---

[1] لطیف احمد شروانی، حرف اقبال، لاہور   [2] الفضل قادیاں ۱۱ جولائی ۱۹۳۷ء

حصے میں بھی ہوں وہ ایک دوسرے کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ مسلم لیگ نے مجموعی طور پر فلسطین کے حق میں اٹھارہ ریزولیوشن پاس کئے[1] کانگرس نے بھی فلسطینی تحریک حریت کی حمایت میں مختلف مواقع پر قرار دادیں منظور کیں[2]

اکتوبر ۱۹۳۷ء کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں مسلم لیگ نے فلسطین میں برطانوی پالیسی کو دھوکہ دہی پر مبنی قرار دیا۔ اور تقسیم کے منصوبے کی پرزور مذمت کی۔ فلسطین کے مسئلے پر مسلم سیاسی جماعتوں کی طرف سے مندرجہ ذیل مطالبات پیش کئے جاتے رہے۔

(۱) تقسیم فلسطین خواہ کسی صورت میں ہو مسلمانانِ ہند اسے قبول نہیں کریں گے۔ فلسطین اہلِ فلسطین کا ہے۔

(۲) سر آغا خاں، صدر اسمبلی لیگ مسئلہ فلسطین میں مسلمانانِ ہندوستان اور مسلمانانِ عالم کے جذبات کی لیگ آف نیشنز میں ترجمانی کا فریضہ ادا کریں۔

(۳) ایک وفد اسلامی اور یورپی ممالک کو بھیجا جائے تاکہ مسلمانانِ ہند کے جذبات کی فلسطین کے مسئلے پر ترجمانی کرے اور تقسیم فلسطین کے خلاف رائے عامہ بیدار کرے۔

(۴) برطانیہ سے مطالبہ کیا جائے کہ شرق قریب اور مشرق وسطیٰ کے متعلق اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے اور لیگ آف نیشنز سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ طاقتور حکومتوں کے جبر و استبداد سے مجبور اور چھوٹی اقوام کو بچانے کے لئے تدابیر اختیار کرے۔

(۵) برطانیہ کی انتدابی حکومت فلسطین میں ان ذمہ داریوں کی سرانجام دہی میں قاصر رہی ہے جو باشندگان فلسطین کے شہری اور مذہبی حقوق کے تحفظ کے لئے لیگ آف نیشنز نے اس کے سپرد کئے تھے۔ اور فلسطین کے باشندگان کے سیاسی حقوق میں اس نے مداخلت کی ہے۔ لہٰذا لیگ کو انتداب فلسطین کا خاتمہ کر کے ارض مقدس کو اس کے باشندوں کے حوالہ کر دیا جائے۔

ان مطالبات کے حق میں مجلس کل آف انڈیا فلسطین کانفرنس نے ۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو یوم فلسطین

---

[1] نوائے وقت لاہور ۵ دسمبر ۱۹۷۹ء [2] منوہر دیوان۔ عرب اینڈ اسرائیل دہلی ۱۹۶۹ء ص ۲۲

منایا جلسے منعقد کئے اور جلوس نکالے۔ چونکہ مجالس عمل اور فلسطین کانفرنسوں کے نتیجہ میں انگریز کے خلاف نفرت کے جذبات ابھرتے تھے۔ ان کے سامراجی تسلط اور بدعہدیوں کا پول کھلتا تھا۔ ان کی عرب دشمن پالیسی اور فلسطینی مجاہدین کے حقوق غصب کرنے کے اقدامات کی تشہیر ہوتی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فلسطین کے مسئلہ کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہوتی تھی۔ اس لئے اخبار الفضل قادیان نے بلاواسطہ طور پر برطانوی سامراج کے سیاسی مظالم اور عرب دشمن پالیسیوں کا دفاع کرنے اور ان کا جواز تلاش کرنے کے لئے فلسطین کانفرنسوں کے انعقاد کو نشانہ تنقید و استہزاء بنایا۔ اس نے الزام لگایا کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ فلسطین کانفرنسیں منعقد کر کے چندے کماتا اور نمائشی قراردادیں پاس کر دیتا ہے۔ کانفرنسوں کے ٹکٹ فروخت کر کے روپیہ ہضم کر لیا جاتا ہے۔ کلکتہ میں منعقد ہونے والی فلسطین کانفرنس اور اس کی قراردادوں، جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کو درج کرنے کے بعد الفضل نے لکھا۔

"اب ان قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے کے نام سے چندہ طلب کیا جائے گا۔ اور پھر اگر وہ اسی مقصد کے لئے صرف کیا جائے تو بھی یہ بے نتیجہ کام ہو گا۔ نہ لیگ آف نیشن میں شنوائی ہوگی نہ یورپین ممالک ہندوستانی مسلمانوں کے وفد کے پہنچنے پر فلسطین کو برطانیہ کے انتداب سے آزاد کرانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ نہ برطانیہ اپنی پالیسی بدلنے کے لئے تیار ہو گا پھر اس ضیاع مال و اوقات سے کیا فائدہ؟ اور اس طرح اپنی بے وقری کرانے کی کیا ضرورت؟ مگر کوئی نہ کوئی شاخسانہ اس قسم کا کھڑا ہی رہتا ہے اور مسلمانان ہند ناکامیوں اور نامرادیوں کے کچھ ایسے عادی ہو چکے ہیں کہ انہیں ناکامی کا کچھ احساس ہی نہیں ہوتا اور اس طرح روز بروز ان کی قوت عمل سلب ہوتی جا رہی ہے۔

کاش وہ لوگ جو مسلمانوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں اس طرح توجہ کریں اور بے نتیجہ باتوں میں مسلمانوں کو الجھانے اور ان کا مالی اور جانی نقصان کرانے کی بجائے ان کی اندرونی اصلاح و ترقی کے لئے کوشش کریں۔ ان کی تعلیم اور اتحاد کو مضبوط بنائیں تاکہ مسلمان زندہ قوم کہلائیں۔ اور ان کی کسی بات کا کسی پر اثر بھی ہو۔"[1]

۱۔ الفضل قادیان ۔ ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

قادیانی مجاہد

ہندوستان میں یہ مذموم پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا تو فلسطین میں مسلم اتحاد کے خلاف سازش جاری تھی عرب پارٹیوں کے اتحاد اور ان کے مؤثر سیاسی کردار کے پیش نظر مرزا محمود نے اوائل مئی ۱۹۳۶ء میں ایک قادیانی محمد صدیق مجاہد کو تحریک جدید سکیم کے تحت فلسطین روانہ کیا۔ تاکہ وہ قادیانی مبلغ محمد سلیم کا ہاتھ بٹا سکے۔ نئے قادیانی مبلغ نے حیفہ جاتے ہوئے ایک روز قاہرہ میں احمد علی آفندی کے پاس قیام کیا اور پھر حیفہ پہنچے۔ اس سے قبل ایک اور قادیانی ڈاکٹر نذیر احمد حبشہ سے فلسطین مصر و شام کے سیاسی دورے پر آئے ہوئے تھے

ان قادیانیوں کی تمام تر توجہ شام میں منعقد ہونے والی عرب ممالک کی کانفرنس پر مرکوز تھی اور جب تک یہ کانفرنس ختم نہ ہوئی یہ لوگ فلسطین ہی میں ٹکے رہے۔ ان امور کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی جس سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ قادیانی مبلغوں نے کن کن زاویوں سے فلسطین کے مسئلے پر صیہونیوں کے مفادات کا تحفظ کیا اور قادیان کے قصر خلافت کے ڈکٹیٹر مرزا محمود وزیر نوآبادیات آرمسبی گور، انڈیا آفس اور جیوش ایجنسی فلسطین کے اکابر کے مابین کس طور پر ربط ضبط پایا جاتا تھا۔

عرب کانگرس شام

۸ ستمبر ۱۹۳۷ء کو بلودان (شام) میں عرب ممالک کے تقریباً چار سو غیر سرکاری نمائندوں نے ایک کانگرس بلوائی[1] تاکہ فلسطین کی سیاسی صورت حال کا جائزہ لیں اور آزادی کا ایک نیا لائحہ عمل تیار کریں۔ عرب نمائندوں نے رائل کمیشن کی سفارشات کو مسترد کر دیا۔ اور برطانیہ کی انتدابی حکومت کی سیاسی ریشہ دوانیوں اور صیہونی عزائم کی تکمیل کے لئے اختیار کی گئی عرب دشمن پالیسی کی مذمت کی۔ شام کانگرس نے مندرجہ ذیل مطالبات پیش کئے۔

(۱) برطانیہ فلسطین پر انتداب ختم کر دے۔

(۲) فلسطین میں آزاد ریاست قائم کی جائے جو برطانیہ سے برابری اور خود مختاری کی بنیاد پر معاہدات کرے۔

(۳) یہود کے قومی وطن کے قیام کی برطانوی پالیسی کو ختم کیا جائے۔ اور ان کی آبادکاری کا سلسلہ

---

[1] الفضل قادیان ۱۴؍ ستمبر ۱۹۳۷ء

موقوف کیا جائے۔

(۴) تقسیم فلسطین کسی صورت میں قابل قبول نہ ہوگی۔

(۵) یہود، عرب ریاست میں ایسی اقلیت کے طور پر رہیں جن کے تمام بنیادی حقوق محفوظ ہوں۔

بلودان کانگرس نے فلسطین کی ایک مستقل تنظیم ([illegible]) کے قیام کی ضرورت پر زور دیا تاکہ فلسطینی عربوں کو معاشی امداد بہم پہنچائی جا سکے۔ اور دنیا کو ان کے جائز مطالبات سے روشناس کرایا جائے۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ابتداءً یہودی مال اور تجارتی اداروں کا مقاطعہ کیا جائے۔ اور رفتہ رفتہ برطانوی مال اور اداروں کا بھی بائیکاٹ کر دیا جائے[1]

شامی حریت پسندوں کے فلسطینیوں سے گہرے روابط تھے۔ ہر ممکن موقعہ پر فلسطین کی تحریک آزادی کو تیز کرنے کے لئے شامی مجاہد سرحد عبور کر کے آتے اور اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کرتے تھے۔ شام میں قادیانی مشن کے انچارج منیر الحصنی ان شامی مجاہدوں کی سرگرمیوں پر اطلاع رکھتے تھے اور فرانسیسی استعمار کو قوم پرست پارٹیوں کی سیاسی کارروائیوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔

اس کانفرنس کے انعقاد کے دوران فلسطین مشن کے مولوی محمد سلیم۔ مجاہد تحریک جدید محمد صدیق، ڈاکٹر نذیر احمد۔ اور شام کے مشن کے انچارج منیر الحصنی کانگرس کے نمائندوں سے رابطہ پیدا کر کے خفیہ طور پر یہودیوں کے لئے لابی انگ کر رہے تھے۔ انہوں نے جیوش ایجنسی اور برطانوی انٹیلی جنس کے پہلو بہ پہلو کام کیا۔ فرانسیسی ہائی کمشنر شام ڈمین دامارتل ([illegible]) نے قادیانی عناصر سے پورا پورا تعاون کیا۔ کیونکہ یہ ان کے اپنے استعماری مفاد میں تھا کہ ایسی رجعت پسند سیاسی تنظیموں کی پشت پناہی کر کے آزادی کی تحریکات کو کچلیں۔

عرب رہنماؤں کی گرفتاری

یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء کو برطانیہ نے عرب ہائر کمیٹی کے متعدد اراکین کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار شدگان میں کمیٹی کے سکریٹری فواد سبا ڈاکٹر خالدی ممبر کمیٹی، عرب بنک کے منیجر، نوجوانان فلسطین کی یونین کے صدر یعقوب حسینی اور عرب عالم و

---

[1] این انسائیکلوپیڈیا آف مڈل ایسٹ ہسٹری لندن ۱۹۷۳ء

و سیاسی رہنما علامہ صبحی شامل تھے۔ دنیا سے فلسطین کے مواصلاتی روابط منقطع کر دیئے گئے۔ اخبارات پر سخت سنسر شپ عائد کر دی گئی۔ اکثر فلسطینی رہنما جزائر سیشیلز میں جلا وطن کر دیئے گئے۔ [1]
مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کو سپریم کونسل کی صدارت اور جنرل کمیٹی کی رکنیت سے محروم کر دیا گیا۔ آپ نے مسجد عمرؓ میں پناہ لی اور قادیانی، برطانوی اور صیہونی انٹیلی جنس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ایک بادبانی کشتی میں لبنان چلے گئے۔ جہاں سے مجاہدین کی قیادت فرماتے رہے۔
لبنان کے قیام کے دوران آپ نے نومبر ۱۹۳۷ء میں فلسطین میں ایک اور تحریک چلائی جس کے نتیجے میں برطانیہ کو مارشل لگا کر اس نئی تحریک کو تشدد سے کچلنا پڑا۔ عرب ہائر کمیٹی اور اس سے متعلق تمام جماعتوں کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ [2]

الفضل قادیان ۶ راکتوبر ۱۹۳۷ء کے ایشوع میں رقم طراز ہے۔

"فلسطین میں قتل و غارت اور دہشت انگیزی پھیلانے والے لوگوں کی جماعت اکثر شام کی سرحد کو عبور کر کے فلسطین میں داخل ہوتی تھی۔ اور مقامی دہشت پسندوں سے اتحاد و تعاون کر کے امن کو تباہ کرتی تھی۔ لیکن حکومت نے سرحدات پر کڑی نگرانی بٹھا دی ہے۔ اور فرانسیسی حکومت کا تعاون حاصل کیا جا رہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سرحد فلسطین میں آنے سے روکے۔

بلوداں کانفرنس

بلوداں میں انسداد صیہونیت کانگرس نے یہودیوں کے خلاف نہایت ہولناک اور دہشت افزا تجاویز منظور کی تھیں۔ لیکن حکومت کی موجودہ حکمت عملی ان تجاویز کا خاتمہ کر دے گی۔ تمام عرب رہنما حراست میں لے لئے گئے ہیں اس لئے ایسی سرگرمیوں کا رونما ہونا اب قرین قیاس نہیں رہا۔" [3]

قادیانی صاحبزادوں کا ورودِ مصر

برطانوی سامراج کے مظالم اور تحریک آزادی فلسطین کو کچلنے کے غیر معمولی حربوں کے باوجود مجاہدین کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ جنوری ۱۹۳۸ء میں برطانیہ نے تقسیم کے منصوبے کو ترک کر کے جان چھڑانے

---

[1] ورلڈ ہسٹری [2] پارکس صے ۳۰۷
[3] الفضل قادیان ۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

کی زیرِ صدارت ایک کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا۔ مارچ میں سر آرتھر واشوپ کی جگہ سر ہیرلڈ میک مائیکل کو نیا ہائی کمشنر مقرر کیا گیا۔ جس نے ایک سخت پالیسی اپنائی اور فلسطین میں برطانوی فوج کی تعداد ۱۵ ہزار سے بڑھا کر تیس ہزار کر دی۔[1] جون میں ایک دہشت پسند یہودی سلیمان بن یوسف کے قتل کے واقعہ نے حالات کو بہت خراب کر دیا۔ یہودی یروشلم، حیفا اور یافا کے تجارتی مراکز پر حملے کرنے لگے۔ عرب مجاہدین نے مفتی اعظم کی رہنمائی میں زبردست جوابی حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مفتی موصوف شد و مد سے تحریک آزادی کی قیادت کر رہے تھے۔ نئے ہائی کمشنر کی تمام توجہ اس بات پر مبذول تھی کہ کہیں عرب مجاہدین برطانوی نظم و نسق کو مفلوج کر کے صیہونی دہشت پسندوں کا زور نہ توڑ دیں۔ اور اس طرح یہود کی ابھرتی ہوئی طاقت دب نہ جائے۔

فلسطین کے قریب مصر میں برطانوی سامراج کی شدید مخالف جماعت وفد پارٹی روبزوال تھی۔ نحاس پاشا کی کابینہ ٹوٹ گئی۔ اور محمود پاشا کی لبرل وزارت تشکیل پائی۔ وفد پارٹی فروری ۱۹۳۸ء میں اقتدار سے محروم ہو گئی۔ اور پارلیمنٹ میں اس کی اکثریت کے باوجود پارلیمنٹ کو توڑ دیا گیا۔ مئی میں ہونے والے انتخابات میں سرکاری پارٹی نے اکثریت حاصل کر کے اقتدار سنبھال لیا۔[2] جس سے برطانوی سامراج کو بہت سی توقعات وابستہ تھیں۔

مصر اور فلسطین کے ان سیاسی حالات کے پس منظر میں قادیانی صاحبزادوں کے دورۂ مصر کی تفصیلات ملاحظہ کریں:۔

مرزا محمود نے جون ۱۹۳۸ء میں اپنے بیٹے مرزا مبارک احمد کو مصر میں عربی تعلیم حاصل کرنے اور مصری کپاس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بہانے روانہ کیا۔ موجودہ خلیفہ ربوہ مرزا ناصر احمد آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ ان کو لندن پیغام ارسال کیا گیا۔ کہ مصر روانہ ہو جائیں۔ سر ظفر اللہ بھی لندن میں تھے۔ انہوں نے فارن سکرٹری لارڈ ہیلی فیکس سے ملاقات کے بعد انہیں مناسب مشورے دے کر لندن سے رخصت کیا۔ اس سیاسی مشن کی غرض و غایت سمجھنے کے لئے مرزا محمود

---

[1] ورلڈ ہسٹری [2] ایضاً [3] تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص۴۸۲

کے ان نصائح پر غور کرنا چاہئے جو انہوں نے مرزا مبارک احمد کو قادیان سے روانہ کرتے وقت جو نصیحتیں کیں ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی :-

"تم کو مصر، فلسطین اور شام کے احمدیوں سے ملنا ہو گا۔ ان علاقوں میں احمدیت ابھی کمزور ہے کوشش کرو کہ جب تم لوگ ان ممالک کو چھوڑو تو احمدی بلحاظ تعداد کے زیادہ اور بلحاظ نظام کے پہلے سے بہتر ہوں" [1]

مصر پہنچ کر قادیانی صاحب زادے فلسطین کے مبلغ محمد سلیم، شام کے منیر حصنی اور مصر کے قادیانی مبلغ کی وساطت سے فلسطین میں تحریک آزادی کے خلاف کارروائیاں کرنے لگے۔ انہوں نے سامراج نواز عناصر کی پشت پناہی کی۔ اور فلسطین میں عربوں کی تحریک آزادی کے اُمڈتے سیلاب کو روکنے کے پروگرام تیار کئے۔ قادیانی عناصر کی مزید امداد کے لئے ستمبر ۱۹۳۸ء میں مرزا محمود نے فلسطین میں ایک اور مبلغ چوہدری محمد شریف کو بھجوا دیا۔ حالانکہ گورنمنٹ برطانیہ نے فلسطین و عدن میں غیر ملکیوں کے داخلے پر سخت پابندی لگا رکھی تھی۔ چوہدری شریف اپنی روانگی کے متعلق لکھتے ہیں :-

"ستمبر کے پہلے ہفتے میں وہ احمدیہ مشن بلاد عربیہ کے لئے جس کا ہیڈ کوارٹر فلسطین میں تھا روانہ ہوا اور روانگی کے وقت حضور (مرزا محمود) نے خاص ہدایت فرمائی کہ عرب قوم کے کیریکٹر کا مطالعہ کریں اور اس کی انہوں نے دو تین مثالیں بھی دیں" [2]

قادیانیوں نے مصر میں تخریب کاری اور مناظرہ بازی کا بازار گرم کیا۔ ساتھ ہی دیگر ممالک کے صیہونی اور برطانوی اداروں سے رابطہ قائم کیا گیا تاکہ فلسطینی مجاہدین کی اس تحریک کو ناکام بنایا جائے جو گذشتہ چند ماہ سے جاری تھی۔ عربوں نے بیت اللحم اور یروشلم کے پرانے شہر پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اور یہودی دہشت پسندوں کے حملوں کا مؤثر مقابلہ کیا جا رہا تھا۔ اوائل اکتوبر میں ۲۰ یہودیوں کو طبریہ کے مقام پر قتل کر دیا گیا تھا [3] اور ان کے کئی مراکز نیست و نابود کر دئے گئے۔ قادیانی صاحب زادے فلسطین کے ہائی کمشنر میک مائیکل سے رابطہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مصر قادیانی دستوں کو فلسطین بھجوا کر عربوں کی ابھرتی ہوئی تحریک کو سبوتاژ کیا شام کے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ ۴۸۰ [2] ماہنامہ تحریک جدید ربوہ جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۲ [3] ورلڈ ہسٹری

قادیانیوں نے مفتی اعظم کی کارروائیوں پر اطلاع رکھی اور ان کے گوریلا دستوں کے تربیتی مراکز کی جاسوسی کی۔[1]

نومبر کے آغاز تک برطانوی حکومت نے فلسطینیوں کی تحریک آزادی کو کافی حد تک دبا دیا۔ بیت اللحم اور یروشلم کے پرانے شہر پران کے قبضہ کو ختم کردیا گیا۔ اور ان کے بہت سے فوجی تربیت کے مراکز پامال کر دیے گئے۔ حالات پرسکون ہونے کے بعد نومبر کے اوائل میں قادیانی صاحب زادے واپس قادیان لوٹے۔ انہوں نے بقول مؤلف تاریخ احمدیت ناساعد حالات کے باعث خود فلسطین کا دورہ نہ کیا۔[2]

البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی زیادہ توجہ فلسطین کے معاملات پر مرکوز رہی۔ قادیانی یہ مضحکہ خیز دعوے کرتے ہیں کہ صاحب زادے عالی تعلیم اور کاٹن انڈسٹری کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے گئے تھے لیکن اس بات کا کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا۔ مؤلف تاریخ احمدیت نے ایسا کوئی واقعہ درج نہیں کیا جس سے عربی تعلیم اور مصری کاٹن کے بارے میں تحقیق ثابت ہوتی ہو۔ اتنا ضرور ہوا کہ فلسطین کے نئے قادیانی مبلغ اور مفتی اعظمؒ کے مجاہدوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔ مجاہدین نے اس تخریب کار کا عرصہ حیات تنگ کر دیا اور اس کی گوناگوں سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ یہ صاحب زادوں کی جارحانہ سرگرمیوں کی سرپرستی ہی کا شاخسانہ تھا کہ چوہدری شریف پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ لیکن وہ بچ گئے مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں:-

"چوہدری محمد شریف کا دورہ تبلیغ نہایت صبر آزما حالات میں گزرا۔ عربوں اور یہودیوں کی کشمکش پہلے سے زیادہ نازک صورت اختیار کر گئی۔ اس دوران آپ کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا گیا جو ناکام ہو گیا۔"[3]

فلسطین کانفرنس لندن سنہ ۱۹۳۹ء

پیل کمیشن کی ناکامی کے بعد فروری مارچ ۱۹۳۹ء میں برطانیہ نے سینٹ جیمز پیلس لندن میں عرب زعماء کی

---

[1] وراڈ ہسٹری [2] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صہ ۴۰۹

[3] تاریخ احمدیت جلد پنجم صہ ۵۰۴

ایک کانفرنس بلوائی اس میں مصر۔ عراق۔ سعودی عرب یمن۔ شرق اردن اور جیوش ایجنسی کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی۔ شام کے فرانسیسی انتداب میں ہونے کی وجہ سے اسے نمائندگی کا حق نہ ملا یہودی وفد فلسطین کے صیہونی یہود اور عالمی صیہونیت کے نمائندوں اور امریکہ کی یہودی تنظیموں پر مشتمل تھا جس کا سربراہ ویزمان تھا۔ مفتی اعظم ؒ فلسطین کو برطانیہ نے کسی قیمت پر شرکت کی اجازت نہ دی اور نہ ہی ان کے کسی نامزد آدمی کی بطور سرکاری نمائندہ شرکت قبول کی گئی ہے[1]

فلسطینی مجاہدین کا موقف فلسطینی رہنما سید عبد الرزاق کے اس میمورنڈم میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے مصر کے وفد کے نام بھیجا اس یادداشت کے مندرجہ ذیل نکات تھے :۔

(۱) مفتی اعظم کی شرکت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔

(۲) اعلان بالفور کے ماتحت برطانیہ کے ساتھ کوئی گفت و شنید نہ کی جائے۔

(۳) برطانیہ عربوں کے جن نمائندوں کو بلانا چاہے ان کے انتخاب کا حق مجاہدین کو دیا جائے۔

کسی یہودی کو کانفرنس میں شریک نہ کیا جائے کیونکہ انہیں اول تو فلسطین میں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ثانیاً فلسطینیوں کا بنیادی اختلاف ان سے نہیں بلکہ برطانوی حکومت سے ہے۔

یادداشت میں مزید کہا گیا کہ حکومت انگلستان پر یہ واضح کر دیا جائے کہ فلسطین کے مجاہدین کو جو مظالم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اس کے لئے وہ سر سے کفن باندھے کھڑے ہیں لیکن فلسطین کی غیر مسلح آبادی اور خاص کر عورتوں، معصوم بچوں اور بوڑھوں پر جو مظالم ڈھائے گئے وہ سخت ظالمانہ اور قابل نفرین ہیں۔ ایسے مظالم تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

کانفرنس کے انعقاد سے قبل لندن مشن کا مبلغ جلال الدین شمس جیوش لابی کے لئے سرگرم عمل تھا ۳۱ جنوری ۱۹۳۹ء کو عید قربان تھی شمس نے لندن مسجد میں ایک جلسہ منعقد کیا جس کی صدارت کے فرائض کرنل مسٹر فرانسس ینگ ہسبینڈ نے انجام دیئے۔ شمس نے اپنی تقریر کے دوران "قیام امن کی کوششوں کے لئے برطانوی وزیر اعظم برطانیہ کو خراج تحسین ادا کیا اور اجلاس کے نمائندگان اور

---

[1] پارکس اے ہسٹری آف پلسٹائن

حکومت کو اخلاص اور غیر جانبدارانہ رنگ میں مسئلہ فلسطین کا حل تلاش کرنے کا مشورہ دیا۔ اس جلسہ میں صیہونی نمائندے کے طور پر سابق یہودی ہائی کمشنر فلسطین آرتھر واکوپ نے شرکت کی۔ مؤلف تاریخ احمدیت نے سر واکوپ کی شرکت کا ذکر کیا ہے[1]

شمس قادیانی نے برطانوی دفتر نو آبادیات کے سربراہ میلکولم میکڈانلڈ (۱۹۰۱ء - ۱۹۸۱ء) کے مشورے سے اپنے سیاسی مرکز لندن مسجد میں بعض مندوبین کانفرنس کی ایک میٹنگ کا بھی اہتمام کیا۔ عرب مندوبین سخت رویہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور برطانوی راج کی سرپرستی میں کی جانے والی صیہونی سازشوں اور چیرہ دستیوں کے زبردست شاکی تھے۔ جب کہ صیہونی یہود کے سیاسی حاشیہ نشین شمس صاحب عربوں اور یہود کو ایک پلیٹ فارم پر لانے اور ایسا متفقہ حل تلاش کرنے کی فکر میں تھے جو مفتی اعظم فلسطین اور فلسطینی عربوں کے نمائندگی کا سوال اٹھائے بغیر بالا بالا تیار کر کے ان کے سر تھوپ دیا جائے۔ مسلم نمائندوں نے اس میز پر بیٹھنے سے انکار کر دیا جہاں یہود موجود ہوں۔ عملی طور پر دو کانفرنسیں ہوئیں[2]۔ قادیانیوں نے کانفرنس کے تعطل کو ختم کرنے کے لئے اپنی تمام توجہ عراق کے امیر فیصل پر مرکوز کر رکھی تھی۔ جو برطانیہ نواز پالیسی کے باعث عربوں کے نزدیک ان کے نمائندے کہلانے کے قابل نہ تھے۔ مرزا محمود نے قادیان سے ان کے نام تار ارسال کئے[3]

کانفرنس ناکام ہو گئی۔ عربوں نے صیہونیوں سے کسی قسم کا معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ کانفرنس کی ناکامی کے بعد برطانیہ نے اپنا تین نکاتی فارمولا پیش کیا جس کے تحت تقسیم فلسطین پر عمل درآمد موقوف کرنا، یہود کی مزید آبادکاری کی رفتار کم کرنا اور دس سال میں فلسطین میں محدود آزادی کی بنیاد پر آئینی حکومت قائم کرنا تھا۔

یہودیوں نے ان تجاویز کے خلاف مظاہرے کئے اور ان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ مئی ۱۹۳۹ء میں برطانیہ نے قرطاس ابیض شائع کر دیا[4]

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ ۵۵۰ [2] پارکس، اے ہسٹری آف پلسطائن ص ۳۲۳۔ [3] تاریخ احمدیت جلد ۸ ص ۵۵۰ [4] بن ہالپرن، دی آئیڈیا آف جیوش سٹیٹ ہارورڈ ۱۹۷۱ء

لندن میں یہ سیاسی جوڑ توڑ ہو رہا تھا اور فلسطین میں قادیانی گماشتے یہود کی دہشت پسند تنظیموں سے مل کر ظلم و بربریت کا ارتکاب کر رہے تھے ان کی مسلسل جارحانہ سرگرمیوں کے باعث فلسطینی مجاہدوں نے قادیانیوں کو صیہونیوں کا ہراول دستہ قرار دے رکھا تھا۔ قادیانی عربوں کو سامراجی انتداب میں پھلنے پھولنے والی یہودی ریاست کے وفادار شہری اور صیہونیت کے دست و بازو بنانا چاہتے تھے۔ قادیانی مبلغ چوہدری محمد شریف کی مذہبی فساد انگیزی اور سیاسی شرانگیزیوں سے تنگ آ کر فلسطینی مجاہدوں نے قادیانی مرتدوں کے قتل کا فتویٰ جاری کیا اور ان کی تخریب کاریوں کا سختی سے جواب دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے یہودی آقاؤں اور برطانوی محسنوں کی مدد سے حریت پسند مسلمان رہنماؤں کو قتل کرانے کا سلسلہ شروع کر دیا اور ایک نہایت اہم سیاسی لیڈر کو شہید کر دیا۔

مؤلف تاریخ احمدیت ان واقعات کو اپنے انداز میں پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہے:۔

اس سال (۱۹۳۹ء) فلسطین کے دہشت انگیزوں (ثوار) نے بعض فلسطینی احمدیوں کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا۔ مگر چند ایام ہی گزرے تھے کہ ان ظالموں کا لیڈر قتل کر دیا گیا؟[1]

ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کے سیاہ بادل دنیا کے افق پر منڈلانے لگے یہ مہیب سائے تقریباً چھ سال تک چھپائے رہے۔ ان ایام میں قادیانیوں نے مشرق وسطی اور دنیا کے تمام بڑے بڑے ممالک میں تبلیغ کے نام پر جو گل کھلائے اور سامراجی صیہونی سرپرستوں کے اشاروں پر جس طور سے کام کیا اس کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

فصل نہم

عالمی استعمار کے گماشتے

دوسری جنگ عظیم کے دوران (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) قادیانیوں کی بین الاقوامی سطح پر سازشیں جاری رہیں۔ مناسب معلوم دیتا ہے کہ ہم ان کی بعض شرمناک کارروائیوں کو بیان کر دیں تاکہ اس سیاسی جماعت کے کردار سے کما حقہ شناسائی حاصل ہو۔ ان سرگرمیوں کو ہم تحریک جدید کے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص ۶۲۵

پس منظر میں بیان کریں گے کیونکہ یہی وہ استعماری تحریک ہے جسے مرزا محمود احمد نے خدائی وحی کے تحت شروع کرنے کا کھڑاگ رچایا۔ اور دنیا کے طول و عرض میں مبلغوں کے روپ میں استعماری گماشتے اور صیہونی حاشیہ بردار روانہ کئے جنہوں نے کھلے بندوں انگریز اور یہود کی ذلیل خدمات انجام دیں اور بڑے فخر سے ان کا ناموس کو بیان کیا۔ اس داستان کو سننے سے پہلے آپ مرزا محمود کا ایک اعتراف ملاحظہ کریں اور اس کے بین السطور ان کی پست ذہنیت کا اندازہ لگائیں۔

آپ خطبہ جمعہ ۶ ہر اگست ۱۹۳۵ء میں فرماتے ہیں:۔

برطانیہ کے لئے جوشِ وفاداری

"پھر جانے دو ان خدمات کو جو ہم نے حکومت کی ہندوستان میں کیں وہ خدمات سے تو جو حکومت برطانیہ کے باہر ہماری جماعت کرتی رہی ہے میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت صاحب زادہ عبداللطیف صاحب شہید کی شہادت کی وجہ کیا تھی۔ ان کے متعلق ہم نے مختلف افواہیں سنیں مگر کوئی یقینی اطلاع نہ ملی تھی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب ہو گئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر[1] ہے جو افغانستان میں ایک ذمہ دار عہدے پر فائز تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ صاحب زادہ عبداللطیف صاحب کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبہ حریت کمزور ہو جائے گا۔ اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔ یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ اگر صاحب زادہ عبداللطیف صاحب شہید خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت صاحب زادہ عبداللطیف صاحب کا جوشِ دینی اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ اس تعلیم کے اخفاء کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ اس کا نتیجہ ان کے حق میں کیا نکلے گا ورنہ مذہب ہمیں یہ کب تعلیم دیتا ہے کہ ہم جہاد کے متعلق ان لوگوں کے خیالات بھی درست کرتے پھریں جو ہمارے مذہب میں

---

[1] ایف۔ اے۔ مارٹن کی کتاب "انڈر دی ایبسولیوٹ امیر" کی طرف اشارہ ہے۔

شامل نہیں جو ہمارے مذہب میں شامل ہوگا آپ ہی آپ اس کے خیالات بھی درست ہو جائیں گے ..... پس اس تعلیم کے ماتحت اگر ہمارے آدمی افغانستان میں خاموش رہتے اور وہ جہاد کے باب میں جماعت احمدیہ کے مسلک کو بیان نہ کرتے تو شرعی طور پر ان پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ مگر وہ اس بڑھے ہوئے جوش کا شکار ہو گئے جو انہیں حکومت برطانیہ سے متعلق تھا۔ اور وہ اس جوش کی وجہ سے سزا کے مستحق سمجھے گئے۔ جو قادیان سے لے کر گئے تھے جب انہوں نے قادیان میں آ کر دیکھا کہ جماعت احمدیہ سلطنت برطانیہ کی تعریف کرتی، اسے منصف قرار دیتی اور شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کے خلاف جہاد کرنا ناجائز سمجھتی ہے تو اپنے ملک میں جا کر وہ بھی انگریزوں کی تعریف کرنے لگ گئے۔ اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جہاد جائز نہیں۔ اس وجہ سے انہیں جان دینی پڑی۔

سب سے اہم اعتراض جو احرار کی طرف سے ہماری جماعت پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ جماعت جہاد کو حرام قرار دیتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سر اقبال نے بھی یہی اعتراض کیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ نے ملت اسلامیہ کی طاقت کو توڑ دیا ہے۔ چونکہ یہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتی ہے وہ چونکہ شاعر ہیں اس لئے وہ اپنے خیالات کا اکثر شعروں میں ظاہر کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی ایک نظم میں بھی لکھا ہے کہ بہائی اور احمدی دونوں اسلام کے لئے مصیبت ہیں۔ بہائیوں نے حج منسوخ کر کے اسلام کو تباہ کر دیا۔ اور احمدیوں نے جہاد منسوخ کر کے اسلام کو تباہ کر دیا۔ پس پنجاب گورنمنٹ کے سنئے دوست واحرار کی طرف اشارہ ہے۔ مؤلف) ہم پر اس وجہ سے ناراض ہیں کہ ہم جہاد کے خلاف تعلیم دیتے ہیں اور بے شک ہم جہاد کے مخالف ہیں اور رہیں گے۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں وہ شرائط مفقود ہیں جن کے ماتحت جہاد جائز ہوتا ہے۔ لیکن گورنمنٹ کے موجودہ طرز عمل کے ماتحت آئندہ صرف یہی ہو گا کہ جو احمدی ہو گا ہم اسے بتا دیں گے کہ جہاد کے متعلق فلاں فلاں شروط ہیں اور چونکہ اب وہ شرائط نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے جہاد جائز نہیں۔ یہ نہیں ہو گا کہ لوگوں کے ان خیالات کی ان کے گھر جا کر اصلاح کی جائے۔ اس طرح گورنمنٹ بہت بڑے فائدہ سے محروم ہو گئی ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ہمارے ہزاروں کی تعداد میں افراد ہیں۔ مثلاً دیگر ممالک تو الگ رہے ہیں جن میں خصوصیت سے ہماری جماعت پھیلی ہوئی ہے ایک یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ جس میں ۲۵۔۳۰ کے قریب جماعتیں ہیں اور ان جماعتوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں

احمدی ہیں۔ دوسرا ڈچ انڈیز یعنی سماٹرا اور جاوا۔ ان ممالک میں بھی ہزاروں احمدی ہیں بلکہ ڈچ انڈیز میں خصوصیت سے ایسے احمدی ہوئے ہیں جو بالشویک ازم کے پیرو تھے مگر اب احمدیت کے ذریعہ وہ اپنے پہلے خیالات سے توبہ کر کے لوگوں کو امن پسندی کی تعلیم دے رہے ہیں جن کی وجہ سے وہاں کی حکومت انہیں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر سیاسی خدمات

پھر یہ قدرتی بات ہے کہ ہمارے وعظوں لیکچروں کتابوں، اخباروں اور رسالوں میں چونکہ بار بار یہ ذکر آتا ہے۔ کہ انگریز عادل و منصف ہیں وہ اپنی رعایا کے تمام فرقوں سے حسن سلوک کرتے اور امن قائم کرتے ہیں۔ اس لئے غیر ممالک کے احمدی بھی ہمارے لٹریچر سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ گو ہم انگریزوں کے ماتحت نہیں لیکن چونکہ ہمارا امام ان کی تعریف کرتا ہے اس لئے وہ بُرے نہیں بلکہ منصف مزاج حکمران ہیں۔ اس ذریعہ سے ہزاروں آدمی امریکہ میں۔ ہزاروں آدمی ڈچ میں اور ہزاروں آدمی باقی غیر ممالک میں ایسے تھے جو گو اپنی اپنی حکومتوں کے وفادار تھے مگر انگریزوں کے متعلق بھی کلمہ خیر کہا کرتے تھے امریکہ جیسے کسی وقت جرمن ایجنٹوں نے انگریزی گورنمنٹ کے خلاف کرنے کے لئے اپنی تمام کوشش صرف کر دی تھیں وہاں احمدی ہی تھے جو اپنی جماعت کا لٹریچر پڑھنے سے جس میں انگریزوں کی تعریف ہوتی۔ آپ ہی آپ ان خیالات کا ازالہ کرتے تھے۔ اسی طرح ڈچ انڈیز جاپان کے قرب کی وجہ سے جیسے اس وقت ایشیائی آزادی کا خیال گدگدا رہا ہے۔ اور اس میں صرف برطانوی حکومت کو وہ حائل سمجھتا ہے وہاں بھی انگریزوں کے خلاف جب اس قسم کی کوئی تحریک اٹھتی تو وہاں کے رہنے والے احمدی جہاں ڈچ حکومت کی وفاداری کی تعلیم دیتے وہاں کہتے کہ انگریزوں کو بھی برا نہ کہو۔ وہ بھی نیک مزاج اور انصاف پسند ہیں۔

غیر حکومتوں کے باشندے اور غیر قوموں کے افراد بھلا اتنی ہمدردی انگریزی قوم سے کہاں رکھ سکتے ہیں۔ کہ وہ اس کی غلطیوں کی بھی تاویل کریں اور انہیں بھی حسن ظن سے دیکھیں۔ وہ تو اس آواز کی گونج سے متاثر ہوا کرتے تھے جو قادیان سے اٹھتی اور دنیا کے تمام ممالک میں پھیل جایا کرتی تھی۔ اور ان کی زبانیں طوطے کی طرح رٹنا شروع کر دیتیں جو ہم کہتے ہیں

انگریز کے ایجنٹ

چوتھی بات جو ہمسٹر (مرزا محمود) کے نزدیک نہایت ہی اہم ہے اور جسے ہم کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے یہ ہے کہ ایشیا کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے جس میں آزادی کی روح پیدا ہو چکی ہے اور جو اپنی آزادی کے راستے میں سب سے زیادہ مخل انگریزوں کو سمجھتا ہے۔ تم مت خیال کرو کہ اخبارات میں یہ نکلتا رہتا ہے کہ ترکی حکومت انگریزوں کی خیر خواہ ہے یا افغانی حکومت کے انگریزوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں یا جاپانی یا چینی حکومت انگریزوں سے دوستی رکھتی ہے ان اخباری اطلاعات سے دھوکہ مت کھاؤ ہم اپنی رپورٹوں سے جانتے ہیں کہ بیشتر حصہ تعلیم یافتہ طبقہ کا ایسا ہے جو خواہ ایران کا ہو خواہ عرب کا۔ خواہ جاپان کا ہو خواہ ترکستان کا۔ انگریزی حکومت کا خطرناک دشمن ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ انگریزی حکومت ہی اس کے راستے میں رکاوٹ حائل ہوئی ہے۔ جاپان کا تعلیم یافتہ طبقہ سمجھتا ہے کہ اگر انگریز نہ ہوتے تو سارے ایشیا پر ہم حاکم ہوتے چین کے لوگ سمجھتے ہیں کہ کئی حکومتیں جو جاپان کے مقابلہ میں ہماری مدد کے لئے تیار ہو سکتی تھیں محض انگریزوں کی وجہ سے مدد کرنے سے رکی ہوئی ہیں۔ افغانستان کے اندرونی حالات اور انگریزوں سے متعلق ان کی رائے کا پتہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے واقعہ سے لگ سکتا ہے۔ یہی حال ایران اور عرب کا ہے . . . . ایسی حالت میں جب کہ لوگوں پر یہ اثر تھا کہ احمدی انگریزی قوم کے ایجنٹ ہیں تو تعلیم یافتہ طبقے کی اکثریت ہماری باتیں سننے کے لئے تیار نہیں تھی وہ سمجھتے تھے کہ یہ مذہب کے نام سے تبلیغ کرتے ہیں مگر دراصل انگریزوں کے ایجنٹ ہیں یہ اثر اتنا وسیع تھا کہ جرمنی میں جب ہماری مسجد بنی تو وہاں کی وزارت کا ایک افسر اعلیٰ بھی ہماری مسجد میں آیا اور اس نے آنے کی اطلاع دی۔ اس وقت مصریوں اور ہندوستانیوں نے مل کر جرمنی حکومت سے شکایت کی کہ احمدی حکومت انگریزی کے ایجنٹ ہیں۔ اور یہاں اس لئے آئے ہیں کہ انگریزوں کی بنیاد مضبوط کریں۔ ایسے لوگوں کی ایک تقریب میں ایک وزیر کا شامل ہونا تعجب انگیز ہے۔ اس شکایت کا اتنا اثر ہوا کہ جرمنی حکومت نے اس وزیر سے جواب طلبی کی۔ کہ احمدی جماعت کے کام میں تم نے کیوں حصہ لیا۔

یہ خیال کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے لوگوں کے دلوں میں اس قدر راسخ تھا

بعض بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے مجھ سے سوال کیا کہ ہم علیحدگی میں آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ آپ کا انگریزی حکومت سے اس قسم کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر سید محمود جو اس وقت کانگرس کے سکریٹری ہیں ایک دفعہ قادیان آئے اور انہوں نے بتایا کہ پنڈت جواہر لال صاحب جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے سٹیشن سے اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ میں نے اس سفر یورپ سے یہ سبق حاصل کیا ہے کہ انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ احمدی جماعت انگریزوں کی نمائندہ اور ان کی ایجنٹ ہے[1]

اس اعترافِ حقیقت کے بعد ہم جنگِ عظیم کے وقت (۱۹۳۹ء) قادیانی مبلغوں کی جاسوسی کے واقعات اور سیاسی سازشوں کو مرزا محمود ہی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ سامراجی طاقتیں کس طور پر قادیانیت کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتی رہی تھیں۔

تحریک کا مبلّغ

مرزا محمود احمد فرماتے ہیں:-

• اگر ہم اسلام اور احمدیت کے نقطۂ نظر سے دیکھیں اور ہم غور کریں کہ کس کے جیتنے میں احمدیت کا فائدہ ہے تو اس صورت میں بھی یقیناً یہی نظر آئے گا کہ انگریزوں کی فتح اسلام و احمدیت کے لئے مفید ہے..... حکومت انگریزی کو ایک بہت بڑی مہم درپیش ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس معاملہ میں حکومت کی امداد کریں کیونکہ اس حکومت کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ وابستہ ہے اگر یہ حکومت جاتی رہی تو یہ تمام فوائد بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ ہمارا یہ پچاس سالہ تجربہ ہے کہ دنیوی حکومتوں میں سے بہتر حکومت برطانیہ ہے۔ دوسرے نمبر پر ہالینڈ کی حکومت ہے۔ کیونکہ ہم نے جاوا اور سماٹرا میں تبلیغ کی اور ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ ہماری راہ میں روک نہیں بنے بلکہ انہوں نے ہمارے مبلغوں کے ساتھ انصاف کی حد تک تعاون کیا۔ اور ان دونوں سے اتر کر بعض اور حکومتیں بھی ہیں جن میں یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ بھی شامل ہے..... ہم یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کے ممنون احسان بھی ہیں کہ انہوں نے ہمارے بعض پرانے مبلغوں کو اپنے ملک

---

[1] الفضل قادیان ۸ر اگست ۱۹۳۵ء

میں رہنے کی اجازت دی ہوئی ہے۔

دوسرے نمبر پر ہالینڈ کی حکومت ہے۔ سماٹرا اور جاوا میں بیسیوں جگہ احمدیہ جماعتیں قائم ہیں اور حکومت کے افسران سے تعاون کرتے ہیں بلکہ ان کے دو قونصل مجھے ملنے کے لئے قادیان بھی آئے تھے اور انہوں نے مجھے کہا تھا کہ چونکہ آپ کی جماعت کے کئی لوگ ہمارے ملک میں آباد ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ آپ کے مرکز کو بھی دیکھ لیا جائے ایک تو خصوصیت سے حکومت ہالینڈ نے یہاں بھیجا تھا تاکہ وہ مرکز کے متعلق براہ راست معلومات حاصل کرے۔

غرض یہ کہ دو حکومتیں تو صاف طور پر نظر آتی ہیں، باقی حکومتوں کا یہ حال ہے کہ ان کے ملک میں ہمارا مبلغ چار مہینے رہتا ہے تو وہ اسے پکڑ کر باہر نکال دیتی ہیں پھر وہ اگلی حکومت کے علاقے میں جاتا ہے اور وہاں سے دو چار ماہ کے بعد اسے نکلنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ پھر وہ اگلی حکومت میں جاتا ہے اور وہاں بھی اسے یہی کہا جاتا ہے کہ نکل جاؤ ہمارے ملک سے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ دنیا میں ان قوموں کی حکومت ہو جو احمدی مبلغین کو کان پکڑ پکڑ کر اپنے ملک سے باہر نکال دیں اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت کا دروازہ بند ہو جائے۔"[1]

لاہوری مرزائی ڈاکٹر بشارت احمد لکھتے ہیں:۔

"دنیا کے اکثر ممالک میں یہ قادیانی لوگ جاسوس سمجھے جانے لگے۔ خواجہ کمال الدین مرحوم فرماتے تھے کہ جس ملک میں میں گیا۔ وہاں کے لوگوں کو یہی کہتے سنا کہ یہ قادیانی لوگ گورنمنٹ کے خفیہ جاسوس ہیں۔ یہ بات غلط ہو یا صحیح مگر لوگوں کے قلوب پر یہ اثر کیوں پڑا۔ اس لئے کہ میاں صاحب (مرزا محمود) گورنمنٹ کی خاطر ایسی خفیہ کارروائیاں کیا کرتے تھے جن کا انہوں نے خود اپنی تقریر میں اعتراف کیا ہے۔"[2]

جاسوسوں کی کھیپ

مئی ۱۹۳۵ء میں مرزا محمود نے تحریک جدید کے ماتحت مولوی غلام حسین ایاز کو سنگاپور، صوفی عبدالغفور کو چین اور صوفی عبدالقدیر نیاز کو جاپان روانہ کیا۔[3] یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ ان ممالک میں قادیانی مبلغوں کو بھیجنے میں کیا کیا سیاسی

---

[1] تحریک جدید کا اخبار فاروق قادیان جلد ۲۴ نمبر ۳۰ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء

[2] ڈاکٹر بشارت احمد، مرآۃ الاختلاف، بار اول ۱۹۳۰ء صفحہ ۹۲ [3] تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ ۲۱

اغراض پوشیدہ تھیں اور برطانوی انٹلی جنس کے تعینات کردہ گماشتے کن کن طریقوں سے خفیہ کارروائیاں کرتے رہے۔ ہم اس ملک کے سیاسی حالات کی روشنی میں قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کو بیان کریں گے، اور جہاں کہیں ضرورت پڑی سیاسی پس منظر کو زیادہ اجاگر کریں گے۔ ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ تحریک جدید کے نام نہاد احمدی مجاہد بلا کسی شک و شبہ کے برطانوی اور یہودی انٹلی جنس کے ہراول دستے تھے۔ یہ لوگ جن جن ممالک میں جاتے وہاں کے برطانوی قونصل خانوں اور خفیہ سیاسی مراکز کی معرفت دیگر سامراجی تنظیموں کے شانہ بشانہ کام کرتے آزادی کی تحریکات کو نقصان پہنچاتے اور تشدد پسندانہ کارروائیوں اور خفیہ سرگرمیوں میں ملوث رہتے تھے۔

خدا کی وحی کی رو سے برطانیہ کے لئے خدمت

۱۹۴۰ء میں غلام حسین ایاز سنگاپور پہنچا۔ ایک شخص حاجی جعفر کو اپنا ہم خیال بنایا اور نام نہاد تبلیغ کرنے لگا۔ لیکن جمعیۃ دعوۃ الاسلامیہ سنگاپور نے قادیانی مبلغ کی سازشوں کا پردہ چاک کیا تو اسے ملایا فرار ہونا پڑا جہاں اسے مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ (والد گرامی مولانا شاہ احمد نورانی) نے ٹکنے نہ دیا۔ اس کے علاوہ اخبار "دررت ملایا" کے زبردست سیاسی اور دینی احتساب سے قادیانیت کی قلعی کھل گئی۔ اور یہ تحریک ملایا میں ابھر نہ سکی۔ البتہ اندر ہی اندر سازشوں کا سلسلہ جاری رہا جو جنگ کے زمانے میں شدت پکڑ گیا

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جب جنگ عظیم چھڑی تو جاپان نے مانچوکو، فلپائن، ملایا، سنگاپور وغیرہ کے جزائر پر تسلط جما لیا۔ اس نے ایشیا میں ہندوستان کی طرف پیش قدمی بھی کی۔ جنگ کے دوران جاپانیوں کی توجہ ہندوستانی افواج کو اپنا ہمنوا بنانے پر مرکوز رہی۔

موہن سنگھ اور بابو سبھاش چندر بوس نے انڈین نیشنل آرمی I.N.A بنا کر ہندوستانیوں کو انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار کیا۔ تاکہ برطانیہ کو ہندوستان سے نکالا جا سکے۔ ان حالات میں قادیانی مبلغ ایاز نے جو کارنامے انجام دیئے ان کی تفاصیل الفضل قادیان کے الفاظ میں سنیئے۔

"۱۹۴۲ء کے شروع میں جب جاپانی سنگاپور آئے تو پروپیگنڈا شروع ہوا کہ ہندوستانی فوجیں کی ایک فوج بنائی جائے اور جاپانیوں سے امداد لی جائے۔ ماہ مئی تک قریب موہن سنگھ نے ۱۰،۰۰۰

بنائی اور لیگ بنائی۔ جو فوجی اس کے خلاف تھے انہوں نے کیمپوں کو چھوڑ کر اندرون شہر میں پناہ لینی شروع کی۔ اور کئی دوست مولوی (ایاز) صاحب سے امداد کے طالب ہوئے مختلف اوقات میں مولوی صاحب نے قریباً بیس فوجیوں کو مختلف مکانوں میں چھپا رکھا تھا جو لوگ شامل نہیں ہوتے تھے ان پر بہت ظلم و ستم کیا جاتا تھا۔ کئی فوجیوں سے جبراً دستخط لئے گئے۔ جب مولوی صاحب کو معلوم ہوا تو ان کے کیمپ میں جا کر انہیں سمجھایا اور مولوی صاحب کے کہنے پر انہوں نے درخواست دی کہ ہم اس تحریک سے بیزار ہیں اور مذہباً اس میں شامل نہیں ہو سکتے جو مخالفت کرتا اس کو فوراً کنسنٹریشن ([illegible]) کیمپ میں بھیج دیا جاتا تھا ان احمدیوں کو بھی وہاں بھیج دیا گیا۔ ان کیمپوں میں جو جو ظلم کئے جاتے تھے سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔

چونکہ مکرم مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعود کے الہامات اور حضور[1] کے رویاء و کشوف کی بنا پر پورا یقین تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود مولوی صاحب کو بھی اس تحریک کے شروع ہونے، پھیلنے، اس کے مضر اثرات اور ناکام انجام کی خبر دے دی تھی اس لئے آپ نے اس کی سرگرم مخالفت شروع کر دی۔ اس پر حامیان آئی این اے اور جاپانی جناب مولوی صاحب کے در پے آزار ہو گئے۔ تمام افراد جماعت کو طرح طرح سے تنگ کیا گیا۔ ایک دفعہ مولوی صاحب کو ایک کیمپ میں مخالفانہ پروپیگنڈہ کرنے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ کافی دن مقدمہ چلتا رہا لیکن جب تک کوئی خلاف فیصلہ ہو اللہ تعالیٰ نے موہن سنگھ کا ہی فیصلہ کر دیا۔ اور آئی این اے کے ریکارڈ جلا دیئے گئے۔ جاپانیوں نے دوبارہ فوجیوں کو پی او ڈبلیو (POW) کیمپوں میں بھیج دیا۔ سویلین منتشر کر دئے گئے۔ اس کے بعد جب راش بہاری بوس اور سبھاش چندر بوس کی کوششوں سے آئی این اے بنی اور اس تحریک نے بہت قدم پھیلائے تو مولوی صاحب موصوف نے بھی اپنی مخالفت کو تیز کر دیا کونسل میں سوال اٹھایا گیا کہ غلام حسین ایاز جو سخت خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے اور اتنا مخالف ہے کیا وجہ ہے ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا؟ ۔۔۔۔ مولوی صاحب نے POW کی سامان خوراک کپڑوں اور نقدی کے ساتھ مقدور بھر امداد کی جو جاپانیوں کی نظر میں خطرناک جرم تھا اور آئی این اے کے ایک سرگرم ممبر اور افسر کو اپنے ساتھ ملا کر (HQ) کے اندر مخالفین کا جتھہ تیار کیا۔ ایک کیمپ میں تین سو جوانوں کا اور ایک اور کیمپ میں بیس آدمیوں کی ٹولی بنائی گئی تھی ان کے علاوہ سویلین بھی

---

[1] مرزا محمود خلیفہ ثانی

۰۰۹ کے قریب ہوں گے۔ سنگاپور میں آئی این اے کا ایڈمنسٹریشن ڈپو اسی پارٹی کے قبضہ میں تھا۔ اگر موقع آجاتا اور سنگاپور پر حملہ ہوتا تو دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ یہ کتنی طاقت تھی۔ اس نے کیا کچھ کیا۔

۱۹۴۵ء کے شروع میں برٹش گوریلا دستوں سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ایک آدمی سرمبن کولاسمبر بھیجا اور ان کا ایک نمائندہ بھی ملنے کے لئے آیا۔ جسے جاپانی ڈیفنس اور اپنی تیاری کی تفصیلات دی گئیں اس نے ایک تجویز پیش کی کہ جب سنگاپور پر متوقع حملہ ہو تو آپ کمیونسٹ جھنڈا لے کر باہر آئیں مگر اس کا فوراً انکار کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ ہم تو (برطانیہ کا جھنڈا) یونین جیک لے کر نکلیں گے آخر نمائندہ نے یہ بات مان لی۔ یہ نمائندہ چینی تھا اور کمیونسٹ خیالات سے متاثر معلوم ہوتا تھا۔[۱]

جاپانیوں نے سنگاپور میں داخل ہوتے ہی سب مذہبی، سیاسی اور تجارتی سوسائٹیوں کو بند کر دیا۔ انجمن احمدیہ رجسٹرڈ نہ ہونے کی وجہ سے بچ گئی۔ مختلف پارٹیوں کے چیدہ اور سرغنہ آدمی گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیے گئے۔ لیکن جب انگریز نے اس علاقے پر دوبارہ تسلط جمایا تو قادیانی عناصر اپنے بلوں سے نکل کر دندنانے لگے۔

مؤلف تاریخ احمدیت ایک قادیانی جنگی قیدی کے حوالے سے رقم طراز ہے کہ مولوی ایاز کے لئے یہ انتہائی صبر آزما دور تھا۔ خصوصاً جاپانیوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کی وجہ سے آپ پر بہت سختیاں کی گئیں۔ پولیس نے گورنمنٹ کے ریکارڈ میں ان کا نام بلیک لسٹ میں سب سے اوپر لکھوایا ہوا تھا۔[۲] ایک اور قادیانی کی شہادت درج کرتے ہوئے مؤلف مذکور نے انکشاف کیا ہے کہ مولوی صاحب کے خلاف ہر روز رپورٹیں پہنچتی رہتی تھیں اور ہر وقت جاپان ملٹری پولیس اور سی آئی ڈی مولوی صاحب کے پیچھے لگی رہتی تھی۔[۳]

مشرق بعید میں ۱۹۴۳ء سے آنجہانی ابوالعطاء جالندھری کے بھائی مولوی عنایت اللہ جالندھری اور مولوی شاہ محمد ہزاروی نام نہاد تبلیغ کر رہے تھے جنگ عظیم کے خاتمے پر ۱۹۴۶ء میں امام دین ملتانی وغیرہ کو مشرق بعید بھیجا گیا انہوں نے بھی اسی نوع کی سیاسی سرگرمیاں اور سازشیں کیں۔

۱۔ الفضل قادیان ۶ر فروری ۱۹۴۶ء

۲۔ تاریخ احمدیت جلد ہشتم صہ ۲۰۶

۳۔ تاریخ احمدیت جلد ہشتم صہ ۲۰۶

جاپان میں جاسوسی

تحریک جدید کا دوسرا مجاہد صوفی عبدالقدیر نیاز جون ۱۹۳۵ء میں قادیان سے جاپان گیا۔ جاپانی حلقوں میں اثر و نفوذ پیدا کیا اور نام نہاد تبلیغ شروع کی۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتا ہے کہ: "حکومت جاپان کو آپ کی نسبت شروع ہی سے بعض سیاسی شکوک تھے۔ جاپانی پولیس کی طرف سے آپ کی کڑی نگرانی کی گئی۔ آپ زیر حراست لے لئے گئے۔"[1]

الفضل قادیان نے ۲۰ر نومبر ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں لکھا کہ صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز احمدی مجاہد کو حکومت جاپان نے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لیا تھا اب رہا کر دئیے گئے ہیں۔

۱۹۳۷ء ہی میں مرزا محمود نے اس قادیانی جاسوسی کی اعانت کے لئے ایک جماعتی مولوی ابوالعطاء جالندھری کے چھوٹے بھائی عبدالغفور جالندھری کو جاپان بھجوایا۔ صوفی نیاز جولائی ۱۹۳۸ء میں واپس قادیان آ گئے۔ ان کی جگہ کام کرنے والے مولوی عبدالغفور کی سرگرمیوں کے متعلق ان کی تحریر کردہ ۱۱ر جولائی ۱۹۳۹ء کی رپورٹ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:-

"بعض نئے دوستوں کو تبلیغی خط لکھے جاپانی زبان کی تعلیم جاری ہے۔ مسٹر ٹومیٹا (TOMITA) آنے (علاقہ) کوبے میں انگریزوں کے خلاف مظاہروں کا حال بیان کیا۔ بتلاتے تھے کہ جلوس میں دس لاکھ آدمی شامل تھا۔"[2]

جاوا میں انگریز کے جاسوس

جاوا میں مولوی عبدالواحد مبلغ مقرر ہوئے ان کے علاوہ عبدالسمیع۔ محمد یحییٰ۔ مولوی رحمت علی۔ شاہ محمد۔ ملک عزیز احمد وغیرہ پہلے سے سرگرم کار تھے۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں جاپانیوں نے جزائر شرق الہند پر قبضہ کر لیا۔ قبضہ کے دوران جاپانیوں نے ان تمام افراد کو جاسوسی۔ سازش وغیرہ کے جرائم کی پاداش میں گرفتار کر لیا۔ قادیانی مبلغ عبدالواحد نے مرزا محمود کو ۲۲ر فروری ۱۹۴۶ء کو جو خط لکھا اس کے مطالعے سے ان کی کارگزاریوں کی تفاصیل معلوم ہوتی ہیں فرماتے ہیں:-

"جاپانیوں کے غلبہ کے زمانے میں اس شبہ کی بنا پر کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی جاسوس ہے مورخہ ۸ر مارچ ۱۹۴۴ء کو بندہ (عبدالواحد) اور عبدالسمیع صاحب اور محمد یحییٰ صاحب جو جماعت

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ ۲۱۱ [2] الفضل قادیان جلد ۲۷ نمبر ۳۰ مورخہ ۶ اگست ۱۹۳۹ء رپورٹ مرسلہ ناظم تحریک جدید بیرون ص ۶

احمدیہ گاروت کے پریذیڈنٹ تھے ہم تینوں کو ۲ بجے رات کے جاپانیوں نے پکڑ کر بنڈونگ کے حوالات خانہ میں ڈال دیا۔ اس واقعہ کے چار روز بعد جماعت احمدیہ تاسک ملایا کے چھ عہدیداران اسی حوالات خانہ میں لائے گئے۔ پھر بارہ روز کے بعد برادرم سید شاہ محمد صاحب مجاہد اور برادرم ملک عزیز احمد خان صاحب مجاہد بھی گیروت سے پکڑ کر اسی میں ڈال دیئے گئے ... جاپانی کمپیتائی (Kenpeitai) یعنی جاسوسی پولیس نے ہم سے مندرجہ ذیل امور کے متعلق کئی کئی رنگ میں سوالات کئے:-

(۱) جماعت احمدیہ کے بانی کون ہیں ؟
(۲) جماعت احمدیہ کی غرض وغایت کیا ہے ؟
(۳) جماعت احمدیہ کے عقائد کیا ہیں ؟
(۴) صدر انجمن احمدیہ کے نظم ونسق کے مفصل حالات کیا ہیں ؟
(۵) بیعت کا کیا مفہوم ہے ؟
(۶) چندہ کا کیا مطلب ہے ؟
(۷) انڈونیشیا کی جماعتوں کا قادیان سے کیا تعلق ہے ؟

آخر کمپیتائی کے اعلیٰ افسر نے کہا تمہاری جماعت کا نظام بنانے والا دنیا کے بہترین دماغ کا مالک ہے مگر شاید تم لوگوں کو معلوم نہ ہو اس کے پیچھے انگریزوں کے ہاتھ ہیں۔ اگرچہ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا کہ انگریزوں کا اس میں کوئی دخل نہیں مگر وہ اس بات پر اصرار کر کے صدر انجمن احمدیہ کے اوپر برطانوی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ ۴۰ روز قید رکھنے کے بعد ہمیں چھوڑ دیا گیا۔[1]

جاوا کے ایک اور قادیانی مبلغ مولوی محی الدین کے پاس راز افشا کر دیئے جانے کے بارے میں مرزا محمود فرماتے ہیں:-

"پہلے سماٹرا اور جاوا پر جاپان نے قبضہ کر لیا پھر انڈونیشیا کی خود مختار حکومت قائم ہوئی پھر انگریزوں نے ڈچ کو داخل کرنے کی کوشش کی۔ اب وہاں ری پبلکن حکومت قائم ہے۔ بہت سے ابتلا بھی

---

[1] الفضل قادیان ۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء

ہماری جماعت پر آئے۔ جاپانی قبضہ کے زمانے میں احمدیوں کے ساتھ سختی بھی کی گئی۔ پہلے تو اس طرف توجہ نہیں کی گئی لیکن آہستہ آہستہ جب جاپانیوں کا زور دور ہوا۔ اور ان کے پاس شکایتیں پہنچنے لگیں تو احمدیوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی۔ لیکن جب وہ اپنے ارادوں کو جماعت احمدیہ کے خلاف پوری طرح عملی طور سے قائم کر چکے تو یک دم اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت کو تباہ کر دیا۔ اور انڈونیشیا میں ری پبلکن حکومت قائم ہو گئی۔ اس ری پبلکن حکومت کے زمانہ اور اس سے پہلے زمانہ میں بھی جب کہ افراد محض انفرادی طور پر اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے کوشش کرتے تھے ہماری جماعت نے ری پبلکن تحریک کا ساتھ دیا تھا۔ اور ملک کی آزادی کے لئے اس نے ہر رنگ میں کوشش کی تھی اس لئے جاپانی حکومت کے جانے کے بعد جب ری پبلکن حکومت قائم ہوئی تو عام طور پر ہماری جماعت کے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا۔ افسروں کا رویہ ہماری جماعت کے ساتھ بہت بہتر رہا اور انہوں نے ہم سے اپنے تعلقات قائم رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ جاوا میں اب بھی ہمارے مبلغین کام کر رہے ہیں۔ گو انہیں آہستگی سے کام کرنا پڑتا ہے لیکن بہرحال ان کے کام میں کوئی خاص روک نہیں پائی جاتی اور جیسا کہ ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے بعض اعلیٰ حکام حتی کہ بعض وزراء تک بھی ہمارے مبلغوں سے ملتے ہیں ان سے مشورہ بھی کرتے ہیں اور ان کے ذریعے ہندوستان پیغام بھی بھجواتے ہیں وہاں ہماری جماعت کے ایک معزز دوست مولوی محی الدین صاحب بہت اعزاز رکھتے ہیں۔ اور ری پبلکن حکام میں بھی ان کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے مگر اب مولوی رحمت علی صاحب اور بعض دوسرے دوستوں کی چٹھیوں سے معلوم ہوا ہے کہ رات کو چھاپہ مار کر ان کو کوئی قید کر کے لے گیا ہے ابھی تک یہ پتہ نہیں لگ سکا۔ کہ ان کو کون قید کر کے لے گیا ہے ایک ماہ بلکہ ڈیڑھ ماہ کے قریب عرصہ ہو گیا ہے ابھی تک ان کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں۔ اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کو کس نے پکڑا ہے[1]

جاپانیوں نے ایک اور قادیانی محمد صادق کو بھی برطانیہ کے لئے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کیا اور جرم ثابت ہونے پر انہیں موت کی سزا کا حکم سنایا[2] مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ ان کا نام

---

[1] الفضل قادیان ۱۳ نومبر ۱۹۴۶ء [2] الفضل قادیان ۲۲ جنوری ۱۹۴۶ء

بلیک لسٹ میں درج تھا۔[1] جاپانی حکومت کا خاتمہ ہوا تو ڈاکٹر سوئیکارنو مرحوم نے ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء کو انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کر دیا اور ڈچوں کے خلاف تحریک آزادی کا آغاز کیا۔

انڈونیشیا کی آزادی اور قادیانی مؤقف

۱۹۴۶ء میں انڈونیشیا آزادی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ پہلے ہالینڈ کی حکومت تھی پھر جاپانی حکومت قائم ہوئی چونکہ اتحادی فوجوں نے ہالینڈ کو دوبارہ مسلط کرنا چاہا اور برطانیہ اس سازش میں پیش پیش تھا اس لئے مرحوم سوئیکارنو نے نہایت ثابت قدمی سے سامراجی قوتوں کا مقابلہ کیا اور آخر کار سامراج کو شکست ہوئی۔ انڈونیشیا کے متعلق قادیانی مبلغ مولوی محمد صادق مبلغ پیڈانگ (سماٹرا) نے ۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو مرزا محمود کو چار سوال لکھ کر بھیجے جن کے بین السطور قادیانی مؤقف ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ پہلے انڈونیشیا میں ڈچ حکومت تھی۔ اس کے بعد جاپانی حکومت قائم ہوئی۔ پھر جاپانی حکومت بھی ختم ہو گئی۔ چونکہ اتحادی فوجوں کے آنے میں دیر ہوئی اس لئے انڈونیشیا کے لوگوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ آزادی کا اعلان اور حکومت کا قیام اتحادیوں کے مشورہ کے بغیر ہوا اس لئے اتحادیوں نے آج تک انڈونیشن آزادی اور حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس صورت میں کیا اسلام کی رو سے انڈونیشیا واقعی آزاد قرار پاتا ہے اور کیا انڈونیشن حکومت واقعی وہ حکومت ہے جس کی اطاعت رعیت پر فرض ہے یا کہ باغی جمعیت ہے۔

جواب:۔ واقعی حکومت تو وہی ہوگی جس کو ملک کی اکثریت قبول کرے گی۔ باقی اگر ملک کی اکثریت آزاد حکومت بنائے تو شرعاً باغی نہیں کہلائے گی بلکہ حق پر سمجھی جائے گی۔ کیونکہ ملک کو کلی طور فتح کر کے سابق حکومت کے قبضہ سے نکال لیا گیا تھا۔ باقی رہا سوال مصلحت اور حکمت کا اسے وہاں کے لوگ خود سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مغربی حکومت کی آزاد حکومت نہیں بننے دے گی۔ اس لئے سمجھوتہ کرنا مفید ہے۔

سوال:۔ آزادی کی تحریک اور دوسرے سیاسی امور میں احمدی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں۔ مثلاً

---

[1] تاریخ احمدیت جلد نہم ص ۵۰۹

انڈونیشین حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر ڈچ لوگ دفتروں اور کارخانوں پر قابض ہو گئے تو ہم ان سے بائیکاٹ اور سٹرائک کریں گے کیا ایسے بائیکاٹ اور سٹرائک میں شریک ہونا جائز ہے۔

جواب:۔ اگر انڈونیشین حکومت واقعی اکثریت کی حکومت ہے تو اوپر لکھا جا چکا ہے کہ وہ جائز ہے اس صورت میں اس کے احکام کی تعمیل شرعاً جائز ہی نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔

سوال:۔ اگر ڈچ لوگ اس علاقے میں داخل ہوں اور انڈونیشین ان کا مقابلہ کریں تو جماعت احمدیہ کو کس طرح رہنا چاہیئے۔

جواب:۔ میں کہہ چکا ہوں کہ مصلحت اسی میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل کر کے صلح کر لی جائے کیونکہ سب مغربی حکومتیں منہ سے کچھ بھی کہیں ڈچ کے ساتھ ہوں گی۔ لیکن اگر فی الواقعہ ملک میں اکثریت کی حکومت قائم ہو چکی ہے تو چونکہ وہ جائز حکومت ہے۔ احمدیوں کا اس کا ساتھ دینا جائز ہی نہیں پسندیدہ ہو گا مگر یہ فعل انڈونیشین کا ہو گا خلاف حکمت ہے[1]

حبشہ میں جاسوس ڈاکٹر

اگست ۱۹۳۵ء میں مرزا محمود نے تحریک جدید کے تحت ڈاکٹر نذیر کو حبشہ (ابی سینا) روانہ کیا۔ ان ایام میں اٹلی اور حبشہ کے درمیان جنگ جاری تھی۔ برطانوی انٹیلی جنس کے یہ کارکن ڈاکٹر کے روپ میں وہاں پہنچے اطالوی سامراج نے مئی ۱۹۳۶ء میں جب حبشہ پر قبضہ کیا اور شاہ ہیل سلاسی انگلستان فرار ہو گیا تو یہ استعماری گماشتہ مرکز کی ہدایت پر فلسطین، مصر اور شام کے ممالک میں چلا گیا۔ اس کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں ڈاکٹر موصوف مکہ پہنچے جہاں سے اونے پونے راز اٹھا کر قادیان آ گئے۔ ۱۹۴۳ء میں جنگ کے زمانے میں مرزا محمود نے انہیں دوبارہ حبشہ اور عدن میں نام نہاد تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔

عدن میں برطانوی تسلط کے خلاف تحریک جاری تھی۔ قادیانی ڈاکٹر نے نبوت کاذبہ کی تبلیغ اور خفیہ تحریکوں کی انٹیلی جنس کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ ایک دن قادیانی مبلغ ایک مسجد میں موجود تھا کہ عربوں اور صومالیوں نے مسجد کو گھیرے میں لے لیا۔ تاکہ اس قادیانی جاسوس کا کام

---

[1] الفضل قادیان ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء

تمام کر دیا جائے لیکن سی آئی ڈی نے مداخلت کر کے اسے بچا لیا۔ مؤلف تاریخ احمدیت ڈاکٹر موصوف کی ایک رپورٹ درج کرتا ہے جس میں آپ نے تحریر کیا ہے:۔

ایک دن عربوں اور صومالیوں نے مسجد کو گھیرے میں لے لیا تاکہ خاکسار (ڈاکٹر نذیر) کو کالعدم کر دیا جائے۔ اسی اثنا میں سی۔آئی۔ڈی کا ایک آدمی میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور انگریزی میں کہنے لگا۔ ہم کو حکم ہوا ہے کہ آپ کو گھر سلامتی کے ساتھ پہرے کے اندر پہنچا دیں۔ کیونکہ پبلک مسجد کے اندر اور باہر ڈنڈے اور چاقو لئے کھڑی ہے۔ ان کی نیت آج آپ کے متعلق خطرناک ہے۔ میں نے کہا گورنمنٹ کی حکم عدولی میں نہیں کر سکتا۔ بہت اچھا۔[1]

عدن کے علاوہ نے گورنر کو قادیانی مبلغ کی خطرناک سرگرمیوں پر مشتمل کئی میمورنڈم ارسال کئے اور اس کو فی الفور ملک سے نکالنے کا مطالبہ کیا۔

مشرقی یورپ میں یہودیوں کی امداد

جنوری ۱۹۳۶ء میں تحریک جدید کے تحت مرزا محمود نے حاجی احمد خان ایاز کو بوڈاپسٹ (ہنگری) بھیجا۔ مشرقی یورپ کے تمام علاقوں ہنگری پولینڈ وغیرہ میں نازیوں کی یہود مخالف سرگرمیاں عروج پر تھیں قادیانیوں نے ان پر کڑی نگاہ رکھی۔ اور بہت سے یہودیوں کو ان ممالک سے بحفاظت نکلنے اور فلسطین پہنچنے میں مدد دی۔ قادیانی مبلغ نے وزیر اعظم ہنگری گمباس (Gombos) کے مرنے کے بعد اس کے جانشین کے دوران پی (K. Darányi) اور اگیرین پارٹی (Agrarian Party) کے اراکین کی نازی پارٹی سے سانباز پر اطلاع رکھی۔ قادیانی مبلغ محمد ابراہیم ناصر کو جسے بعض سیاسی وجوہ کی بنیاد پر امریکی حکومت نے امریکہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ فروری ۱۹۳۷ء میں ہنگری مشن کا انچارج مقرر کیا گیا ایسے ہی حاجی ایاز کو حکم روانہ کیا گیا کہ وہ پولینڈ پہنچ جائے۔ مارچ ۱۹۳۷ء کے نازی پلاٹ میں جس کا مقصد حکومت کا تختہ الٹنا تھا۔ اور جس کے سربراہ فرنک زلاسی (Ferenc Szálasi) تھے۔ مولوی ناصر نے برطانوی انٹلی جنس کے لئے کام کیا انہوں نے نازی عناصر کے خفیہ منصوبے اور ان کی یہود مخالف

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ ۲۲۳

سرگرمیوں کی اطلاعات فراہم کیں۔

حاجی ایاز پولینڈ میں برطانوی اور یہودی مفادات کے تحفظ کے لئے کارروائیاں کر رہا تھا۔ پولینڈ کی انٹیلی جنس نے اس کی تخریبی کارروائیوں کی اطلاع پا کر حکومت کو رپورٹیں روانہ کیں۔ اسی دوران اس کا ویزا ختم ہو گیا۔ قادیانی مبلغ کچھ روز اور ٹھہرنا چاہتا تھا لیکن حکومت نے اس کے ویزے میں مزید توسیع کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اسے ملک سے نکال دیا جائے۔¹

جنوری ۱۹۳۰ء میں یہ صیہونی گماشتہ چیکوسلواکیہ چلا گیا۔ جہاں صیہونی عالمی تنظیم بڑے پیمانے پر یہودیوں کو نکالنے اور فلسطین بھجوانے کی تدابیر کر رہی تھی۔ قادیانی مبلغ نے اس علاقے میں ٹکنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن وارسا کی انٹیلی جنس نے اس کو ٹھہرنے نہ دیا مجبوراً اس نے قادیان کی راہ لی۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی کہ قادیانیوں نے خفیہ اور اعلانیہ طور پر اٹلی کی فسطائی حکومت اور نازی حکومت کے خلاف سازشیں کیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ برطانوی انٹیلی جنس، یہودی جلاوطن حضرات اور قادیانی مبلغین برطانوی سامراج کے تسلط و اقتدار کے قیام کیلئے ایک دوسرے کے دست و بازو تھے اور مل کر کام کرتے تھے۔ یہ لوگ ہر ملک میں جا کر اپنے مراکز سے وہاں کے حالات کا گہرا مشاہدہ کرنے کے بعد تخریبی سرگرمیوں کا آغاز کرتے تھے۔ برطانوی قونصل خانے سفارتی مراکز، خفیہ یہودی تنظیموں کے دفاتر اور قادیانی مشنوں نے ایک ایسا جال بچھا رکھا تھا جس میں آزادی کے متوالوں کو پھانسا جاتا اور ابھرتی ہوئی تحریکوں کا قلع قمع کیا جاتا تھا۔

البانیہ اور یوگوسلاویہ میں سازشیں

اپریل ۱۹۳۶ء میں مرزا محمود نے مولوی محی الدین کو البانیہ روانہ کیا۔ اس زمانہ میں اٹلی اور البانیہ کے تعلقات مستحکم ہو رہے تھے لیکن مسلمان احمد زوغو بے کی حکمرانی کے خلاف نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ البانیہ کی جنوبی ریاستوں میں مسلم رہنماؤں کی ایسی تحریکات جاری تھیں جن کا مقصد سیاسی حقوق کا تحفظ تھا۔ قادیانی مبلغ محی الدین نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو توڑنے اور اس علاقے کو سامراجی

---

¹ تاریخ احمدیت جلد ششم ص ...

تسلط میں لانے کے لئے جہاد کی تنسیخ اور برطانیہ کی اطاعت پر مشتمل کچھ مواد شائع کرایا جس کی پاداش میں اسے ملک سے نکال دیا گیا۔ جہاں سے یہ پہلے بلگراد (یوگوسلاویہ) اور پھر البانیہ چلا گیا۔ البانیہ میں اس نے سرحدی عوام کو برطانوی سامراج کے اقتدار کی خوبیوں سے روشناس کرانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے بوڈاپسٹ (دارالحکومت ہنگری) کے ایک سامراجی جاسوس شریف دوتسا کو ساتھ ملا کر جولائی ۱۹۳۶ء میں البانیہ کے قریبی علاقے کوسوا میں استعماری اڈا جمایا۔ یہ علاقہ یوگوسلاویہ کے ماتحت تھا یوگوسلاویہ کی حکومت کو قادیانیوں کی سرگرمیوں کی اطلاع ہوئی تو اس نے ۵ جون ۱۹۳۸ء کو انہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔ جہاں سے یہ بلغاریہ چلا گیا۔ شہر صوفیہ میں ایک ماہ رہنے کے بعد اٹلی کے لئے روانہ ہوا۔ اور جب دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو مصر پہنچ گیا۔

مولف تاریخ احمدیت قادیانی مبلغ کی نام نہاد تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں رقم طراز ہیں:۔

"مولوی محمد دین حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (مرزا محمود) کی آواز پر ۱۹۳۵ء میں البانیہ گئے۔ جہاں کے فرماں روا احمد زوغو اور علاقے سرحدی پٹھانوں کی مانند تھے۔ ۱۹۳۶ء میں لوگوں نے پولیس میں رپورٹ کر دی۔ کہ زوار جہاد سیف کا قائل نہیں اور لوگوں میں اس کے خلاف خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ اچانک ایک روز پولیس نے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر طویل گفتگو کی اور نقل و حرکت پر پابندی لگا دی اور کہا کہ افسران بالا کے احکام کا انتظار کریں۔ چند دنوں بعد پولیس نے مولوی صاحب کو البانیہ سے یوگوسلاویہ کی سرحد میں داخل کر دیا۔ آپ مرکز کی ہدایت پر البانیہ اور یوگوسلاویہ کے حد فاصل کے علاقے میں تبلیغ کرتے رہے۔ ہنگری کے شریف دوتسا کے مشورے سے ایک شخص سے شرکت کر کے چائے کی دکان کھول لی جو تبلیغی اڈے کے طور پر استعمال کی گئی۔ شریف دوتسا بلگراد میونسپل کمیٹی کے ممبر تھے۔ اور ان کا چھوٹا بھائی فوج میں لفٹیننٹ تھا۔"[1]

قادیانی مولف مزید فرماتے ہیں کہ "حالات نے یکدم یوں پلٹا کھایا کہ البانیہ کی پولیس کے کاغذ بلگراڈ پولیس کے پاس پہنچ گئے۔ مولوی صاحب اس وقت مرکز سے باہر تھے۔ پولیس کے شبہ کو تقویت کی گنجائش نکل آئی۔ اور انہوں نے بار بار چکر لگانے شروع کئے۔ اور آخر کار گرفتار کر کے ۲۴ گھنٹے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص ۲۱۰

کے اندر اندر بلغراد سے نکل جانے کا حکم دیا۔ شریف دوتسا اور اس کا بھائی اس سیاسی معاملہ میں کچھ مدد نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے ان کو الگ رہنے کی ہدایت کی۔ اور صرف یہ کہا۔ "اگر آپ میرے شریک کار سے میری رقم نکلوا دیں تو سفر کی آسانی رہے گی۔ جواب یہ کہ وہ شخص پولیس کی آمد دیکھ کر سب کچھ فروخت کر کے دکان بند کر کے بھاگ گیا۔ پولیس نے مولوی صاحب کو یونان کی سرحد میں داخل کر دیا جہاں سے وہ اٹلی میں ملک محمد شریف کے پاس چلے گئے۔"[1]

شریف دوتسا کو جولائی ۱۹۴۶ء میں البانیہ کی کمیونسٹ حکومت نے ان کے خاندان سمیت قتل کرا دیا البتہ اس کا لڑکا بہرام بعض قادیانی فوجیوں کی مدد سے سامراجی غلبہ و تسلط کے قیام کے لئے البانوی حکومت سے برسرپیکار رہا۔ اس کا ذکر مرزا محمود نے ایک خطبہ میں کیا۔[2]

سپین اور اٹلی میں جاسوس مبلغ

یکم فروری ۱۹۳۶ء کو تحریک جدید کا مبلغ محمد شریف گجراتی سپین کے لئے روانہ ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں سپین کے علاقہ بارسیلونا میں عام ہڑتال کی گئی اور سوشلسٹ عناصر نے میڈرڈ میں فسادات کرائے۔ ستمبر ۱۹۳۵ء میں لورو ([illegible]) کی کابینہ کے خاتمے کے بعد سپین میں خانہ جنگی شروع تھی عین اسی زمانے میں قادیانی مبلغ میڈرڈ پہنچا جنرل فرانکو اقتدار حاصل کرنے کے لئے نبرد آزما تھے۔ اطالوی جرمن اور برطانوی سامراج اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔

مولف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ "حالات زیادہ مخدوش ہو گئے۔ تو برطانوی سفیر میڈرڈ نے آپ کو سفارت خانہ بلایا اور برٹش رعایا کے ساتھ آپ کو بھی حکماً دارالحکومت میڈرڈ سے لندن بھجوا دیا۔" ایک ہفتہ لندن گزارنے اور تازہ ہدایات حاصل کر کے ملک شریف جبرالٹر روانہ ہوئے۔ جہاں حکومت کی خاص پابندیوں کے باعث اسی جہاز میں فرانس کی ایک بندرگاہ میں اتر گئے۔[3] آپ نے مرزا محمود سے قادیان رابطہ قائم کیا۔ مرزا صاحب نے حکم دیا کہ اٹلی چلے جائیں۔

سپین میں قادیانی مبلغ نے میڈرڈ بار ایسوسی ایشن کے صدر کو قادیانی بنایا اور ان کا نام

۱۔ تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص ۳۱۶ ۲۔ الفضل قادیان ۱۶ جولائی ۱۹۴۶ء
۳۔ " " " ص ۲۹۸

کونٹ غلام احمد رکھا۔ قادیانی کونٹ نے ایک طویل مدت تک کمیونسٹوں کی تحریکات پر نظر رکھی اور برطانوی سفارت خانے کے ایجنٹ کے طور پر کام کیا۔ اور پھر سپین سے فرار ہو کر البانیہ چلا گیا۔

قادیانی مبلغ ملک شریف لکھتے ہیں۔

" کونٹ غلام احمد کو سپین سے نکل پڑا۔ عرصہ کے بعد البانیہ پہنچے جہاں اپنی عمر کا باقی ماندہ حصہ بسر کر رہے ہیں اس وقت آپ کی وفات ہوئی جب کہ میں جنگ عالمگیر ثانی کے دوران دشمن کے قیدی کیمپوں میں بے کسی کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔ آپ کی اطلاع آمد کو ہیڈ کوارٹر پولیس نے گرفتار کر کے ہر روز ڈراؤ دھمکاؤ کے ساتھ گولی سے اڑا دینے کی دھمکیاں دیں اور یہی بتایا جاتا رہا کہ اگلی صبح آپ کو گولی مار کر اڑا دیا جائے گا۔"[1]

جنگ عظیم کے دوران قادیانی مبلغ اپنی شرمناک سرگرمیوں کے باعث اٹلی کی قید میں رہا۔ جب اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی اور ان کی افواج اٹلی کے شہر فلارنس میں داخل ہوئیں تو مبلغ مذکور نے ایک ہندوستانی کمانڈر سے رابطہ پیدا کر کے رہائی حاصل کی۔ اس کی قادیانی بیوی سلمیٰ خاتون بھی قید میں تھی اسے بھی رہا کر دیا گیا۔ بعد میں یہ دونوں انڈین آرمی ایجوکیشن کے تحت فلارنس یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہوئے۔

قادیانی مبلغ اپنی خدمات اور کارکردگی کی بدولت اٹلی میں کام کرنے والے اتحادی کمیشن کے ساتھ اپریل ۱۹۴۷ء تک کام کرتا رہا۔ اس دوران مرزا محمود نے دو نئے مجاہد ماسٹر محمد ابراہیم خلیل اور مولوی محمد عثمان اٹلی روانہ کئے اور ملک شریف کو دوبارہ اٹلی کا امیر مقرر کر دیا گیا۔ یہ دو مجاہد سسلی کے مخصوص سیاسی حالات کے باعث میسینہ (MESSINA) بھیجے گئے۔ لیکن وہاں کی حکومت نے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر انہیں ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ بعد ازاں اس حکم کو مقامی حکام اعلیٰ سے مل کر منسوخ کرا لیا گیا اور جلد ہی اٹلی مشن بند کر دیا گیا۔

قادیانی مبلغ کی ایک رپورٹ ملاحظہ کریں جس سے حقیقت تبلیغ آشکار ہوتی ہے۔ ناظم تحریک جدید کو اس سے لکھتے ہیں۔ کہ عیسائی فرقے سینما کے ذریعہ تبلیغ کرتے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ تحریری تقریری

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ ۲۵۸   [2] فاروق قادیان ۷ مارچ ۱۹۳۹ء

اور سائنٹفک ذرائع سے احمدیت کی تبلیغ کی جائے۔ زمانہ گزشتہ کے مذاہب اور ان کے لیڈر تمام نمائش میں آجائیں (سینما کے رنگ میں معلوم ہوتا ہے) تحفہ پرنس آف ویلز پڑھنے پر مجھے ایک کتاب قلم کے اصول پر لکھنے کا خیال ہے اس کا نام (British Empire in 2000) (برطانوی حکومت ہمیشہ کے لیے) ہوگا اس میں حکومت انگلشیہ کی رعایت کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ موجودہ زمانہ میں بین الاقوامی تمدن اور اخلاق صرف احمدیت کی پیروی میں ہے۔[1]

خفیہ پولیس کی نگرانی

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ مارچ ۱۹۳۶ء میں سپین کا قادیانی مشن بند ہو چکا تھا اور مبلغ سپین ملک محمد شریف گجراتی اٹلی میں مقیم تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مرزا محمود نے لندن سے وسط ۱۹۴۶ء میں تحریک جدید کے دو مبلغ مولوی کرم الٰہی ظفر اور مولوی محمد اسحاق کو سپین کے دارالحکومت میڈرڈ روانہ کیا۔ تاکہ اس مشن کو دوبارہ کھولیں لیکن یہ مشن خاص پولیس کی نگرانی میں کام کرتا رہا۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں:-

"۱۹۴۵ء میں جرمنی کی شکست کے بعد جب بین الاقوامی سیاست نے پلٹا کھایا تو اس ملک (سپین) کی خارجہ پالیسی میں کسی قدر لچک پیدا ہو گئی۔ اور اس نے اسلام کے نام سے انتہائی نفرت کے باوجود شام۔ شرق اردن۔ سعودی عرب اور ترکی وغیرہ مسلم ممالک سے سفارتی تعلقات قائم کر لئے اس طرح خدا کے فضل و کرم سے اگرچہ مبلغین احمدیت کو بھی سپین میں داخلہ کی اجازت مل گئی مگر خفیہ پولیس مشن کی خاص نگرانی پر متعین کر دی گئی"[2]

مکہ مکرمہ میں قادیانی جاسوس

قادیانی مبلغ محمد الدین البانیہ اور بلغراڈ میں سامراج کی مہمات کو پروان چڑھانے کی پاداش میں وہاں سے نکالے گئے اور اٹلی میں ملک شریف کے پاس مقیم پذیر ہوئے۔ اٹلی میں انہیں شریف دوتسا ملا۔ جس کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں اسے تمام خاندان سمیت البانوی حکومت نے قتل کرا دیا تھا۔ شریف دوتسا نے انہیں معقول رقم دے کر اٹلی سے بلا کرایہ مکہ جانے والے جہاز میں حجاز بھجوا دیا۔ مکہ میں

---

[1] فاروق قادیان ۸ مارچ ۱۹۳۹ء   [2] تاریخ احمدیت جلد ۱۰ صہ ۲۹

انہوں نے ایک مکان کرایہ پر لیا اور چپکے چپکے برطانوی سفارت خانے کے اشارے پر کام کرنے لگے انہوں نے اعلیٰ حکام تک رسائی حاصل کی حتیٰ کہ جلالۃ الملک شاہ سعود کے ہندوستانی ملاقاتیوں کے ترجمان بن گئے[1] اور کئی خفیہ راز قادیان کو بھجواتے رہے۔ یہ قادیانیوں کی بڑی جسارت تھی۔ بہرحال ایک طرف تو یہ قادیانی شاہ سعود کے ترجمان ہونے کے فرائض ادا کر رہا تھا دوسری طرف قادیانی عناصر ایک عرصے سے سعودی حکومت کے خلاف مکروہ پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹۲۶ء سے شدت سے جاری تھا جب قادیانیوں نے ابن سعود کے مقتدر صاحب زادے امیر فیصل شہید کو انگلستان میں قادیانی مسجد مرزا کے افتتاح کی دعوت دی جسے آپ نے مسترد کر دیا اس کو بنیاد بنا کر سعودی حکومت کے خلاف زہر اگلا جاتا رہا[2] مرزا محمود نے کئی قادیانی مکہ و مدینہ میں سازشوں کے لئے تعینات کر رکھے تھے۔ بعض کو حج کے مواقع پر انگریزوں سے ساز باز کر کے روانہ کیا جاتا۔ ۱۹۲۹ء میں مرزا محمود نے جماعت احمدیہ پاڈنگ (سماٹرا) کے ایک قادیانی ڈمنگ ڈاکو کو مولوی رحمت علی قادیانی کے ہمراہ مکہ بھجوایا[3] جہاں ارتداد کی تبلیغ اور مذموم سیاسی کارروائیوں کی بنا پر مکی حکومت نے اسے جیل میں ڈال دیا۔ اسی طرح کئی اور قادیانیوں کو بھی سعودی حکومت ان کی سازشوں اور نبوت کاذبہ کی تبلیغ کی بنا پر گرفتار کر کے جیل بھیجتی رہی۔

قادیانی مبلغ محمد الدین نے رفتہ رفتہ پر پرزے نکالے۔ اور قادیانیت کی تبلیغ شروع کی لیکن اسی دوران اس کی سرگرمیوں کی اطلاع پا کر اس کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا مولف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں:۔

"ایک روز کسی نے پولیس کو اطلاع دے دی کہ ہندی اور عرب لوگ اکثر اس ہندی مولوی کے پاس آتے ہیں۔ یہ انگریزوں کا جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ پھر کیا تھا پولیس نے فوراً مولوی صاحب کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ یہ جیل حیوانوں کے لئے بھی موزوں نہ تھی۔ پتہ چلتا ہے کہ اس میں انسانوں کی بسر اوقات ہوتی تھی۔ کھانا کم اور ردی ملتا تھا۔ اور وہ بھی بے قاعدہ۔ جیل کے قیدیوں کو کوڑے بھی ننگے بدن پر مارے جاتے تھے۔ اور لوگوں کے چلانے کی آواز جیل کے کونوں تک سنائی دیتی تھی۔ مولوی صاحب نے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ششم ۔ [2] الفضل قادیان ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء [3] الفضل قادیان ۱۷ دسمبر ۱۹۳۰ء

لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تصرف سے اس بار اور برہنگی سے محفوظ رکھا ایک ہفتہ بعد ہندوستانی قونصل سید ولی شاہ صاحب مقیم جدہ کی کوشش سے رہائی حاصل ہوئی۔[1]

برطانوی مداخلت سے رہا ہونے کے بعد ۱۹۲۲ء میں مولوی صاحب قادیان آ گئے۔ اس سال کے اواخر میں جب جنگ عظیم دوم جاری تھی۔ مرزا محمود نے انہیں کو ڈربن (جنوبی افریقہ) جانے کا حکم دیا۔ یہ شخص برطانیہ کے نیول انٹلی جنس جہاز میں جارہا تھا۔ جسے جرمن کی آبدوزوں نے غرق کر دیا۔ اس طرح یہ قادیانی مبلغ مزید سازشوں کی انجام دہی سے پہلے ہی ڈوب مرا۔

افغانی جاسوس

یورپ کے علاوہ ایشیا کے کئی علاقوں خصوصاً افغانستان میں جنگ عظیم کے دوران قادیانیوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔

۱۵ر فروری ۱۹۳۹ء کو قادیان سے ایک تربیت یافتہ جاسوس ولی داد کو کابل روانہ کیا گیا۔ لیکن ان کے خاندان کو اس تخریب کاری کا علم ہو گیا انہوں نے غیرت ایمانی کے تحت اس کو قتل کر کے اس کی بے گور و کفن لاش کہیں پھینک دی۔[2]

برطانیہ کے وفادار

افریقہ میں قادیانیوں نے استعماری طاقتوں کی شہ پر پہلی جنگ عظیم کے زمانے ہی سے کام شروع کر دیا تھا چونکہ یہ علاقہ کئی سالوں سے استعمار کی سیاسی ریشہ دوانیوں کا مرکز تھا اس لئے انہیں پھلنے پھولنے کے خوب مواقع میسر آئے۔ ۱۹۲۱ء میں افریقہ میں باقاعدہ مشن قائم کیا گیا اور لندن سے مولوی عبدالرحیم نیر کو نائجیریا روانہ کیا گیا۔ قادیانی مشنوں کی غرض و غایت ایک نہایت مستند تاریخ "دی کیمبرج ہسٹری آف اسلام"، مولفہ ہولٹ، لیمبٹن لینڈ لیوس، لندن نے بڑی عمدگی سے بیان کی ہے۔ مولفین رقم طراز ہیں:۔

"پہلی جنگ عظیم کے دوران احمدی فرقہ کے لوگ مغربی افریقہ کے ساحل گنی تک پہنچے۔ جہاں لیگوس اور فری ٹاؤن کے چند نوجوان ان تک پہنچے۔ ۱۹۲۱ء میں پہلی بار ہندوستانی مشنری وہاں آئی۔ اگرچہ یہ لوگ کسی عقیدے کا پرچار نہیں کر سکے لیکن ان کا ارادہ مسلم آبادی کے اندرونی علاقوں میں قدم جمانا تھا۔

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صہ ۲۱۳ [2] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صہ ۵۵۸

یہ لوگ زیادہ تر جنوبی۔ نائیجیریا۔ جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سرگرم عمل ہے۔ ان لوگوں نے ان مسلمانوں کے دستوں کو مضبوط کیا۔ جو کہ مملکت برطانیہ کے صدر جہ وفادار تھے۔ اور ان علاقوں میں اسلام کو جدید تقاضوں سے ہم کنار کرتے رہے[1] (اردو ترجمہ)

ایشیا اور افریقہ میں جہاں جہاں برطانوی نو آبادیات تھیں وہیں قادیانیوں نے اپنے مشن قائم کئے اور برطانوی حکام نے ان کی بھرپور مدد کی۔ بیرون ملک کے مسلمان اب بھی اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ قادیانی مشن انہی علاقوں میں کیوں ہیں جہاں انگریز کا نو آبادیاتی پرچم لہرایا کرتا تھا۔ فرانسیسیوں یا دوسرے علاقوں میں کیوں نہیں؟ (تذکرہ افریقہ از بریگیڈیر گلزار احمد ص ۲۰) ان نو آبادیات میں قادیانیوں کی سرپرستی کا جو عالم تھا اس کا اجمالی ذکر "اسلام ان افریقہ" کے مصنف جے سپنسر ٹرمنگھم کے الفاظ میں سنیئے:۔

"احمدیہ مشنری مرزا مبارک احمد کے زیر قیادت ۱۹۳۴ء میں ممباسہ پہنچا۔ ساحل کی فضا کو اپنے پروپیگنڈے کے لئے انتہائی ناموزوں پا کر انہوں نے اگلے ٹبورہ میں اپنا مرکز بنایا۔ ۱۹۳۷ء میں ٹبورہ میں ایک سکول قائم ہو گیا۔ اور ۱۹۴۰ء میں (انگریز کی نو آبادیاتی حکومت) نے گرانٹ دینی شروع کی لیکن اب آبادی پر یہ بھید کھل چکا تھا کہ یہ لوگ شریعت اسلامی سے منحرف ہو چکے ہیں اس نے ان کی سرگرمیوں کی زبردست مزاحمت کی۔ یہاں تک کہ انہیں اپنا سکول بند کرنا پڑا"[2] (ص ۱۰۹)

---

[1] کیمبرج ہسٹری آف اسلام صـ ۲۰۰

[2] ہفت روزہ [illegible] لاہور۔ جولائی ۱۹۷۴ء مقالہ سیاست کی عظیم مذہبی تنظیم۔ از آباد شاہ پوری

جنگ عظیم دوم اور قادیانی تخریب کار

ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم دوم چھڑ گئی۔ جرمنی کی نازی حکومت یہودیوں کو ملک سے نکالنے کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا تھی۔ صیہونیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جرمن یہود کو فلسطین میں بسانے کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا۔ سابق وزیر اعظم اسرائیل لیوی اشکول جرمنی جاتا اور بعض نازی افسروں سے ساز باز کر کے یہودیوں کو نکال لاتا۔ یہودی مصنفین ڈیوڈ اینڈ کمش (David Kimche) اپنی کتاب خفیہ راہوں (Secret Roads) میں انکشاف کرتے ہیں کہ یہودی وفود جرمنی میں یہودیوں کو بچانے کے لئے نہیں جاتے تھے بلکہ وہ ان نوجوانوں اور عورتوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے جو فلسطین جانے پر آمادہ ہوں اور فلسطین میں یہود کی جدوجہد اور معرکہ آرائیوں میں ان کی مدد کریں اور انہیں قیادت مہیا کرنے کے اہل ہوں۔[1]

فلسطین میں دہشت پسند یہودی تنظیمیں ہگانہ اور سٹرن نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔[2] جنگ کے آغاز ہی میں ان کی سرگرمیاں بام عروج کو پہنچ گئیں۔ یہودی ایجنسی کی مجلس عاملہ نے برطانیہ پر دباؤ ڈالا کہ ایک خالص یہودی فوج تیار کرے جس کا الگ جھنڈا ہو۔[3] یاد رہے اسی زمانے میں مرزا محمود نے نیم فوجی قادیانی تنظیم نیشنل لیگ کو منظم کیا۔ جس کا جھنڈا "لوائے احمدیت" تھا۔ یہودی چاہتے تھے کہ وہ اپنی الگ بٹالین تیار کر کے برطانیہ کی طرف سے لڑیں۔ اس کے برعکس عربوں کی اکثریت انگریز اور اس کے اتحادیوں کی سخت مخالف اور محوری طاقتوں کی حامی تھی۔ جو عرب انگریزی فوج میں بھرتی تھے ان کی بڑی تعداد اسلحہ، رائفلیں اور دیگر سامان لے کر فرار ہوتی رہی اور اکثر

۱؎ ڈیوڈ اینڈ کمش، خفیہ راہیں ۲؎ ایم ضیاء الدین، ہگانہ، نیویارک ۱۹۷۰ء ۳؎ پڈکس، اے ہسٹری آف پلسٹائن، ص ۳۳۳

مواقع پر متحد ہو کر انگریزی فوج کے خلاف صف آرائی ہوئی۔ یہودیوں نے ۱۲ ہزار سے زائد آدمی فوج میں بھرتی کرائے۔ جنگ کی افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے فلسطین پر گرفت مضبوط کر لی۔ برطانوی انتظامیہ کی کمزوریوں سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا۔ جیوش ایجنسی نے جنگ کے آخری سالوں میں ہگانہ کے پانچ ہزار رضاکار دستوں کی مدد سے ایک متوازی شیڈو گورنمنٹ قائم کر لی۔

قادیانی خدمات

جنگ عظیم کے آغاز سے ہی جہاد کی مخالف برطانوی صیہونی آلہ کار جماعت احمدیہ نے انگریز کو اپنی ہر نوع کی حمایت کا یقین دلایا۔ جنگ عظیم اول کی طرح کئی قادیانی برطانوی کمپنیوں کے ساتھ جاسوسی اور خفیہ خبر رسانی کے لئے تعینات کر دئیے گئے۔ کچھ مبلغوں کے بھیس میں اتحادیوں کے مخالف ممالک اور کمیونسٹ علاقوں میں چلے گئے۔ تاریخ احمدیت کے مؤلف لکھتے ہیں کہ مرزا شریف احمد نے ہندوستان کے طول و عرض سے بھرتی کے لئے قادیانیوں کو جمع کیا اور جنگی اغراض کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔ ۱۲ ہزار آدمیوں کی بھرتی دی گئی۔ جن کا سالانہ چندہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ گیا[1] مؤلف مذکور رقم طراز ہے کہ احمدی سپاہیوں نے اندرون اور ملک کے باہر مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں فرض شناسی، شجاعت اور بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ اس ضمن میں انہیں ہانگ کانگ وغیرہ علاقوں میں ہندوستانی فوجیوں کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اور جاپان کی قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلنا پڑیں[2] بابو سبھاش چندر بوس کی آئی این اے کے خلاف قادیانی سازشوں کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

سیاسی جوڑ توڑ کا مرکز

جنگ عظیم کے ایک سال بعد (۱۹۴۰ء) قادیان میں جو سیاسی جوڑ توڑ جاری تھا اور سامراج کے لئے جو خدمات انجام دی جا رہی تھیں لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح لاہور نے ان پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا۔

قادیانی جماعت کی ترقی اور قادیان کی موجودہ شان و شوکت کی حقیقت ہمیں خوب اچھی طرح معلوم ہے ۔۔۔۔ اس میں شک نہیں قادیانی جماعت تعداد کے لحاظ سے بہت ترقی کر رہی ہے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد نہم ص ۳۴۱۔ [2] تاریخ احمدیت جلد نہم ص ۳۴۲

اوراس کی تنظیم کا غلغلہ بہت بلند کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس ترقی و تنظیم کی حیثیت ہمارے نزدیک کیا ہو سکتی ہے جب کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کثرت تعداد کے باوجود قادیانی جماعت خدمت دین اور اشاعت قرآن کی سعادت سے روز بروز محروم اور دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی بجائے سیاسیات کا شوق ترقی کر رہا ہے۔ خدمت دین کے جنون اور شوق کی بجائے اس جماعت کو سیاسی فتنوں اور الجھنوں نے پوری طاقت سے جکڑ لیا ہے۔ قادیان کی شان و شوکت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں قصر خلافت کی عمارت کھڑی کر لی گئی ہے جناب خلیفہ صاحب اور دوسرے لوگوں کی شاندار کوٹھیاں تعمیر ہو گئی ہیں۔ اس کی آبادی بڑھ گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جناب خلیفہ صاحب اور ان کے مصاحبوں کی افسوسناک روش کی بدولت اس کی نیک شہرت برباد ہو رہی ہے اس بستی کے ماحول پر روحانی پاکیزگی اور اسلامی سادگی کی بجائے قادیانی نظام حکومت کا نوابی تشدد مسلط ہے۔ اب قادیان میں تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے وسائل اور طریقوں کی بجائے سیاسی جوڑ توڑ اور مقدمہ بازی کی سکیمیں سوچی جاتی ہیں۔ اس شان و شوکت اور ان سر بفلک عمارتوں کو کیا کیا جائے جن میں غلبہ اسلام کے کسی کام کے لئے کوئی جگہ نہیں"۔[1]

مفتیٔ اعظم کے خلاف جاسوسی

جنگ عظیم دوم کے دوران ۱۹۴۱ء میں محوری طاقتوں کا دباؤ مشرق وسطیٰ کی طرف بڑھ گیا تھا جرمن افواج جنرل رومیل کی زیر کمان ۲۱ جون ۱۹۴۱ء کو طبروق کے قلعہ پر برطانوی افواج کو شکست فاش دے کر مصر کے اندر العالمین تک پہنچ گئیں۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں عربوں نے زیادہ تر محوری طاقتوں (جرمنی۔ اٹلی وغیرہ) کا ساتھ دیا۔ اور برطانیہ اور اس کے حلیفوں کی مخالفت کی۔ مفتیٔ اعظم فلسطین لبنان میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے اور وہاں سے فلسطین کی آزادی کی جدوجہد کی قیادت فرما رہے تھے۔ برطانیہ نے فرانس پر دباؤ ڈالا کہ وہ مفتیٔ اعظم کو ان کے حوالے کر دے کیونکہ ان کی سرگرمیاں جنگ کے ایام میں تشویشناک حد تک بڑھ گئی ہیں۔ فرانس اس بات پر رضامند ہو گیا۔ کہ وہ آپ کو اپنے زیر انتداب علاقے لبنان سے گرفتار کر کے انگریز

---

[1] پیغام صلح لاہور ۱۰۔ نومبر ۱۹۴۰ء

کے حوالے کر دے۔ مفتی اعظمؒ کو کسی طرح سے یہ خبر پہنچ گئی۔ آپ فرانسیسی حکام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر عراق پہنچ گئے۔ عراق کا وزیر اعظم نوری السعید انگریز کا حامی تھا۔ اس لئے بظاہر تو آپ کو خوش آمدید کہا۔ لیکن دل ہی دل میں بہت گھبرایا۔ البتہ عراق کے فوجی کمانڈر رشید الگیلانی انگریز کے سخت دشمن تھے۔ مفتی اعظمؒ سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ آپ نے جنگ کے ایام میں عراق میں فلسطینی مجاہدین کی عسکری تربیت کا انتظام کیا اور انہیں ایک خاص زبردست فوجی دستے میں تبدیل کر دیا۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں رشید گیلانی نے عراقی حکومت کا تختہ الٹ کر برطانوی سامراج کے اقتدار و تسلط کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اس واقعے سے برطانیہ کو سخت تشویش لاحق ہوئی۔ اس نے فوراً اپنی فوج کی ایک خاصی تعداد سے عراق پر حملہ بول دیا۔ قادیانی مفتی اعظمؒ کے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے تھے۔ عراق کا قادیانی مشن جنگ کے دوران پوری مستعدی کے ساتھ اتحادیوں کے لئے کام کر رہا تھا۔ مفتی اعظمؒ نے جب رشید الگیلانی کی حمایت کا اعلان کیا تو برطانوی آلہ کاروں نے ان کے خلاف وہ طوفانِ بدتمیزی اٹھایا جس کی مثال ملنی مشکل ہے شام میں منیر الحصنی اور فلسطین میں چوہدری شریف نے برطانیہ نواز عرب پریس میں مفتی اعظمؒ کے خلاف مہم چلائی۔ ہندوستان میں قادیانی پرچوں نے بڑے محتاط انداز میں مفتی اعظم اور رشید گیلانی کے خلاف سب و شتم اور کردار کشی کی تحریک جاری رکھی۔ مرزا محمود نے آل انڈیا ریڈیو سے اس موضوع پر ایک تقریر کی اور مقدس مقامات مکہ مدینہ کے تحفظ کی آڑ لے کر اتحادیوں کی مخالف عرب ممالک کی باغیانہ سرگرمیوں اور تحریکوں کی مذمت کی اور ان کی روک تھام پر زور دیا۔[2]

۳۱ مئی ۱۹۴۱ء کو بغداد نے ہتھیار ڈال دئے۔

اندرون عراق انگریز مفتی اعظم کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے لئے باؤلا ہو رہا تھا۔ قادیانی، صیہونی اور برطانوی انٹیلی جنس سائے کی طرح آپ کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ اور ہر طرح سے

لہ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں سامی ہدادی کی تصنیف "ہیٹ اردوست" نیویارک ۱۹۶۷ء

ٹہ تاریخ احمدیت جلد نہم صہ ۲۲۶

آپ کو زک پہنچانا چاہتی تھی۔ مفتی اعظم اپنی یادیں اور تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انگریز کے جاسوس اور مخبران کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ جو ان کی ہر ایک بات اور نقل و حرکت پر مکمل نظر رکھتے تھے۔ عراق کی وزارت داخلہ میں برطانوی مشیر ایڈمانس ہے ---- ۸۸) آپ کو اچک لے جانے کی سازش کر رہا تھا۔ یہودی دہشت پسند تنظیم ارگون کے رضاکار دستہ کا کمانڈر رازیل خاص طور پر اغوا کی نیت سے عراق آیا[1]۔ لیکن آپ ۱۹۴۱ء کے اواخر میں ایران چلے گئے۔ ایران میں برطانوی روسی اثرات بڑھنے لگے تو افغانستان کی حکومت نے ایران میں مقیم اپنے سفیر کی معرفت کابل میں قیام کی دعوت دی۔ افغانستان کے وزیر خارجہ فیض محمد خان سے آپ کی پرانی دوستی تھی۔ یوں بھی مفتی اعظمؒ افغانوں کے جذبۂ جہاد و حریت کے بڑے مداح تھے۔

افغانستان میں قیام کے زمانے میں آپ نے فیض محمد خان کے کہنے پر افغانستان اور عراق اور افغانستان اور مصر کے باہمی سفارتی تعلقات استوار کرائے۔ افغانستان میں مرزا محمود نے قادیانی انٹیلی جنس کو مفتی اعظم کے پیچھے لگا دیا۔ اور کابل کے برطانوی سفارت خانے میں ملازم ایک قادیانی آپ کی گرفتاری کے لئے سازش کرنے لگا۔ زین العابدین ولی اللہ شاہ اور اللہ دتہ جالندھری نے اس مہم کو بڑی سرگرمی سے جاری کیا۔ محمد یوسف پشاوری امیر جماعت سرحد کو اس کا نگران مقرر کیا گیا مفتی اعظم نے اس قادیانی سازش کے بارے میں خود بھی انکشاف فرمایا ہے۔ جب آپ کو پوری طرح سے معلوم ہو گیا کہ ایک ہندی الاصل قادیانی برطانوی سامراج کے اشارے پر آپ کو پکڑنے اور ہندوستان میں قید کرانے کے لئے کام کر رہا ہے[2] جو افغانستان کے برطانوی سفارت خانے میں ملازم ہے تو آپ نے قادیانی سازش کے باعث بادل نخواستہ افغانستان کو چھوڑا اور استنبول تشریف لے گئے۔ اور پھر صوفیہ، بلغاریہ، رومانیہ اور ہنگری ہوتے ہوئے اٹلی پہنچے۔ اٹلی میں مسولینی نے آپ کا استقبال کیا۔

سر ظفر اللہ کی لندن میں تقریر

۱۹۴۲ء میں امریکی سینیٹ کے ۶۳ ممبروں اور کانگرس

---

[1] اردو ڈائجسٹ لاہور، نومبر ۱۹۷۰ء، یادیں اور تاثرات، مفتی اعظمؒ فلسطین ص ۷۱

[2] سیارہ ڈائجسٹ لاہور۔ نومبر ۱۹۷۰ء

کے ۱۸۱۱ اراکین نے امریکہ کے صدر روزویلٹ سے ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ آزاد یہودی ریاست قائم کرنے کے لئے برطانیہ پر دباؤ ڈالا جائے۔ مئی ۱۹۴۲ء میں امریکی صیہونیوں نے بلٹ مور پروگرام تیار کیا جس کی رُو سے طے پایا کہ برطانیہ جنگ عظیم کے خاتمے پر فلسطین میں آزاد یہودی ریاست کے قیام کا اعلان کرے۔ ادھر فلسطین میں صیہونی دہشت پسندوں اور ہگانہ، ارگون اور سٹرن کے نیم فوجی دستوں نے برطانوی انتظامیہ کو بری طرح سے مفلوج کر دیا۔ کئی سڑکیں اڑا دیں۔ ریلوے کا انتظام درہم برہم کر دیا۔ تیل صاف کرنے کے کارخانوں پر حملے کئے گئے۔ اور بہت سے عربوں کو قتل کر کے ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ جنگ کے دوران کئی یہودی کمپنیوں کے پاس اسلحہ تیار کرنے کے کارخانے تھے۔ یہودی تاجروں نے لاکھوں روپیہ کی مالیت کا جنگی سامان اور اسلحہ صیہونی دستوں کو مہیا کیا[1] تاکہ وہ عربوں کے قتل عام میں بھرپور حصہ لے سکیں۔ ۱۹۴۲ء میں سر ظفر اللہ نے لندن میں فلسطین کے مسئلے پر رائل انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز کے زیر اہتمام چیتھم ہاؤس[2] میں ایک تقریر کی۔ آپ نے فلسطینی فرینڈشپ کمیٹی کے صدر لارڈ لٹن کے اس خیال کی تردید کی کہ صیہونیوں اور عربوں میں سمجھوتے کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک مقولہ کو دہرایا جو عیسائی مذہب میں میاں بیوی کی علیحدگی بذریعہ طلاق کے خلاف تھا۔ یعنی "وہ جنہیں خدا نے اکٹھا کر دیا ہے انہیں کوئی آدمی الگ نہ کرے"۔ آپ نے اس میں تبدیلی کر کے کہا کہ فلسطین میں جو صورت پیدا ہو گئی ہے اس کا صحیح نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ "جن کو خدا نے الگ الگ کر دیا ہے انہیں کوئی آدمی اکٹھا نہ کرے"۔ آپ لکھتے ہیں کہ ان الفاظ سے ہال قہقہوں سے گونج اٹھا اور اس موضوع پر سنجیدہ بحث کا امکان ہی نہ رہا[3]

تبلیغی گھاتیں

عرب ممالک میں سامراج کے خلاف بغاوتوں نے برطانیہ کو چوکنا کر دیا تھا۔ اس بات کا بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر محوری طاقتوں نے یونان فتح کر لیا تو وہ ترکی پر حملہ کر دیں گی۔ اور شام پر جرمن قابض ہے تو ترکی محصور ہو جائے گا۔ چنانچہ ۸ جون کو شام اور لبنان پر برطانوی افواج نے حملہ کر دیا گو کہ ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء کو ایک معاہدہ طے پا گیا۔ لیکن ان

---

[1] نکل آرادوی سیچویشن ان اسرائیل ص ۲۳ [2] پارکس [3] تحدیث نعمت ص ۴۰۱

...واقعات کے بعد اتحادیوں کو مشرق وسطیٰ پر پہلے سے کہیں زیادہ توجہ مرکوز کرنا پڑی۔ جرمنی نے جب روس پر حملہ کیا تو جنگی سامان پہلے حیفا (فلسطین) کی بندرگاہ پر آنے لگا۔ جہاں سے صحرا کے راستے بغداد اور پھر ایران بھیجا جاتا[1]۔ اس سامان کی حفاظت اشد ضروری تھی۔ اس لئے اتحادیوں نے فلسطین اور مشرق وسطیٰ میں اپنے جاسوسوں کا ایک جال بچھا دیا جو جنگی سامان کی ترسیل پر نگاہ رکھتے تھے۔

فلسطین میں قادیانی مبلغ چوہدری شریف نے صیہونی دہشت پسندوں اور قادیانی رضاکاروں کے دستے تیار کئے جو اتحادیوں کے لئے کام کرتے تھے وہ فلسطین کے طول و عرض میں دورے کرتے اور جہاں ضرورت پڑتی اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے۔ ان ایام میں چوہدری شریف نے قادیان جو رپورٹ ارسال کی اس سے قادیانی سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"ماہ مئی میں حسب ہدایت نظارت دعوۃ و تبلیغ غیر مسلموں میں یوم تبلیغ منایا گیا۔ اس روز احباب کبابیر و حیفا کے حسب سابق وفود بنائے گئے۔ اور فلسطین کے مندرجہ ذیل مشہور مقامات ناصرہ یافا تل ابیب۔ بیت المقدس۔ بیت اللحم۔ خلیل۔ حیفا۔ لد۔ کفر کنا میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور اس موقع پر سات ہزار کے قریب مختلف اشتہارات و کتب تقسیم کیں۔..... جبل زیتون پر بھی وفات مسیح کے متعلق ایک اجتماع میں گفتگو کی گئی ...... اگرچہ ایک غنڈے (حریت پسند فلسطینی مولف) نے وہاں شرارت کرنی چاہی مگر الحمد للہ کہ وہ اپنے مکر میں کامیاب نہ ہو سکا۔

آتے وقت خاکسار نے نابلس میں بھی قیام کیا اور دعوت حق پہنچائی۔ وہاں پر حال ہی میں دو نوجوانوں نے بیعت کی ہے انہوں نے خاکسار کی دعوت اور اپنے دیگر اعزہ کو پیغام حق پہنچایا۔ اہالی نابلس کی ذہنیت عجیب واقع ہوئی ہے۔ ثورہ میں فتنہ پردازی کا یہی شہر اور اس کے نواحی دیہات مرکزی نقطہ تھے خاکسار کے آنے جانے کے بعد وہاں کے علماء کی طرف سے احمدی احباب کو قتل وغیرہ کی دھمکیاں دی گئیں اور اب بھی ان کی مخالفت زوروں پر ہے اللہ تعالیٰ ہمارے احمدی احباب کا حافظ و ناصر ہو اور ان کو ہر قسم کے مکروہات سے محفوظ رکھے۔ الغرض

---

[1] ورلڈ ہسٹری زیر لفظ سیکنڈ ورلڈ وار

یہ سفر خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے بہتر رہا۔[1]

سر ظفر اللہ کا دورۂ فلسطین

۱۹۴۲ء میں جنگ کا پانسہ اتحادیوں کے حق میں پلٹ گیا۔ مصر کے قریب العالمین میں برطانوی فوجوں نے جرمن حملہ پسپا کر دیا گیا۔ شمالی افریقہ میں امریکی افواج آگئیں۔ مرزا محمود کی وحی کے مجموعے البشرات کے مطالعے سے جنگ کے زمانے میں قادیانیوں کے طرزِ عمل ان کی دعاؤں اور برطانیہ کی فتح کی پیش گوئیوں کے بڑے دلچسپ واقعات کا انکشاف ہوتا ہے۔[2] جنگ کے خاتمہ پر امریکہ نے مشرقِ وسطیٰ میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے یہودی مسئلہ کے حل کے لئے تگ و دو تیز کر دی۔ اور برطانوی حکومت کو جو مالی ابتری کا شکار اور اس کی رہینِ منت تھی مجبور کیا کہ وہ یہودی ریاست کے قیام پر سنجیدگی سے غور کرے۔ ویسے بھی یہودی عملی طور پر فلسطین میں اقتدار جمانے کی راہ ہموار کر چکے تھے۔ اور انتدابی حکومت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بلکہ ان انگریز افسروں کو عبرت ناک سزائیں دیتے تھے جو ان کی راہ میں حائل ہونے کی جسارت کرتے۔

ان پر آشوب ایام میں سر ظفر اللہ نے فلسطین کا رخ کیا۔ آپ قاہرہ اور بیروت سے ہوتے ہوئے دمشق پہنچے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ شام کے مبلغ کے عزیز منیر الدین الحصنی تھے۔ دمشق میں آپ نے بدنام زمانہ قادیانی شیخ عبدالقادر مغربی سے ملاقات کر کے بعض سیاسی مسائل پر بات چیت کی۔ اور پھر الحصنی خاندان کے دوسرے افراد کو ساتھ لے کر فلسطین پہنچے۔ جبل کرمل اور کبابیر میں قادیانی مبلغ اور ان کے ورکروں سے ملاقاتیں کیں۔ اور فلسطین کی سیاسی صورت حال کا جائزہ لیا اس کے بعد صیہونی یہود کی نمائندہ جماعت جیوش ایجنسی کے سربراہ ڈاکٹر کوہن سے طویل مذاکرات کئے۔ اور اس تاثر کا اظہار کیا کہ اسرائیلی سرگرمیوں کے نتیجے میں عربوں کو آخر کار پسپائی ہوگی۔ اس دورہ کے حالات سر ظفر اللہ کے قلم سے ملاحظہ ہوں اپنی سوانح تحدیث نعمت میں لکھتے ہیں:

کبابیر سے مغرب کی طرف سمندر ہی سمندر نظر آتا ہے۔ درمیان میں پہاڑ کی گولائی کی وجہ سے حیفا کا شہر نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ مسجد احمدیہ میں جو قطعات آویزاں ہیں ان میں سے دو پر حضرت

---

[1] تاریخ احمدیت جلد نہم صہ ۲۹۲ [2] البشرات ربوہ صہ ۲۲۵

مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الہامات درج ہیں۔

"یدعون لک ابدال الشام۔ اور میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

اس مسجد کا جائے وقوع زبانِ حال سے اس الہام کی تصدیق کرتا ہے۔

کبابیر سے ہم یروشلم گئے۔ ایڈن ہوٹل میں قیام ہوا۔ السید محی الدین الحسنی دو تین عرب زعماء کو مجھ سے ملنے کے لئے ایڈن ہوٹل لائے۔ ان حضرات نے مشورہ دیا کہ میں اپنا قیام ولا روز میری (Villa Rose Mary) میں جو ایک عرب ہوٹل ہے منتقل کروں۔ کیا ایڈن ہوٹل میں آزادی سے بات چیت نہ ہو سکے گی۔ اور ولا روز میری میں ہمارے لوگ بلا تکلف تمہیں مل سکیں گے اور آزادی سے بات چیت کر سکیں گے۔ چنانچہ میں ولا روز میری میں منتقل ہو گیا۔ تین دن وہاں ٹھہرا۔ اس طرح زعماء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اور مسئلہ فلسطین کے مختلف پہلوؤں کے متعلق عرب نقطۂ نگاہ سے واقفیت ہوئی۔ عرب اداروں کے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ عرب نقطۂ نگاہ کو تفصیلی اور واضح طور پر مسٹر ہنری کیتان نے بیان کیا۔ جو فلسطین کے وکلاء میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ بعد میں بھی بیروت اور دمشق میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ کبابیر سے یروشلم آتے ہوئے راستے میں کچھ یہودی بستیاں پڑتی تھیں۔ ان کو بھی دیکھا۔ یروشلم میں یہودی ادارے بھی دیکھے۔ یروشلم سے کوئی پندرہ میل کے فاصلے پر ایک روسی اشتراکی بستی تھی۔ اس کے دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ یہودی ایجنسی کے ڈاکٹر کوہن سے بھی ملاقات اور تبادلہ خیالات ہوا۔ اسرائیلی سرگرمیوں کو دیکھ کر میرا تاثر یہ تھا کہ جس سرعت سے یہ لوگ اپنے پاؤں جما رہے ہیں اس کا نتیجہ عربوں کی پسپائی ہو گا۔[1]

اینگلو امریکن کمیٹی

۱۹۴۵ء میں برطانیہ کی لیبر حکومت پر امریکی صدر ٹرومین نے مسلسل زور دیا کہ وہ یہودی مسئلے کو حل کرے۔ کیونکہ نازی پارٹی کے یہود کے قتل عام اور جرمنی سے ان کے اخراج کے بعد یہ سوال نازک صورت اختیار کر گیا ہے۔ جس کا جلد تصفیہ ہونا چاہئے برطانوی وزیر اعظم ایٹلی نے امریکہ کے تعاون سے ایک کمیٹی کی تشکیل پر اتفاق کر لیا[2] تاکہ اس مسئلے کا جائزہ لینے کے بعد یہودی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔[3] فلسطینی مسلمانوں کی تحریک آزادی

---

[1] تحدیث نعمت، ۵۰۸ [2] یو این او، ص ۴۲

کو صیہونی غنڈوں نے مفلوج کر دیا تھا کیونکہ وہ انتہائی نامساعد حالات اور بے سروسامانی کا شکار تھے۔ عرب لیگ وقتاً فوقتاً ان کے حق میں آواز اٹھا رہی تھی۔ اینگلو امریکی کمیٹی کے قیام کی سازش کے موقع پر عرب لیگ کی کمیٹی نے فلسطینیوں کی جدوجہد آزادی کی مکمل حمایت اور فلسطین کو آزاد عرب ریاست کا درجہ دینے کا مطالبہ کیا اور حکومت برطانیہ کے ترکی کے ساتھ کئے گئے معاہدہ لوزان (۱۹۲۳ء) کو بنیاد بنایا گیا[1] کمیٹی نے فلسطین کی کالعدم عرب ہائر کمیٹی کے عرب لیگ کے تحت از سر نو احیاء کا اعلان کیا اور اس کی صدارت کی کرسی مفتی اعظم کے لئے خالی رکھی۔ جو اس وقت فرانس کی قید میں تھے۔

خفیہ دستاویزات

جنوری ۱۹۷۷ء کے اوائل میں برطانیہ نے ۳۰ سالہ پرانی سرکاری دستاویزات کو اپنی روایت کے مطابق پبلک ریکارڈ آفس لندن کے حوالے کر دیا۔ یہ دستاویزات ۱۹۴۶ء کی اٹیلی حکومت کے خفیہ وزارتی مشاورات و مذاکرات پر مشتمل ہیں۔ البتہ تیس سال پہلے کی بعض خفیہ دستاویزات جن کا تعلق فلسطین میں برطانوی انتداب اور اینگلو امریکن اور اینگلو صیہونی روابط سے ہے۔ ابھی تک منظر عام پر نہیں آئیں اور انہیں بدستور حساس قرار دے کر آئندہ بیس سالوں کے لئے صیغہ راز میں رکھ دیا گیا ہے۔ جو ریکارڈ منظر عام پر آیا ہے اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنی سے فرار ہونے والے متمول یہودی خاندانوں کی کثیر تعداد امریکہ میں آباد ہو گئی تھی۔ امریکہ کے یہودی مملکت کی تشکیل کے حامی اور مؤید ہونے میں ان کے دباؤ کو خاصا دخل تھا۔ برطانیہ اپنے جنگ کے حلیف امریکہ کو اپنی معاشی کمزوریوں کے باعث ناراض کرنے کی پوزیشن میں نہ تھا[2]

دراصل ۱۹۴۶ء ہی وہ سال ہے جب امریکہ برطانیہ اور ان کے حلیف ممالک نے وہ تمام اقدامات مکمل کئے جو برطانوی انتداب کے خاتمے اور صیہونی ریاست اسرائیل کی تشکیل کا موجب بنے۔ اگر برطانیہ اس سلسلے کی ساری دستاویزات سامنے لے آتا تو صیہونی تاریخ اور قادیانی روابط کے کئی گوشوں کی نقاب کشائی ہو جاتی۔

---

[1] پارکس، اے ہسٹری آف فلسطین [2] نوائے وقت لاہور ۱۵ جنوری ۱۹۷۷ء

قادیانی میمورنڈم

نومبر ۱۹۴۵ء میں کمیٹی نے فلسطین میں کام شروع کیا۔ اس کے چھ امریکی اور چھ برطانوی ممبر تھے۔ کمیٹی کے کام شروع کرنے سے تھوڑا عرصہ قبل مرزا محمود احمد نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ایک قادیانی شیخ نور احمد منیر کو فلسطین بھجوا دیا[1] تاکہ چوہدری شریف کا ہاتھ بٹا سکے۔ قادیانیوں نے کمیٹی کے ممبران سے ملاقاتیں کیں اور جماعت کے سیاسی حقوق کے تحفظ کے بارے میں میمورنڈم پیش کئے۔ کمیٹی کے دو ممبر قادیانیوں کے پرانے بہی خواہ تھے۔ ان میں ایک برطانیہ کے ممبر ایم۔ پی۔ رچرڈ کراس مین اور دوسرے اٹلی میں مقیم امریکہ کے سابق سفیر ولیم فلپ تھے چوہدری شریف اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے کمیٹی کے پریذیڈنٹوں کو مرزا محمود احمد کا وہ خطبہ پیش کیا جس میں آپ نے انگلستان اور ہندوستان کو صلح و آتحاد کی دعوت دی تھی۔ یہ خطبہ انہوں نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو دیا تھا[2] اس موقع پر مبلغ موصوف نے ایک رسالہ آیۃ من آیات ربنا الکبریٰ شائع کیا جو مرزا محمود کی ان پیش گوئیوں پر مشتمل تھا جو انہوں نے اتحادیوں کی فتح کے لئے کی تھیں۔ آپ کی تالیف تحفہ شاہزادہ ویلز (۱۹۲۱ء) کا ترجمہ بھی شائع کیا گیا۔ یاد رہے شاہزادہ ویلز (ڈیوک آف ونڈسر) دسمبر ۱۹۲۱ء میں ہندوستان آئے۔ مرزا محمود نے ان کی آمد کی خوشی میں ۳۲۲۰۱ قادیانیوں سے ایک ایک آنہ چندہ لے کر یہ کتاب تالیف کرکے طبع کرائی اور ان کو پیش کی۔ اس میں اظہار وفاداری اور ان خدمات جلیلہ کا تذکرہ ہے جو قادیانی جماعت نے سامراج کے لئے ادا کیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ پرنس آف ویلز عرب ممالک میں برطانوی سیاسی حکمت عملی کے نتائج پر غور کرنے اور اردن کے شاہ عبداللہ سے اتحادیوں کی منشا کے مطابق معاہدات طے کرنے ہندوستان ہو کر مشرق وسطیٰ گئے تھے۔

اینگلو امریکی رپورٹ

۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو امریکی برطانوی رپورٹ منظر عام پر آئی۔ اس میں سفارش کی گئی تھی کہ فلسطین میں برطانوی انتداب برقرار رکھا جائے اور ایک ایسی آزاد ریاست تشکیل دی جائے جو صوبائی خود مختاری کی حامل ہو۔ اس

---

[1] تاریخ احمدیت جلد نہم صہ ۵۰۴

[2] الفضل قادیان، ۱۱ جون ۱۹۴۶ء

کے علاوہ ایک لاکھ یہود کے فلسطین میں داخلے اور ان کے زمین خریدنے کے حق کو تسلیم کیا گیا تھا۔[1]
عربوں نے اسے مسترد کر دیا اور سول نافرمانی کی تحریک چلائی۔ ہندوستان کے مسلم زعماء نے بھی رپورٹ کی مذمت کی۔

الفضل قادیان نے رپورٹ کی سفارشات پر ایک اداریہ تحریر کیا۔ اس میں برطانیہ کو مخلصانہ مشورہ دیا گیا کہ یہود کو زبردستی فلسطین میں بسانے کے مضمرات پر غور کرے ورنہ اس کا یہ اقدام بقول الفضل:۔

"مسلمانوں کے لئے ایک چنگاری ثابت ہوگی۔ اور ہر طرف سے اسے ہوا دینے والے کھڑے ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ اس طرح جو شعلے بلند ہوں وہ ساری دنیا کو بالکل جھلس کر رکھ دیں اگر امریکہ کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی کوئی پرواہ نہیں تو برطانیہ کو ضرور پرواہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس کے بہت سے مفادات مسلمانوں سے وابستہ ہیں"[2]

امریکی صدر ٹرومین نے یہودی ووٹوں کے حصول کے لئے ایک لاکھ یہود کے فلسطین میں آباد کرنے عمل کو تیز کرنے کی اپیلیں کیں۔ برطانیہ اس سازش میں شریک تھا لیکن نام نہاد غیر جانب داری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ صیہونی لیڈر بن گوریان نے صاف طور پر اعلان کیا کہ برطانیہ یہود کا دشمن نمبر ا ہے۔ اور وہ صیہونی ریاست کے قیام میں پس و پیش کر رہا ہے۔ اس اعلان کے بعد برطانوی افسران پر قاتلانہ حملوں اور دہشت گردی کا سلسلہ تیز کر دیا گیا۔

سیاسی تبلیغ

اینگلو امریکی کمیٹی کو میمورنڈم پیش کرنے کے ساتھ ساتھ قادیانیوں نے تبلیغ کے نام پر تخریب کے عمل کو جاری رکھا۔ تحریک آزادی فلسطین کے اس نازک مرحلے پر قادیانی سرگرمیوں کا اندازہ لگانے کے لئے ہم قادیانی مبلغ محمد شریف کی ایک رپورٹ درج کرتے ہیں جس کے بین السطور ایک تو آپ کو قادیانی تحریک کے خلاف فلسطینی عربوں کے رد عمل کا اظہار ملے گا دوسرے ان کی تخریب کاریوں سے شناسائی ہوگی۔ جو ایک عرصے سے ان کی سیاسی آماجگاہ بن چکا تھا۔ قادیانی مبلغ لکھتے ہیں:۔

---

[1] آر کراسمین: پیلسٹائن ری برتھ۔ لندن ۱۹۶۰ء [2] الفضل قادیان ۶ جولائی ۱۹۴۶ء

بوجہ جنگ حالِ عالم ہیجان ۱۰ اپریل کو یوم التبلیغ منایا گیا۔ اس روز ہمارے احمدی احباب نے بصورت وفود فلسطین کے مندرجہ ذیل شہروں حیفہ۔ ناصرہ۔ عکہ۔ طبریا۔ بیسان۔ شفا عمرو۔ صفد۔ یافا۔ بیت الحم۔ بیت المقدس۔ تل ابیب۔ ترشیحا میں تبلیغ اسلام کی اور پانچ ہزار کے قریب اشتہارات و کتب تقسیم کئے۔ اس دفعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کوئی خاص ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔[1]

اواخر دسمبر میں خاکسار (چوہدری محمد شریف) اور برادرم شیخ نور احمد صاحب بیت المقدس گئے ہیں۔ چار پانچ روز تک برادرم موصوف کا بیت المقدس کے احباب سے تعارف کرا کر ضروری کاموں کی وجہ سے واپس آ گیا۔ برادر عزیز وہاں اور ایک ہفتہ مقیم رہے اور بیت المقدس اور خلیل کے بڑے بڑے عمائد کو سلسلہ کا پیغام پہنچایا جن میں محمد علی الجعبری پریذیڈنٹ خلیل میونسپلٹی، شیخ عبداللہ طہبوب، مفتی خلیل اور جملہ مشائخ صخرہ و مسجد اقصیٰ بیت المقدس اور مسٹر سی ایل سیکینک پروفیسر جیوش یونیورسٹی (جس نے کوئی مرحوم کتبہ متعلقہ صلیب مسیح دریافت کیا ہے) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ خلیل میں ایک دوست السید عبدالرزاق المحتسب باللہ نے آپ کے ذریعہ بیعت بھی کی۔

دوسرا سفر آپ کا عکہ کا تھا جہاں آپ کو ایک ضروری کام کے لئے بھیجا گیا۔ وہاں کے اوباش لوگوں (یعنی مجاہدین آزادی اور مفتی اعظم کے جاں بازوں) نے آپ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر الحمد للہ آپ بخیریت حیفہ پہنچ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو عکہ کے شریروں سے محفوظ رکھا۔[1]

رپورٹ میں آگے کہا گیا ہے کہ بلاد عربیہ کی جماعتوں میں عہدہ داروں کے نئے انتخابات کرائے گئے اور جملہ جماعت ہائے بلاد عربیہ سے باقاعدہ ماہوار رپورٹیں طلب کی جاتی رہیں۔

ظفر اللہ اور شمس کی صیہونیت نوازیاں

سال ۱۹۴۶ء کے وسط سے فلسطین کے سیاسی افق پر جو تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں انہیں صیہونیت کی تاریخ میں اہم مقام حاصل ہے۔ قادیانیوں نے اس نازک مرحلے پر اپنی تمام تر توجہ فلسطین پر مرکوز کر دی۔ اگرچہ ہندوستان میں تحریکِ آزادی آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ لیکن مرزا محمود احمد کے نزدیک

---

۱ الفضل قادیان ۱۴ جون ۱۹۴۰ء

فلسطین کے مسئلہ کو کہیں زیادہ اہمیت حاصل تھی۔

فلسطین میں آزادی کی تحریک اس وقت زور پکڑنے لگی جب مفتی اعظم فلسطین فرانس کی قید سے ڈرامائی طور پر ایک قوم پرست شامی کا بھیس بدل کر قاہرہ پہنچ گئے۔ صیہونی دہشت پسند نئی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اپنی رضاکار تنظیموں اور نیم فوجی دستوں کو منظم کرنے لگے۔ بین الاقوامی سطح پر یہود کے لئے لابی انگ ہو رہی تھی۔ امریکہ برطانوی مدبروں کو اس مسئلے پر اپنا ہم خیال بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا کئی متبادل تجاویز، پلان اور سکیمیں پیش کی جاتی رہیں[1] جن کا مقصد یہودی مفادات کا تحفظ تھا۔ لیکن یہودی آزاد اسرائیلی ریاست سے کم کسی تجویز پر صاد نہ کرتے تھے۔ اور فلسطینی مسلمانوں کو ان کی غالب اکثریت کے باوجود خاطر میں نہ لاتے تھے۔

۱۹۴۶ء کے اواخر میں مشرق وسطیٰ اور عالمی سطح پر جو حالات رونما ہوئے ان کے پس منظر میں قادیانی کردار کا مطالعہ کرنے سے بعض حیرت انگیز انکشافات ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی یہودی ریاست کے قیام میں کس درجہ دلچسپی رکھتے تھے۔ پروگرام کے ابتدائی مرحلے میں مرزا محمود احمد نے لندن مشن میں نئے مبلغ کا تقرر کر کے صیہونیت کے پرانے گماشتے جلال الدین شمس کو مشرق وسطیٰ مشن پر روانہ کیا اور سر ظفر اللہ کو امریکہ بھجوایا[2]۔ جہاں انہوں نے بعض عرب رہنماؤں اور صیہونی اکابر سے بعض سیاسی امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ ۱۵؍ جولائی ۱۹۴۶ء کو رائٹر کی اطلاع کے مطابق شمس کی جگہ لندن میں چوہدری مشتاق احمد باجوہ کو مبلغ مقرر کیا گیا۔ ۲۰؍ جولائی کو شمس کو الوداعی پارٹی دی گئی جس کی صدارت کے فرائض سر ظفر اللہ نے ادا کئے۔ پارٹی میں برطانوی سول سروس کے سابق افسر اور بعض صیہونیت نواز مدبروں نے شرکت کی۔ جن میں سر ایڈورڈ میکلیگن (سابق لفٹیننٹ گورنر پنجاب) مسٹر فرینک بیرن۔ آنریبل ہٹ لائیز۔ ڈیڈ ممبر پارلیمنٹ، لارڈ ڈشلینڈ۔ لیڈی واٹسن، مسٹر فلبی اور روڈری کلٹ کے چار (یہودی) ممبر شامل تھے۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹینکا۔ زیر لفظ زیونزم   [2] الفضل قادیان ۱۸ جولائی ۱۹۴۶ء

[3] الفضل قادیان ۲۲ جولائی ۱۹۴۶ء

ظفر اللہ کی امریکہ میں سرگرمیاں

لندن میں سیاسی پخت و پز کے بعد ۸ اگست ۱۹۴۶ء کو سر ظفر اللہ امریکہ روانہ ہو گئے۔ اور جلال الدین شمس مشرق وسطیٰ کی طرف چل پڑے۔

امریکہ میں قادیانیوں کے کئی مضبوط مراکز تھے جنہیں صیہونی تنظیموں کی پوری حمایت حاصل تھی۔ واشنگٹن، فلاڈلفیا، انڈیاپولس، کلیولینڈ، پٹس برگ، ڈیٹن، بالٹی مور وغیرہ میں قادیانی مبلغ چوہدری خلیل احمد ناصر۔ صوفی مطیع الرحمٰن بنگالی۔ اور مرزا منور احمد اکثر دورے کرتے رہتے تھے اور ان سیاسی اجلاسوں میں شرکت کرتے تھے جو یہود نواز تنظیمیں منعقد کرتی رہتی تھیں۔ تاکہ فلسطین کے یہود کی نام نہاد جدوجہد کو تقویت بہم پہنچائی جائے۔

چوہدری خلیل احمد ماہ اگست کی تبلیغی رپورٹ میں لکھتے ہیں:۔

"فلاڈلفیا میں پہلی دفعہ دورہ کیا گیا اور یہاں کے احباب کی تنظیم کی گئی۔ واشنگٹن میں صوفی صاحب کا سفر مشن کے سلسلے میں بعض ضروری معاملات کی سرانجام دہی کے لئے تھا۔"[1]

سر ظفر اللہ نے امریکہ میں صیہونی تنظیم کے رہنما ڈاکٹر سٹیفن وائز سے ملاقات کی اور امریکہ میں مقیم عرب زعماء سے تبادلۂ خیالات کیا۔ اس دورے کی اصل غرض و غایت نہ تو سر موصوف نے اپنی خود نوشت میں تحریر کی ہے اور نہ ہی الفضل قادیان نے اس کے متعلق کچھ روشنی ڈالی ہے۔ البتہ قادیانی مبلغ چوہدری ناصر کے دورے کی تفصیل جن الفاظ میں بیان کی ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے یہ دورہ فلسطینی مسئلے کے سلسلے میں کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"اس ماہ چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کی آمد جماعت ہائے امریکہ کے لئے بہت مسرت انگیز خبر تھی شکاگو میں آپ ۱۴ اگست کو تشریف لائے...... اسی روز شام ،شام مکر ریسٹوران میں آپ کے اعزاز میں احمدیہ مشن کی طرف سے دعوت کا انتظام کیا گیا جس میں معززین کو بلایا گیا تھا۔ مدعوین میں دو وکلاء پروفیسر اور اخباری نمائندے بھی موجود تھے اور شکاگو کے عرب بھی کافی تعداد میں شریک ہوئے تھے۔"[2]

۱۸ اگست کو شکاگو میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں امریکہ کے کئی علاقوں سے قادیانیوں نے

---

[1] الفضل قادیان، ۲۳ ستمبر ۱۹۴۶ء [2] ایضاً

شرکت کی۔ چار روز امریکہ میں قیام اور سیاسی امور طے کرنے کے بعد ۱۹ اگست کو آپ کینیڈا چلے گئے جہاں سے برطانیہ کے لئے روانہ ہوئے۔

شمس فلسطین میں

شمس کے فلسطین پہنچنے سے کچھ عرصہ قبل مفتی اعظم کے فرانس سے قاہرہ پہنچنے اور فلسطینی مسلمانوں کی تحریک کی رہنمائی کرنے کے نتیجہ میں حالات ایک نیا رخ اختیار کر گئے تھے۔ مجاہدین آزادی کی سرگرمیوں کا بڑا مرکز بیت المقدس تھا اور سید جمال الحسینی کی سربراہی میں رضاکار یہودی دہشت پسندوں سے نبرد آزما تھے۔ شمس نے فلسطین پہنچ کر ان علاقوں کا دورہ کیا۔ اور اپنے آلہ کاروں کو ہدایات دیں۔ الفضل قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو قادیانی مبلغ فلسطین کی رپورٹ سے شمس کی سرگرمیوں کا سراغ ملتا ہے، لکھتے ہیں:-

"مکرم مولوی شمس صاحب ۱۲ اگست کو قاہرہ سے حیفہ تشریف لائے مقامی حالات کے مطابق جماعت حیفا اور کبابیر نے استقبال کیا ۲۰ ستمبر کو مکرم شمس صاحب مکرم چوہدری محمد شریف صاحب فاضل اور خاکسار (شیخ نور احمد منیر) بیت المقدس ایک اہم مقصد کے پیش نظر روانہ ہوئے اس سے قبل عاجز (نور احمد) ایک مہینہ بیت المقدس میں گزار کر اس اہم مقصد کے حالات اور تفصیلات معلوم کر چکا تھا۔ القدس میں مکرم الحاج علم دین صاحب سیالکوٹی نے ہماری رہنمائی کی۔ جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ مولوی صاحب نے یہاں السید عونی عبد الہادی بے سے بھی ملاقات کی اور قضیہ فلسطین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ان کو بعض اہم مشورے دئیے۔"[1]

قادیانی مبلغ شیخ نور احمد آگے لکھتے ہیں کہ حیفہ سے شمس صاحب شام گئے۔ وزیر خارجہ شام سے ملاقات کی۔ عراق کے ایک سابق وزیر اعظم سید سعیدی سے بغداد میں گفتگو کی۔ اور قادیانی تنظیم الجمعیۃ الہندیہ کے افراد سے بعض امور پر تبادلہ خیالات کیا ان واقعات کو مبلغ مذکور کے قلم سے ملاحظہ کریں:-

"۲ اکتوبر کو صبح کے وقت مکرم شمس صاحب السید منیر الحصنی صاحب اور خاکسار دمشق کے لئے روانہ ہوئے۔ حکومت کی وزارت خارجہ سے مجھے (نور احمد) تین مہینے کی تحقیق کے بعد صرف ایک ماہ کے

---

[1] الفضل قادیان ۲۳ ستمبر ۱۹۴۶ء [2] ایضاً [3] الفضل قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء

لئے شام میں ٹھہرنے کی اجازت دی۔ چونکہ اہلِ شام کو حال ہی میں آزادی ملی ہے اور یہاں کے مقامی سیاسی حالات دگرگوں ہیں۔ اس لئے اجنبی آدمی پر خاص نگرانی کی جاتی ہے...... یہاں کئی ایک سیاسی پارٹیاں ہیں جو اپنا کام کر رہی ہیں حال ہی میں تیس جاسوسوں کو گرفتار بھی کیا گیا ہے مکرم شمس صاحب نے مختصر قیام میں وزیراعظم شام اور وزیر خارجہ سے ملاقات کی۔

بغداد کی آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ مکرم شمس صاحب کو سید توفیق سویدی سابق وزیراعظم عراق سے ملاقات کا موقع ملا۔ اور ریجنٹ سموالامیر عبداللہ سے بھی آپ نے ملاقات کی۔ الجمعیۃ الہندیہ نے آپ کے اعزاز میں ٹی پارٹی دی۔[1]

۱۶ راکتوبر کو شام کے قادیانی مبلغ منیر الحصنی کو ساتھ لے کر شمس قادیان کے لئے روانہ ہوئے تاکہ مرزا محمود احمد سے تازہ ہدایات حاصل کر سکیں۔ سر ظفر اللہ کے دورے کی روشنی میں قادیان میں ایک لائحہ عمل زیر غور تھا جسے ان قادیانیوں کی آمد کے بعد حتمی صورت دی گئی اور اس کی تکمیل کے لئے منیر الحصنی کو واپس شام روانہ کیا گیا۔

لاہور پہنچنے پر ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نامہ نگار نے شمس صاحب سے ملاقات کی اور فلسطین کے مسئلہ پر آپ کے تاثرات معلوم کئے۔ آپ نے بتایا کہ اس مسئلے کا حل کنفیڈریشن کے قیام میں مضمر ہے۔ یہ منصوبہ اس سے قبل یہودی لارڈ پریذیڈنٹ آف کونسل مسٹر ماریسن (MORRISON) پیش کر چکے تھے[2] لیکن صیہونی تنظیم نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ شمس صاحب نے یہ گمراہ کن تاثر بھی دیا کہ بقول ان کے "انگریز مسئلہ فلسطین کے بارے میں مسلمانوں کے حق میں نظر آتے ہیں"[3] یہ دعویٰ حقائق کے منہ پر طمانچہ رسید کرنے کے مترادف تھا۔ یہود کی کھلی جارحیت اور سامراج کی شرمناک پیرو دستیوں کے باوصف ایسا بیان ایک فریب کار کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔

شمس اور منیر الحصنی سے ملاقات کے بعد مرزا محمود نے فوراً ایک نئے قادیانی مبلغ رشید احمد چغتائی کو فلسطین روانہ کیا تاکہ صیہونی سازش کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔

۱؎ الفضل قادیان ۲۵ راکتوبر ۱۹۴۶ء ۲؎ جارج لینسی زووسکی، دی مڈل ایسٹ ان ورلڈ افیئرز نیویارک صفحہ ۳۸۵

۳؎ الفضل قادیان ۱۰ راکتوبر ۱۹۴۶ء

روسی امداد کی رویاء

اینگلو امریکن کمیشن کی ناکامی کے بعد برطانیہ نے عرب ریاستوں کے نمائندوں اور یہودیوں کو لندن بلایا۔ تاکہ وہاں وہ کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔ لیکن کوئی تصفیہ نہ ہو سکا بلکہ دونوں فریق ایک دوسرے سے ملنے اور ایک میز پر بیٹھنے کو تیار نہ تھے۔ تاہم وہ ایک بات پر متفق ہو گئے وہ یہ کہ برطانوی افواج فلسطین سے نکل جائیں۔ اور عرب اور یہودی آپس میں نپٹ لیں۔ ادھر امریکہ اور روس دونوں برطانوی انتداب پر بدستور حملے کر رہے تھے۔

مشرقی یورپ کے یہودی، عالمی صیہونی تنظیمیں اور خود روس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز یہودی افسر روسی سربراہ مارشل سٹالن اور کمیونسٹ پارٹی پر مسلسل دباؤ ڈال رہے تھے۔ کہ وہ فلسطین میں آزاد یہودی ریاست کے قیام کے مطالبے کی حمایت کا واضح اعلان کرے۔ مارشل سٹالن بذات خود یہودی تھا اور اس امر کا غالب امکان تھا کہ وہ یہودی مفاد کے خلاف قدم نہیں اٹھائے گا۔

مئی ۱۹۴۷ء میں مرزا محمود نے ایک دلچسپ سیاسی رویاء شائع کیا۔ جس میں یہود کو متوقع روسی امداد کا یقین دلایا گیا تھا اس میں آپ نے یہ اشارہ دیا کہ روس اور برطانیہ میں اتفاق رائے ہو جائے گا جس سے عرب ممالک میں تشویش بڑھ جائے گی۔ برطانوی صیہونی سامراج کے سیاسی کاہن مرزا غلام احمد کے پسر مرزا محمود احمد فرماتے ہیں:۔

"پرسوں یا ترسوں رات کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو بڑے زور کے ساتھ میرے قلب پر یہ مضمون نازل ہو رہا تھا کہ برطانیہ اور روس کے درمیان ایک ماڈی فائیڈ ٹریٹی ([illegible] ہو گئی ہے جس کی وجہ سے مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی ممالک میں بڑی بے چینی اور تشویش پھیل گئی فرمایا ماڈیفائڈ کے معنی ہوتے ہیں سمویا ہوا وسطی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ غالباً بیرونی دباؤ اور بعض خطرات کی وجہ سے برطانیہ مخفی طور پر روس کے ساتھ کوئی ایسا سمجھوتہ کرے گا جس کی وجہ سے روسی دباؤ مشرقِ وسطیٰ پر بڑھ جائے گا اس وقت میرے ذہن میں عراق فلسطین اور شام کے ممالک آئے تھے یعنی ان ممالک کے اندر روس اور انگریزوں کے سمجھوتہ کے نتیجے کی وجہ سے گھبراہٹ اور تشویش پیدا ہو گئی کہ انگریز جو مخفی طور پر روس کی مخالفت کرتے تھے انہوں نے سمجھوتہ اس کے کرنے کا پر کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ جو ہمیشہ روس کے مفاد کے رستے میں حائل رہتے تھے اب بعض سیاسی حالات یا اغراض کے ماتحت اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں گے اور ادھر روس بھی جو بعض قوموں میں برطانیہ اور امریکہ سے جو تعلقات تھے ان کی مخالفت کو ترک کر دے گا۔" یاد رہے کہ ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے ظالمانہ قیام کے موقع پر الفضل لاہور نے اس رویاء کو مرزا محمود کے خدائی ماموراور سچے ملہم ہونے کے ثبوت میں پیش کیا۔

ماخذ: الفضل قادیان ۔۔ ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء

فصل یازدہم

تحریکِ پاکستان اور قادیانی

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم عمل میں آئی اور اسی ماہ کے آخری ہفتہ میں مرزا محمود احمد پاکستان آ گئے تحریکِ پاکستان میں قادیانی کردار کو تفصیل سے بیان کرنا ممکن نہیں البتہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قادیانیوں نے آزادیٔ ہند کے ہر اہم موڑ پر سازش اور غداری کی مسجد کانپور کی شہادت، تحریکِ خلافت، جلیانوالہ باغ کا خونین حادثہ، سائمن کمیشن کی آمد، ہند گول میز کانفرنس، غرضیکہ ہر موقع پر انہوں نے شرمناک سازشیں کیں۔ پہلی گول میز کانفرنس میں سر فضل حسین ممبر وائسرائے کونسل نے سر ظفر اللہ کو محض اس لئے لندن بھجوایا کہ وہ کانگرسی زعماء کی عدم موجودگی میں محمد علی جناح کو دو بدو جواب دے سکے۔ یو۔پی کے گورنر سر میلکم ہیلی کو ۱۰ مئی ۱۹۳۰ء کو ایک خط میں سر فضل حسین نے لکھا۔

"میں نہیں چاہتا کہ کانفرنس میں صرف جناح تقریریں کرے اور اسے کوئی ٹوکنے والا نہ ہو۔ ایسا کوئی آدمی کانفرنس میں ضرور موجود ہو جو جناح کے دو بدو جواب دے اور یہ کہہ سکے کہ جناح کے خیالات ہندوستانی مسلمانوں کے خیالات نہیں ہیں۔ بلاشبہ یہ کام مشکل بھی ہے اور ناگوار بھی۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ اس نمائندے کی جس کے خیالات کی تردید منظور ہے حیثیت بہت بلند ہو۔ مجھے یقین ہے شفاعت احمد اور ظفر اللہ اس فرض کی بجا آوری میں قطعاً دریغ نہیں کریں گے۔ شفیع کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے جناح کی مخالفت میں کچھ کہا تو مبادا اسے ذاتی رقابت پر محمول کیا جائے۔"[1]

پہلی کانفرنس کے بعد قادیانیوں نے مسلم لیگ پر چھاپہ مارا۔ اور ظفر اللہ نے دسمبر ۱۹۳۱ء میں دلی میں ہونے والے اجلاس کی صدارت کا پروانہ حاصل کر لیا لیکن مسلم زعماء نے قادیانی سازش کو ناکام بنا دیا۔ اس کے باوجود قادیانیوں نے دلی میں نواب علی کی کوٹھی میں نام نہاد اجلاس بلا کر اس کی کارروائی اخبارات میں

---

[1] ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، اقبال کے آخری دو سال ص ۲۵۹

چھپوا دی۔[1]

برطانوی خراجِ تحسین

تیسری گول میز کانفرنس کے موقع پر جب چوہدری رحمت علی کے پمفلٹ "اب یا کبھی نہیں" پر بحث ہو رہی تھی تو سر ظفر اللہ نے لفظ پاکستان اور اس سکیم کو طلباء کی سکیم اور ایک ناقابلِ عمل اور باطل خیال قرار دیا۔[2]

گول میز کانفرنسوں میں آپ کی "خدماتِ جلیلہ" کی بنا پر وزیر ہند سر سیموئیل ہور نے آپ کو ایک تقریب کے موقعہ پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے یقین دلایا کہ ہندوستان میں ان کا مستقبل نہایت شاندار ہے اور امید ظاہر کی کہ آپ دولتِ برطانیہ کے ہمیشہ مخلص رہیں گے۔[3]

ریاستوں میں تخریب کاریاں

۱۹۳۱ء میں قادیانیوں نے برطانوی ریاستوں میں گوناگوں سازشیں کیں۔ کشمیر پر ان کی قدیم سے نظر تھی اور اسے قادیانی سٹیٹ بنانے کی زبردست خواہش ان کے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی مرزا محمود نے برطانوی مفادات کے تحفظ کے لئے کشمیر کے طول و عرض میں مشنوں کا جال بچھایا اور کشمیر کمیٹی کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا۔

قادیانی سازشوں کو مجلس احرار اسلام نے ناکام بنا دیا۔ اور ان کے سیاسی عزائم کی قلعی کھول دی بلکہ علامہ اقبال نے اول کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ کے بعد اور پھر بحیثیت نہرو کے سوالات کے جواب میں قادیانی تحریک کی مذہبی اور سیاسی غرض و غایت اور سامراج کے لئے اس کے گھناؤنے کردار پر مقالات تصنیف کئے۔ اور مسلمانوں کو اس عظیم خطرے سے آگاہ کیا۔[4]

قادیانیوں نے شمال مغربی سرحدی ریاست ادب کے جغرافیائی حیثیت کے پیش نظر اسے تاکا۔ جمعیۃ العلماء ہند صوبہ سرحد نے قادیانی دخل اندازیوں پر ایک قرار دادِ مذمت پاس کی اور اخبار مدینہ بجنور نے لکھا۔

"قادیان ایک خطرناک سیاست کا مرکز ہے۔ قادیان کے مذہبی فتنہ دنیائے اسلام کا سب سے بڑا مذہبی فتنہ ہے قادیان اپنے ظاہر و باطن کے اعتبار سے دو جداگانہ حیثیتوں کا مظہر ہے اور ہر حیثیت اسلام کے لئے مضر ہے۔ مذہبی ریاکاروں، سیاسی فریب کاروں اور اخلاقی بدعملوں کی ایک جماعت ہے جو اپنے عیش و

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص ۳۲۹

[2] جی الانا، قائد اعظم، ص ۳۰۷

[3] الفضل قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۳۴ء

[4] ممتاز احمد مسئلہ کشمیر، لاہور ص ۵۵

نشاط اور انگریزی حکومت کے مقاصد کے لئے نہایت ہی عیاری کے ساتھ مصروف کار ہے اس جماعت کا سرحدی پروگرام بہت خطرناک ہے۔ اتنا خطرناک کہ اگر دنیائے اسلام نے اس پروگرام کی عملی صورت اختیار کرنے کی اجازت دے دی تو مسلمانوں کو چنگیز خان کے فتنہ سے بڑا فتنہ دیکھنا پڑے گا۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا میں فتنہ انگیز عناصر انجام کار اپنے ہی فتنوں میں مبتلا ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔ لیکن محض اس خیال سے فتنہ کو بڑھنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے[1]

کانگرس کی آغوش میں

۱۹۳۰ء میں قادیانیوں نے کانگرس سے پینگیں بڑھانی شروع کر دیں۔ حالاں کہ قادیانی ہمیشہ سے کانگرس کی تحریکات کو ناکام بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے رہے تھے۔ لاہور میں پنڈت نہرو کا نیم فوجی قادیانی تنظیم نیشنل لیگ نے شاندار استقبال کیا۔ اور فخر وطن زندہ باد کے نعرے لگائے۔ لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح لاہور نے قادیانی منافقت کا پردہ چاک کرتے ہوئے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں مرزا محمود احمد کے متعدد خطبات کے اقتباسات درج کرنے کے بعد تحریر کیا۔

"جناب خلیفہ صاحب کے ان ارشادات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ حکومت انگریزی کی اندھی اور غیر مشروط وفاداری اور کانگرس کی مخالفت میں کس حد تک آگے جا چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان کے مطابق انگریزی حکومت کی حمایت اور کانگرس کی تخریب میں لاکھوں روپے خرچ کئے۔ گراں قدر مشاہرہ لینے والے افسروں سے زیادہ تندہی کے ساتھ گورنمنٹ کی مخالف تحریکات کا مقابلہ کیا جن میں سے اول نمبر کانگرس کی تحریکات ہیں۔ قادیانی حضرات لے جائیں دے کر وفاداری کی سندات اور تمغے حاصل کئے۔ کانگرس کی سول نافرمانی کے ایام میں بقول الفضل سب سے پہلے جناب خلیفہ صاحب نے کانگرس کے خلاف آواز اٹھائی اور مسلمانوں کو اس میں شرکت سے روکا۔ جناب میاں صاحب (محمود احمد) کے مندرجہ بالا ارشادات و خیالات کی موجودگی میں کوئی شخص تصور نہیں کر سکتا۔ وہ ایک دن کانگرس کی قصیدہ خوانی فرمائیں گے۔ قادیانی جماعت اس میں شمولیت کے مسئلہ پر غور کرے گی اور الفضل کانگرس کی مسلمانوں کے مقابل پر کی ہوئی کامیابیوں پر (جن کے تحت ۱۹۳۷ء میں کانگرسی وزارتیں بنیں۔ مؤلف)

---

[1] مدینہ بجنور۔ ۵ مئی ۱۹۳۴ء

جوشِ مسرت سے بے خود ہو کر شادیانے بجائے گا۔[1]

اکھنڈ بھارت کے مؤید

قرارداد پاکستان (۱۹۴۰ء) کے بعد قادیانیوں نے تحریک آزادی کے خلاف جدوجہد تیز کر دی۔ سر ظفر اللہ نے مختلف مواقع پر تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کے علاوہ ۱۹۴۶ء میں ایک پمفلٹ تالیف کیا۔ اس وقت آپ فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے۔ یہ پمفلٹ مرزا محمود احمد کے خیالات اور ان کی شخصیت کے بارے میں تھا۔ اس کا نام "دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ" تھا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ مرزا محمود احمد اکھنڈ بھارت کے مؤید ہیں اور پاکستان جیسی علاقائی تحریک کے خلاف ہیں۔[2] لندن مشن نے اس پمفلٹ کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی۔ قیام پاکستان کے خلاف مرزا محمود احمد کے بیانات منیر رپورٹ (۱۹۵۴ء) ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

ویٹیکن سٹی

تقسیم ہند کے فیصلے سے قبل مرزا محمود احمد نے لندن مشن کے مبلغ مشتاق احمد باجوہ کی معرفت لیبر حکومت کو ایک میمورنڈم روانہ کیا جس میں استدعا کی گئی تھی کہ قادیان کو رومن کیتھولک پوپ کے شہر ویٹیکن کا درجہ دیا جائے۔ اور اسے آزاد ریاست کے طور پر تسلیم کیا جائے۔ لیبر حکومت کے سیاسی مدبر ہیرلڈ جے لاسکی نے اس تجویز کو مسترد کر دیا کیونکہ قادیانی ریاست کی حیثیت ایک محصور علاقے کی سی بنتی تھی جس کا آزاد وجود تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سکھوں نے بھی خالصتان جیسی سکیمیں برطانوی سامراج کو پیش کیں جو مسترد کر دی گئیں۔ مرزا بشیر احمد قادیانی (ایم ایم احمد کے والد) نے سکھ لیڈر ویلم سنگھ سے آزاد پنجاب کے سوال پر گفت و شنید کی اور پنجاب کو تقسیم ہونے سے بچانے اور قادیان کے تحفظ کے لئے کافی تگ و دو کی جو کامیاب نہ ہو سکی۔[3]

برطانوی انٹلی جنس سے ساز باز

۱۹۴۵ء کے انتخابات میں جب کہ مسلم لیگ کا ستارہ عروج پر تھا اور لوگ پاکستان کے لئے جانیں فدا کر رہے تھے۔ مرزا محمود احمد نے بعض سیاسی مقاصد کے پیش نظر بظاہر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا لیکن کئی جگہوں پر

---

[1] پیغام صلح لاہور، ۱۰ر نومبر ۱۹۴۳ء [2] سر ظفر اللہ، دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ، لندن ص ۲۹

[3] الفضل قادیان، ۱۲ر جون ۱۹۵۵ء

آزاد امیدواروں اور یونینسٹوں کے حق میں ووٹ ڈالے اور انہیں کامیاب بنانے کی کوشش کی گئی۔
انتخابات کے بعد جب تقسیم ناگزیر دکھائی دینے لگی تو مرزا محمود احمد ۲۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کو دلی روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ مرزا بشیر احمد، مولوی عبدالرحیم درد، مرزا شریف احمد، سر ظفر اللہ کے بھائی اسد اللہ خان اور چوہدری مظفر الدین تھے۔ اس سے پہلے قادیانی مبلغ صوفی عبدالقدیر جو جاپان میں جاسوسی کے الزام میں گرفتار ہو چکے تھے دلی میں سیاسی گفت و شنید کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے۔ مرزا محمود احمد نے قائد اعظم، مسٹر گاندھی، مولانا آزاد، نواب بھوپال، خواجہ ناظم الدین، سردار نشتر، سر فیروز خان نون نواب چھتاری اور پنڈت نہرو سے ملاقاتیں کیں۔[1] برطانوی انٹلی جنس کے افسران سے تبادلہ خیالات کیا اور وائسرائے لارڈ ویول سے خط و کتابت کی۔ مولوی درد کو خصوصی پیغامات دے کر وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری کے پاس بھجوایا۔ لندن میں مشتاق احمد باجوہ اور مرزا منصور احمد نے برطانوی دفتر خارجہ سے رابطہ قائم کیا۔ طویل مذاکرات کے بعد مرزا محمود نے ایک سازش تیار کی۔ جسے برطانوی انٹلی جنس کی آشیرواد حاصل تھی۔ آپ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۶ء تک دلی میں رہے۔

ہجرت کا انکشاف

۱۴ اگست کو ملک تقسیم ہوا۔ باؤنڈری کمیشن کے فیصلے تک جس میں قادیانیوں کا شرمناک کردار تھا۔ مرزا محمود قادیان میں ٹکے رہے۔ اس کے بعد دلی منصوبہ کے مطابق ۳۱ اگست کو لاہور آ گئے۔[2] ایک خطبے میں آپ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے الہامات کی روشنی میں ان پر منکشف ہوا کہ ہجرت ضروری ہے اور ایک انگریز کرنل نے آپ کو بتایا کہ ۳۱ اگست کے بعد مسلمانوں سے جو کچھ ہو گا اس کا تصور محال ہے۔

آپ کا پروگرام سر ظفر اللہ کے ہم زلف میجر جنرل نذیر احمد کی جیپ میں لاہور جانے کا تھا۔ یاد رہے کہ جنرل نذیر وہی صاحب ہیں جنہوں نے پنڈی سازش کیس میں حصہ لیا۔ ان کی جیپ کسی وجہ سے مل نہ سکی اس لئے منصور احمد کی جیپ میں کیپٹن عطاء اللہ کے ساتھ لاہور پہنچے۔

دلی منصوبے کی تکمیل

دلی منصوبے کی نوعیت اور برطانوی سامراج سے مرزا محمود کی سیاسی پخت و پز کا اندازہ لگانے کے لئے ہم ایک اہم واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس کے گواہ غیر منقسم

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ۱۰ ص ۱۳۱ [2] ایضاً ص ۳۹

پنجاب سی آئی ڈی کے سب انسپکٹر ذوالفقار حسین رضوی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو سی آئی ڈی کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل مسٹر جینکنس نے آپ کو ایک اہم لفافہ وائسریگل لاج پہنچانے کے لئے دیا آپ پنجاب سیکریٹریٹ سے باہر آئے تو آپ کی ملاقات مس ممتاز شاہ نواز سے ہوئی۔ انہوں نے یہ لفافہ دیکھ لیا جس پر سر جارج ایبل پرائیویٹ سیکریٹری کا پتہ درج تھا۔ قومی جذبے سے مغلوب ہو کر آپ نے یہ لفافہ کھولا جس کے اندر ایک اور لفافہ تھا جس پر مسٹر لڈل چیف آف برٹش سیکرٹ سروس لندن کا پتہ درج تھا۔ اس لفافے کو کھول کر اس کی نقل قائد اعظم کو پہنچائی گئی۔[1]

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان بننے کے بعد پاکستان ٹائمز نے یہ خط چھاپ دیا۔ اس اخبار نے اسے دوبارہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء کو شائع کیا۔ خط کا متعلقہ اقتباس درج ذیل ہے :-

خفیہ اور ذاتی

پنجاب کلب۔ لاہور

۸ جولائی ۱۹۴۷ء ———— میرے پیارے لڈل

آپ کا خط نمبر۔ ایف ۲۵/انڈیا/۵/ڈی او جی/محررہ ۱۸ جون ۱۹۴۷ء موصول ہوا

پاکستان کے بارے میں سب کچھ طے پا چکا ہے تاہم دیگر حالات انتہائی مبہم ہیں۔ پاکستان کی حتمی شکل کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا اور یہ بھی مسلم نہیں اس میں حکومت کی حیثیت کیا ہوگی یہ تو یقینی امر ہے کہ مسٹر جناح ایک آمر کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ اور پوری قوت ایک منتخب ٹولے کے ہاتھ میں مرکوز ہو گی لیکن ان میں سے ہر ایک کا منصب کیا ہو گا اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا حالات کے پیش نظر ایسا موزوں وقت نہیں آیا جب ان افراد کی نشاندہی کی جاسکے یا ان سے روابط استوار کئے جا سکیں کیونکہ کچھ پتہ نہیں کون لوگ سامنے آنے والے ہیں۔

میرے خیال میں رابطہ افسر لائن پر عمل کرنا درست رہے گا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بہترین راستہ ہے لیکن احمد کو علم ہے کہ دہلی میں متعلقہ امور پر بحث کے دوران اسی انتظام کے بارے میں اتفاق رائے پایا گیا تھا امید ہے احمد کو پاکستان میں بڑی اہمیت حاصل ہو گی چنانچہ وہ گذشتہ

---

[1] پاکستان ٹائمز لاہور۔ قائد اعظم نمبر ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

تصورات ونظریات سے پسپائی کو پسند کرے گا۔۔۔[۱]

آپ کا مخلص

ڈبلیو این پی جینکسن

قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ احمدیت سے مرزا محمود احمد مراد ہیں اور دل میں ان کے ساتھ پائے جانے والے امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ انگریز کو امید تھی کہ پاکستان میں آپ جلد اہم مقام حاصل کرلیں گے اور قادیان کو آزاد ریاست بنانے کے نظریئے سے پسپائی کے بعد پاکستان کے کسی حصے میں یہ کھیل کھیلیں گے جیسا کہ بعد کے واقعات نے اس امر کا ثبوت بہم پہنچا دیا کہ مرزا محمود احمد نے کشمیر اور بلوچستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے کی سازش کی[۲] بلوچستان میں مسٹر قل اور کشمیر میں پاکستان کے سی ان سی مسٹر گلانسی نے قادیانیوں کی پشت پناہی کی۔

فصل دوازدہم

اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین

نئے مبلغوں کا تقرر

گذشتہ اوراق میں ہم نے بتایا کہ مرزا محمود نے تقسیم ہند سے قبل تحریک پاکستان کو سبوتاژ کرنے کے ساتھ ساتھ فلسطین کے معاملات میں گہری نظر رکھی اور صیہونی تحریک کو تیز تر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۱۹۴۷ء کے اوائل میں فلسطین جل رہا تھا۔ یہودی دہشت پسندوں نے عربوں کا قتل عام شروع کر رکھا تھا[۳] مسلمانوں کی قوت مدافعت کمزور پڑتی جا رہی تھی البتہ مفتی اعظم کی کاوشوں سے آزادی پسند عرب اپنی بے سروسامانی کے باوجود برطانوی سامراج اور صیہونی ستم کیشوں کے خلاف صف آرا تھے۔ ان ایام میں مرزا محمود نے دو قادیانیوں، ولی اللہ شاہ اور جلال الدین قمر[۴] کو فلسطین میں صیہونیوں کے پروگرام کی تکمیل کے لئے

---

[۱] اردو ڈائجسٹ لاہور، اپریل ۱۹۷۷ء ص ۳۰ [۲] منیر رپورٹ ۱۹۵۳ء

[۳] ایجی سیلوا، دی کی سرگذشت آف اسرائیل نیو یارک ۱۹۶۳ء [۴] تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص ۱۳۰، تاریخ احمدیت جلد ۱۲ ص ۳۰۱

قادیان سے روانہ کیا۔ فلسطین میں چوہدری شریف کے علاوہ شیخ نور احمد منیر اور رشید چغتائی پہلے سے سرگرم سازش تھے۔ نئے قادیانی گماشتوں نے مشرقی افریقہ میں اڈے قائم کر کے لندن اور مشرق وسطیٰ سے رابطہ قائم کیا۔ چوہدری شریف برطانوی ہائی کمشنر فلسطین سر کننگھم اور جیوش ایجنسی کے فارن پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ موشے شرٹوک کی عرب دشمنوں پالیسیوں کی تکمیل میں مصروف تھے۔ شرق اردن شام، مصر اور لبنان میں قادیانی آلہ کار صیہونی رہنماؤں کے اشاروں پر کام کر رہے تھے۔ ولی اللہ افریقہ سے قادیانی مشن فلسطین کی رہنمائی کرتے رہے کیونکہ تقسیم ہند اور مشرق وسطیٰ میں کشمکش کے باعث اس مشن کا قادیان سے رابطہ کمزور پڑ چکا تھا۔

پاکستانی وفد اقوام متحدہ میں

۳۱ اگست کو مرزا محمود پاکستان آ گئے۔ برطانیہ نے فلسطین پر اپنا انتداب واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ اقوام متحدہ نے اس مسئلے کا جائزہ لینے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی قائم کی جس نے اگست کے آخر میں اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ رپورٹ متفقہ نہ تھی۔ سات ارکان نے تقسیم کی سفارش کی۔ ایک رکن نے لکھا کہ رپورٹ کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سامنے پیش کیا جائے۔

اکتوبر میں جب مسئلہ پر بحث کا آغاز ہوا تو پاکستان چند روز قبل اقوام متحدہ کا ممبر بن چکا تھا۔ پاکستانی وفد سر ظفر اللہ کی قیادت میں نیو یارک پہنچا۔ وفد کے اراکین میں مرزا اے ایچ اصفہانی سفیر پاکستان متعینہ واشنگٹن، میر لائق علی، عبدالستار پیرزادہ اور بیگم تصدق حسین شامل تھے۔ سیکرٹری کے فرائض محمد ایوب نے ادا کئے۔ وفد نے بیک ہوٹل میں قیام کیا[۱]

خصوصی مشن

اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین زیر غور تھا، مرزا محمود نے نائیجیریا میں مقیم قادیانی مبلغ حکیم فضل الرحمٰن کو حکم روانہ کیا کہ وہ فوری طور پر فلسطین پہنچ جائے۔ ولی اللہ شاہ نے لندن مشن کی ہدایات کے مطابق انہیں بعض امور کی تحقیق کا کام سونپا۔ آپ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بیروت پہنچے۔ قادیانی مبلغ فلسطین شیخ نور احمد لکھتے ہیں کہ حکیم صاحب اچانک بیروت وارد ہوئے اور میری (نور احمد) تلاش شروع کر دی۔ میں (نور احمد) وزیر اعظم لبنان جمیل بک کے چچا زاد بھائی سے

---

۱ سر ظفر اللہ۔ تحدیث نعمت، ص ۵۱۹

ملاقات کے لئے گیا ہوا تھا۔ واپسی پر ملاقات ہوئی۔ آپ کو چونکہ جلد پاکستان پہنچنا تھا اس لئے فوراً دمشق سے فلسطین جانا چاہتے تھے۔ بہرحال ۱۴ نومبر کو حیفا (فلسطین) کے لئے روانہ ہوئے۔ جماعت کبابیر نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ آپ نے بیت المقدس، ناصرہ اور عکا کا دورہ کیا۔ آپ عرب لیگ کمیٹی کے ممبران سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ مگر وقت کی قلت کے باعث نہ کر سکے۔ آپ نے دس دن فلسطین میں قیام کیا۔ اس کے بعد دمشق آ گئے۔

قادیانی مبلغ مرید تقم طراز ہیں۔ کہ اس دوران یہ عاجز (نور احمد) ایک اہم کام کے سلسلے میں بیروت چلا گیا۔ جب کہ حکیم صاحب نے دمشق میں کئی وکلا، بیرسٹروں کے علاوہ فوجی افسروں سے ملاقاتیں کیں[1] اور ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو کراچی پہنچ گئے۔

ذیلی کمیٹیوں کی رپورٹ

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین رپورٹ کا جائزہ لینے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی جس کے صدر آسٹریلیا کے مندوب ڈاکٹر ایوٹ (EVATT) تھے بحث کے دوران اس کمیٹی نے دو ذیلی کمیٹیاں تشکیل دیں جن کو تقسیم فلسطین اور متحدہ فلسطین میں یہود اور عربوں کے حقوق کے تحفظ کے سوالات پر رپورٹ پیش کرنے کا کام سونپا گیا۔ پہلی ذیلی کمیٹی کے صدر پولینڈ کے نمائندے تھے اور دوسری کے صدر پہلے تو کولمبیا کے مندوب تھے بعد میں سر ظفر اللہ صدر بنے۔ پہلی کمیٹی نے تقسیم فلسطین کی حمایت کی اور دوسری نے وحدانی حکومت کے قیام اور اقلیتوں کے تحفظ کی سفارش پیش کی۔

ان رپورٹوں پر بحث کا آغاز ہوا۔ ۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سر ظفر اللہ نے تقریر کی جس میں تقسیم کے بعض پہلوؤں کے مضمرات بیان کئے۔ ان تقاریر کے بعد ایک عمومی تعطل کی فضا پیدا ہو گئی۔ بڑی طاقتیں واضح موقف اختیار کرنے میں پس و پیش سے کام لے رہی تھیں۔ امریکی نمائندہ صدر ٹرومین اور وزیر خارجہ جارج مارشل کی ہدایات کا منتظر تھا۔ عرب نمائندوں کی کوشش تھی کہ بڑی طاقتیں کوئی واضح موقف اختیار کریں تاکہ مستقبل کے پروگرام کو تشکیل دیا جا سکے اس موقع پر جب عربوں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی سر ظفر اللہ نے تجویز پیش کر دی کہ چونکہ بعض سرکردہ ممبر اپنی رائے کے اظہار میں گریز سے کام لے رہے ہیں اس لئے بحث ملتوی

---

[1] الفضل لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء

کردی جائے۔[1]

شام کے ابدال ہمیں بلاتے ہیں

اقوام متحدہ میں فلسطین کا مسئلہ زیر بحث تھا اور فلسطین میں عرب مظلوموں کا قتل عام جاری تھا۔ لاہور میں مرزا محمود احمد اپنی مجلس علم و عرفان (۲۰/اکتوبر ۱۹۴۷ء) میں مرزا غلام احمد کے اس الہام کی تفسیر میں جو فلسطین میں قادیانی مسجد محمود کے محراب پر کندہ ہے ــــ یدعون لک ابدال ــــ شام کے ابدال تیرے لئے دعا کرتے ہیں۔ بڑے درد بھرے انداز میں اپنے مریدوں کو بتا رہے تھے کہ اس الہام کی رو سے جماعت احمدیہ کے ایک حصہ کو شام جانا پڑے گا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے الہام اور مرزا محمود کی تفسیر کے تحت قادیانی کسی وقت جب کہ پاکستان میں حالات سازگار نہ رہے اسرائیل چلے جائیں گے۔

الفضل لاہور لکھتا ہے :۔

"حضور (مرزا محمود) نے حضرت مسیح موعود کے الہام یدعون لک ابدال شام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک دوست نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ابتلاؤں والے الہامات کے ساتھ اس الہام کا بھی ذکر ہے۔ حضور نے فرمایا یہ الہام پہلے ہی میرے مدنظر ہے یہاں (پاکستان) کے حالات مخدوش ہیں، ممکن ہے کسی وقت ہم میں سے ایک حصہ کو شام جانا ہی پڑے۔ اس الہام کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ابدال شام ہمارے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں دوسرا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ ابدال شام ہمیں بلاتے ہیں"[2]

سر ظفر اللہ کو فلسطینی وفد کے رہنما کا انتباہ

سر ظفر اللہ نے اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اجلاس کے دوران جب کہ تقسیم فلسطین کے منصوبے کے تفصیل حصوں پر رائے زنی کی جا رہی تھی۔ ڈنمارک کے مندوب کے ایما پر ایک عجیب و غریب موقف اختیار کیا جو پاکستان کے مسئلہ فلسطین پر واضح موقف کے مطابق نہ تھا۔ ان کی اس روش کو دیکھ کر فلسطین کے نمائندے نے ان کو سختی سے ٹوکا اور متنبہ کیا کہ وہ صورت حال کو خراب نہ کریں۔ سر ظفر اللہ

۱؎ الفضل لاہور۔ ۱۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء

۲؎ الفضل لاہور۔ ۳۰/اکتوبر ۱۹۴۷ء

کی یہ کارروائی ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"جب بحث کا سلسلہ ختم ہو کر تقسیم کے منصوبے کے تفصیلی حصوں پر رائے زنی شروع ہوئی تو کمیٹی کے اجلاس کے دوران میں ہی ڈنمارک کے مندوب میرے پاس آئے اور فرمایا کہ واقعات اور تمہارے دلائل سے ظاہر ہے کہ تقسیم کا منصوبہ بالکل غیر منصفانہ ہے۔ اور اس سے عربوں کے حقوق پر نہایت مضر اثر پڑے گا۔ سکنڈے نیویا کے تمام ممالک کے نمائندوں کی یہی رائے ہے۔ معلوم ہوتا ہے تقسیم کی تجویز ضرور منظور ہو جائے گی کیونکہ امریکہ کی طرف سے ہم پر بہت زور ڈالا جا رہا ہے۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ کمیٹی میں عام طور پر یہ احساس ہے کہ ہم امریکہ کے دباؤ کے تحت ایک بے انصافی کا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اس احساس کا تمہیں فائدہ اٹھانا چاہئے۔ تم نے اپنی تقریروں میں علاوہ تقسیم کی سرے سے مخالفت کرنے کے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اس کی بعض تجاویز ظاہرہ طور پر عرب حقوق کو غصب کرنے والی ہیں مثلاً یافہ کا بہترین شہر جس کی ۹۹ فیصد آبادی عرب ہے اسے اسرائیل میں شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح اور بہت سی ایسی خلاف انصاف تجاویز ہیں۔ اس وقت کمیٹی کی کارروائی بڑی جلدی میں ہو رہی ہے اگر تم ان تجاویز کے متعلق ترامیم پیش کرتے جاؤ اور مختصر سی تقریر ہر ترمیم کی تائید میں کر دو تو ہم سکنڈے نیویا کے پانچوں ممالک کے نمائندے تمہاری تائید میں رائے دیں گے اور کمیٹی کی موجودہ فضا میں تمہاری تمام ترمیمیں منظور ہو جائیں گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تقسیم کی ترمیم منظور ہو بھی گئی تو بہت سے امور میں عربوں کی اشک شوئی ہو جائے گی۔ مجھے یہ تجویز پسند آئی اور میں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ ان کا اندازہ درست ہے یا نہیں ایک معمولی سی ترمیم پیش کی اور اس پر فوراً رائے شماری ہوئی اور ترمیم منظور ہو گئی۔ اس پر سید جمال الحسینی نے جو فلسطینی وفد کے سربراہ تھے اور جن کی نشست میرے عقب میں تھی مجھ سے کہا مسٹر ظفر اللہ یہ تم نے کیا کیا۔ میں نے ڈنیش مندوب کی بات انہیں بتائی۔ انہوں نے حیران ہو کر دریافت کیا اگر تمہاری تمام ترامیم منظور ہو گئیں تو تم تقسیم کے حق میں رائے دو گے؟

ظفر اللہ خان: ہرگز نہیں ہم پھر بھی پر زور مخالفت کریں گے لیکن اتنا تو ہوگا کہ تقسیم کے منصوبے کمزور ہو جائیں گے اور اگر منصوبہ منظور ہو بھی گیا تو اتنا برا نہیں ہوگا جتنا اس وقت ہے۔

السید جمال الحسینی: ہمارے لئے تو بڑی مشکل ہوگی۔

ظفر اللہ خان: آپ عرب ریاستوں کے نمائندوں سے کہہ دیں کہ چونکہ ترمیم کے حق میں رائے نہ دیں غیر حاضر رہیں۔

السید جمال الحسینی: مشکل تو پھر بھی حل نہیں ہوئی۔

ظفر اللہ خان: کیا مشکل ہے۔

السید جمال الحسینی: مشکل یہ ہے کہ اگر تقسیم ہمارے حقوق کو واضح طور غصب کرنے والی نہ ہوئی تو ہمارے لوگ اس کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے اور ہمیں سخت نقصان پہنچے گا تم مہربانی کرو اور کوئی ترمیم پیش نہ کرو۔ میں خاموش ہوگیا۔[1]

سر ظفر اللہ نے ڈنمارک اور چار دیگر سکینڈے نیوین ممالک کے ایماء پر جس ترمیم شدہ تقسیم کے منصوبے کی ہو اشارہ ہے تھے وہ فلسطینی جدوجہد آزادی کے لئے مستقبل قریب میں سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ ان ترمیمات کے لئے نہ تو عرب ریاستوں کا اعتماد حاصل کیا گیا اور نہ ہی ان سے مشورہ کیا گیا۔ اگر فلسطینی وفد کے قائد اور مفتی اعظم کے عزیز السید جمال الحسینی بروقت ظفر اللہ کو متنبہ نہ کرتے تو بہت سی ایسی پیچیدگیاں پیدا ہونے کا خطرہ تھا جو مسئلہ فلسطین کے لئے تباہ کن ثابت ہوتیں۔

گوئٹے مالا کے سربراہ گراناڈوس اور کینیڈا کے پیرسن نے امریکہ اور روس کو تقسیم کی تجویز پر متفق کر لیا تھا دونوں ممالک کی طرف سے اس کا اظہار بھی کر دیا گیا۔ یہودیوں کی یہ کوشش تھی کہ تقسیم کی قرارداد جنرل اسمبلی تک نہ پہنچ پائے مگر جب اقوام متحدہ کی ایڈہاک کمیٹی نے تقسیم کے منصوبے کو تسلیم کر لیا تھا اور اس کے حق میں ۲۵ اور مخالفت میں ۱۳ ووٹ آئے تھے۔ ۱۷ ممبروں نے ووٹنگ میں حصہ نہ لیا۔ دو غیر حاضر رہے۔ مگر یہودیوں کی یہی صورت حال جنرل اسمبلی میں پیش آجاتی جہاں قرارداد کی منظوری کے لئے ۲/۳ اکثریت کی ضرورت تھی تو تقسیم کی قرارداد مطلوبہ اکثریت نہ ہونے کے باعث مسترد ہو جاتی۔ فرانس، بلجیم، لکسمبرگ، ہالینڈ، نیوزی لینڈ نے ووٹنگ میں حصہ لیا۔ پیراگوئے اور فلپائن غیر حاضر رہے۔ اس وقت تک یونان، ہائیٹی، لائبیریا، سیام عربوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ ۲۹ نومبر کو صیہونی یوم سیاہ قرار دیتے ہیں۔

---

[1] تحدیث نعمت ص ۵۲۲

تقسیم فلسطین

۲۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو برطانوی، امریکی اور روسی سازش کے تحت اسمبلی کا اجلاس ۲۴ گھنٹے کے لئے اس بہانے پر ملتوی کر دیا گیا کہ کل ۲۷ر نومبر کو امریکہ کا یوم تشکر (Thanks giving) ہے اس لئے چھٹی کا دن ہے۔ البتہ اس غرض کے لئے تھا کہ بڑی طاقتیں خصوصاً امریکہ کمزور ممالک اور اپنے حلیفوں کو اپنا ہم نوا بنا سکے۔ اس نازک موقع پر انٹر اور دیگر خبر رساں ایجنسیوں نے اطلاع دی کہ سر ظفر اللہ نے کولمبیا کے وفد کی اس تجویز کی تائید کی ہے کہ معاملہ از سر نو غور و خوض کے لئے کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور یہ بھی کہا ہے کہ کمیٹی اس پر فوراً غور و خوض نہ کرے۔ بلکہ کچھ عرصہ بعد اس کو زیر بحث لائے۔ کیونکہ موجودہ کشیدگی ختم ہونے کے لئے کچھ وقفہ ڈالنا ضروری ہے۔ اس سے زیادہ عجیب تر آپ نے اس سوال کے جواب میں کہ عرب اور یہود کے درمیان کامیاب گفت و شنید کس اساس پر شروع کی جا سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اگر وہ مجھے ثالث تسلیم کر لیں تو میں اس معاملے کو صحیح طریق پر حل کر سکتا ہوں"[1]

ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آپ نے اپنے آپ کو کیوں کس حیثیت میں اور کن مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنے آپ کو بطور ثالث پیش کیا۔ اپنی خود نوشت میں آپ نے ان امور پر روشنی نہیں ڈالی ہے۔

۲۹ر نومبر کو جنرل اسمبلی نے تقسیم فلسطین کی قرارداد منظور کر لی۔ ۴۸ گھنٹے کے وقفے سے فائدہ اٹھا کر امریکہ نے کئی ممالک کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور کچھ ممالک کو سیاسی اور اقتصادی دباؤ کی وجہ سے اپنے ضمیر کے خلاف حمایت کرنی پڑی تھی[2] الفضل لاہور نے اپنے اس ظالمانہ قرارداد پر محض ایک چوتھائی کالم کا اداریہ لکھا جس میں تقسیم فلسطین کی اس قرارداد کو عربوں کے لئے ایک بڑی ناکامی قرار دیا۔ لیکن اس کے دو روشن پہلو بھی بیان کئے گئے۔ اول یہ کہ اسلامی ممالک میں مغرب سے حسن ظن ختم ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا احساس پیدا ہو گا۔ دوم اسلامی ممالک جان گئے ہوں گے کہ ایک دوسرے سے الگ رہ کر وہ زندہ نہیں رہ سکتے[3] اس عمومی تبصرے کے علاوہ جو ایک یہودی مبصر بھی کر سکتا ہے نہ تو صیہونی ریشہ دوانیوں کی مذمت اور فلسطینی عوام سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ اور نہ ہی تقسیم کی قرارداد کی مذمت کی گئی۔ مرزا محمود

---

[1] الفضل لاہور ۔ ۳ر نومبر ۱۹۴۷ء

[2] ندیم ڈیکلی، پاکستان ان یونائیٹڈ نیشنز، ملتان ۱۹۶۸ء ص ۲

[3] الفضل لاہور ۔ ۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء

نے کچھ عرصہ بعد ایک مضمون میں اپنے گذشتہ موقف کو دہراتے ہوئے کہا کہ فلسطین کا معاملہ ایک الہٰی تدبیر کا نتیجہ ہے اور قرآن کریم، احادیث اور بائبل میں ان تازہ پیدا ہونے والے واقعات کی خبر پہلے سے موجود ہے۔[1] الفضل نے یہ بھی تحریر کیا کہ مرزا محمود کی ماڈی فائیڈ بمجھوتے والی پیش گوئی جس میں روس کی امداد کا ذکر تھا پوری ہو گئی ہے۔[2]

سر ظفر اللہ اور پاکستان کا موقف

سر ظفر اللہ کو مسئلہ فلسطین کے متعلق اقوام متحدہ میں پاکستان کے موقف کو پیش کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ پاکستان نے ہمیشہ عربوں کے کاز کی حمایت کی اور فلسطین کے سوال پر اس کا نقطہ نظر قطعی اور واضح رہا ہے۔ اس موقف کو پیش کرنے میں سر ظفر اللہ کی اپنی رائے، قادیانی مسلک یا مرزا محمود کے کسی حکم یا تجویز کو قطعاً کچھ دخل نہ تھا لیکن عجیب بات ہے کہ قادیانی قیام اسرائیل میں ادا کئے گئے اپنے شرمناک کردار کو چھپانے کے لئے پاکستان کے موقف اور پاکستان اور عرب پریس کے تبصروں کو اپنے مذموم کارناموں کے لئے بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ اور ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے اس مسئلے میں سب کچھ انہوں ہی نے کیا۔[3] حالانکہ یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ سر ظفر اللہ نے اس نمائندگی کو قادیانیت کے پروپیگنڈے اور عرب ممالک میں اس کے وقار کو بلند کرنے کے لئے استعمال کیا۔ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے

سر ظفر اللہ دمشق میں

اقوام متحدہ سے واپسی پر سر ظفر اللہ نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق قادیانی جماعت شام کے ایما پر دمشق میں قیام کیا۔ اور اپنے پاکستانی نمائندے ہونے کی حیثیت کو جماعتی پروپیگنڈے اور اسلامی ممالک میں قادیانی جماعت کے امیج کو بلند کرنے کے لئے استعمال کیا تاکہ مستقبل میں وہ مضبوط قدم جما کر تخریب کاری اور فتنہ انگیزی کے صیہونی پروگرام کی تکمیل کر سکے۔

دمشق کے ہوائی اڈے پر شامی زعماء کے علاوہ قادیانی مبلغ نور احمد منیر اور دیگر افراد جماعت آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

---

1. الفضل لاہور ۱۱ دسمبر ۱۹۴۷ء — 2. الفضل لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۴۷ء
3. دی قادیانیز، اے نان مسلم مینارٹی ان پاکستان۔ قادیانی مشن لندن ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۴

ظفر اللہ نے اس موقع پر قادیانی جماعت کے وقار کو بلند کرنے کے لئے ان سے بے تکلفانہ گفتگو کی اور شامی اکابر کے مقابلے میں قادیانیوں سے زیادہ گرمجوشی سے ملے۔ شامی وزرا چونکے اور متحیر ہو گئے
ہوائی اڈے پر آپ کا پاکستانی نمائندے کی حیثیت سے استقبال کرنے والوں میں فخامۃ الرئیس السید شکری القوتلی بک کے ذاتی نمائندے سید سہیل العشی، شامی وزراء کی طرف سے استاذ عارف حمزہ، السید السید غالب میرو زہ بک سپرنٹنڈنٹ پولیس، عرب لیگ کی طرف سے استاذ معین بک الماضی اور عزت بک دروزہ شامل تھے۔ سر ظفر اللہ نے ہوائی اڈے پر اتر کر شامی رہنماؤں اور استقبال کرنے والوں سے سرسری مصافحہ کیا اور قادیانی جماعت سے بڑی گرمجوشی سے ملے اور بھرپور بے تکلفی اور اپنائیت کا اظہار کیا مصافحے اور معانقے کئے۔ قادیانی مبلغ نور احمد اپنی رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں کہ "اس موقع پر عرب لیگ کے نمائندے نے پولیس افسر سے کہا "من ھولاء" یہ کون لوگ ہیں۔ مگر ان کو یہ علم نہ تھا کہ مکرم چوہدری صاحب ہماری خواہش کے مطابق یہاں تشریف لا رہے ہیں اور آپ کی آمد ہمارے لئے سرور کا موجب ہے اور اپنی جذبات و احساسات کے پیش نظر ہر چھوٹا بڑا جماعت کا دوست آپ سے معانقہ کر رہا تھا اور اس نظارہ نے تمام حاضرین کو حیران کر دیا ان کا خیال تھا کہ مکرم چوہدری صاحب ایک اجنبی کی حیثیت سے یہاں تشریف لا رہے ہیں چنانچہ دمشقی اخبارات نے جہاں اس موقع پر یہ ذکر کیا کہ آپ کا سرکاری طور پر استقبال کیا گیا وہاں جماعت کے استقبال کا بھی نمایاں طور پر ذکر کیا گیا اور اہالیانِ دمشق کو جماعت کے علمی اور سیاسی مقام کا علم ہوا۔" ۱؎

"فخامۃ الرئیس القوتلی (شام کے صدر۔ مؤلف) نے کہا کہ آپ (سر ظفر اللہ) مورخہ ۲۸ کو دوپہر کا کھانا تناول فرمائیں اور ساتھ ہی عاجز کو بھی کہا۔ نیز آپ حکومت کے مہمان ہیں اور آپ کے لئے ہوٹل میں کمرہ کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ مکرم چوہدری صاحب نے اس عاجز (قادیانی مبلغ نور احمد۔ مؤلف) کو کہا کہ میری طرف سے پریذیڈنٹ کو ان الفاظ میں عرض کر دیں۔

"میری درخواست ہے کہ مجھے اپنے احمدی بھائیوں کے پاس قیام کی اجازت دی جائے مگر آپ کی خواہش کے احترام میں آج کی رات ہوٹل میں گزاروں گا۔" عاجز (قادیانی مبلغ۔ مؤلف) نے اس لقرے کا

۱؎ الفضل لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء

معنوی ترجمہ کر دیا اس پر السید شکری القوتلی نے بڑی حیرانی اور تعجب سے دریافت کیا کہ کن کے پاس آپ کا قیام ہوگا؟ اس پر حاجز نے ان کو تفصیل سے بتایا کہ ہم نے چوہدری صاحب کا انتظام کیا ہوا ہے!

پریذیڈنٹ کے دفتر سے فارغ ہونے کے بعد ہم دمشق کے بڑے خوبصورت ہوٹل اورنیٹل پلیس میں آگئے جہاں مکرم چوہدری صاحب کے لیے حکومت کی طرف سے انتظام کیا گیا تھا۔ شام کے کھانے پر پریذیڈنٹ کے خاص نمائندے نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا کھانے کے بعد آپ جماعت کے دوستوں سے گفتگو کرتے رہے اور جو دوست نہ آسکے ان کی خیر و عافیت کے متعلق بھی دریافت کرتے رہے۔

دوسرے دن صبح ۱/۲ ۹ بجے پروگرام کے مطابق آپ مکرم الحاج بدرالدین الحصنی (قادیانی) کے مکان پر تشریف لے آئے[1]

سر ظفر اللہ نے مفتی اعظم فلسطین سے عالیہ (لبنان) میں ملاقات کی اور دیگر اعلیٰ افسران اور دانشوروں سے فلسطین کے مسئلے پر گفتگو کی۔ وزیر اعظم جمیل مردم بک کے کھانے کی دعوت میں قادیانیوں کی ایک کھیپ کے ساتھ شرکت کی اور کئی سیاسی مسائل پر گفتگو ہوئی[2]

سر ظفر اللہ نے بیروت میں مقیم برطانوی سینیٹر ٹریفورڈ ایوانز (Trefford Evans) سے بھی ملاقات کی اور قیام اسرائیل کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات کیا۔ واضح رہے کہ بیروت میں یہودی نسل جنس مشرت کی طرف سے ایک خاتون بیوہ ام جازم جاسوسی کے لئے مامور تھی۔ اس نے قادیانی مذہب اختیار کر رکھا تھا اس کا خاوند شیخ محمد جبر لبنانی پارلیمنٹ کا سابق صدر رہا تھا۔ قادیانی مبلغ شیخ نور احمد اور ام جازم اکٹھے سیاسی مہمات پر روانہ ہوتے تھے۔

سر ظفر اللہ نے اس دورے سے اسرائیل کے نئے مستقبل کی پالیسی اور عرب ممالک میں قادیانی اڈے بنانے کا ایک بھرپور خاکہ وضع کیا جسے لاہور میں مرزا محمود کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔



۱؎ الفضل لاہور ۲۱ر دسمبر ۱۹۴۶ء

۲؎ ″ ″ ″

فصل سیزدہم

یہودی ریاست کے سائے میں

سامراجی صیہونی گٹھ جوڑ

روس اور امریکہ نے اقوام متحدہ میں فلسطینی مسئلہ پر اتفاق رائے کیا۔ تقسیم فلسطین کی حمایت اور اسرائیلی ریاست کو تسلیم کرنے کی دوڑ میں دونوں کے پیش نظر اپنے مفادات تھے۔ امریکی صدر کی نظر یہودی ووٹوں پر تھی اور روس مشرق وسطیٰ اور ایشیا سے مغربی اثرات کا جنازہ نکال کر مغربی طاقتوں کی جگہ لینا چاہتا تھا۔ برطانیہ اس کھیل میں بظاہر الگ تھلگ رہا کیونکہ وہ نہر سویز کے علاقے میں اپنے معاشی مفاد کے تحفظ کے لئے کھلے طور پر ایسا کوئی قدم اٹھانے سے گریز کر رہا تھا جس کے نتیجے میں عرب برافروختہ ہو جائیں۔ برطانیہ کے آخری ہائی کمشنر مسٹر کنگھم نے برطانوی افواج کے انخلاء کے ساتھ ساتھ یہودیوں کو فلسطین کے طول و عرض میں اہم علاقے دلا دئیے۔ حدودی تقسیم فلسطین کے وقت چھ لاکھ یہودی فلسطین میں آباد تھے جن کی ساری بالغ آبادی یورپ اور امریکہ کے مکمل جدید ہتھیاروں سے لیس تھی ان کی بستی بستی فوجی کیمپ میں تبدیل ہو گئی تھی جہاں سے عرب آبادیوں پر حملے ہو رہے تھے۔ عرب آبادی چودہ لاکھ سے زائد تھی۔ مفتی اعظم نے ایک مختصر سی فوج تشکیل دے رکھی تھی جو یہودی دہشت پسندوں کے خلاف صف آرا تھی۔ یوں تو پچاس ہزار سے زائد عرب رضاکار میدان میں آنے کو تیار تھے مگر ان کے پاس مقابلہ کرنے کے لئے اسلحہ نہ تھا جبکہ دنیا بھر کے یہودی فلسطین کے صیہونیوں کو ہتھیار فراہم کر رہے تھے۔ ان حالات میں عرب بعض جگہ پر گوریلا جنگ کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔

سامراجی طاقتوں کی پشت پر صیہونی عرب قصبات اور دیہاتوں پر جارحانہ حملے کر رہے تھے۔ عرب آبادی کا قتل عام جاری تھا۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ برطانوی سامراج نے فلسطینیوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کے بہانے کئی اہم علاقے خالی کرا لئے جن پر بعد میں یہودیوں نے قبضہ جما لیا۔

۱۴ مئی کی رات کے بارہ بجے جب برطانوی سامراج نے فلسطین سے اپنا بوریا بستر لپیٹا تو یہودی فوجی نقطۂ

نظر سے اہم مقامات پر قابض ہو چکے تھے۔ دیر یاسین۔ طبریہ۔ تج۔ سلامہ۔ نیرود۔ بیت دجن۔ بیسان۔ بیت المقدس (نیا شہر)۔ صفد۔ اور یافا جیسے اہم شہر عرب آبادی سے خالی تھے[1]۔ انتداب کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہودیوں نے بن گوریان کی سربراہی میں نام نہاد آزاد حکومت اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا۔ ویزمان اس کا صدر مقرر کیا گیا۔ بڑی طاقتوں نے جن میں امریکہ اور روس شامل تھے اسے تسلیم کر لیا۔

برطانوی سامراج اور یہود کی ملی بھگت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ برطانیہ نے اعلان کیا تھا کہ وہ حیفا کے سوا سارا فلسطین ۱۵ مئی کو خالی کر دے گا جبکہ حیفا کی بندرگاہ سے اپنی فوجیں اگست میں ہٹائے گا۔ اپنے اعلان کے برعکس اس نے اچانک ۲۱ اپریل کو حیفا خالی کر دیا۔ ادھر انگریز حیفا سے نکلا ادھر مسلح یہودیوں نے شہر پر قبضہ جما لیا اور اسلحہ اور گولہ بارود سے لدے ہوئے جہاز حیفا کی بندرگاہ پر پہنچ گئے[2]۔

اسرائیلی فتوحات

اسرائیلی جارحیت اور یہودیت کی فتوحات کا نقشہ کھینچتے ہوئے قادیانی مبلغ چوہدری محمد شریف اسرائیل سے پاکستان ارسال کردہ رپورٹ میں لکھتا ہے:-

"۲۴ اپریل ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے حیفہ فتح کر لیا۔ ۲۴ اور ۲۵ مئی کو ملحقات حیفہ پر قبضہ کر لیا۔ اس سلسلے میں ۲۵ تاریخ کو ماؤنٹ کرمل پر واقع عرب آبادی کبابیر کی باری آ گئی۔ صبح ہوتے ہی چاروں اطراف سے مسلح فوجوں نے محاصرہ کر لیا۔ وہ ہمارے سامنے دو شرائط پیش کیں ہجرت کرنا چاہیں تو ہتھیاروں اور جس قدر سپاہی آپ کے پاس مقیم ہوں وہ ہمارے سپرد کر دیں۔ ہم نے ارشاد نبوی من قتل دون مالہ فہو شہید پر عمل کو رکھا تھا۔ سپاہی کوئی ہمارے ہاں تھا نہ تھا۔ غرض ملک گوشہ گوشہ تلاش و تفتیش کر کے آل کبیر (صفحہ: ۱۵) لوٹ گئے[3]

مرزا محمود کا پیغام

اسرائیل میں قادیانی مشن کی اہمیت کے پیش نظر مرزا محمود نے رتن باغ لاہور سے برطانوی انتداب کے خاتمے سے ایک روز قبل اسرائیل کی قادیانی جماعت کو خصوصی پیغام ارسال کیا کہ وہ کسی قیمت پر بھی کبابیر کی زمین یہودیوں کے ہاتھ فروخت نہ کریں۔ مؤلف

---

[1] یہودی مظالم کی داستانیں لوریلی کی کتاب دی ریٹ اینڈ ڈیسٹنی آف اسرائیل کے صفحہ ۳۰۰ پر ملاحظہ کریں۔

[2] پیری کارلو اینڈ و چیکل سپرپیس یروشلم۔ لندن ۱۹۵۱ء صفحہ ۳۳۴ [3] تاریخ احمدیت جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۱

تاریخ احمدیت رجسٹر کارروائی مشاورتی اجلاس رتن باغ لاہور (غیر مطبوعہ) کے حوالے سے "حضرت مصلح موعود کا اہم پیغام فلسطینی احمدیوں کے نام" کے زیر عنوان رقم طراز ہے:-

حضرت مصلح موعود (مرزا محمود) نے ۱۵ ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء کو رتن باغ کے مشاورتی اجلاس میں فرمایا۔

"شام والوں کو لکھا جائے کہ کسی نہ کسی طرح کبابیر والوں کو اطلاع دیں کہ تنگی کے دن ہیں صبر سے گزاریں اور کسی قیمت پر بھی کبابیر کی زمین یہود کے پاس فروخت نہ کریں۔" [1]

انتہائی شرمناک سرگرمیاں

ان پر آشوب حالات میں جب کہ مسلح صیہونی غنڈے نہتے عربوں پر ٹوٹ رہے تھے فلسطین کے طول و عرض میں بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کا قتل عام کیا جا رہا تھا۔ یروشلم کی گلیاں اور بازار بے گور و کفن لاشوں سے اٹے پڑے تھے۔ ہزاروں بے یار و مددگار فلسطینی پناہ گزین کھلے کیمپوں میں پڑے بھوک کی اذیتیں برداشت کر رہے تھے۔ مسیح موعود کے قادیانی غنڈے ان مظلوموں کے کیمپوں میں گھس گھس کر انہیں مرزا کی نبوت کاذبہ پر ایمان لانے کی دعوت دینے میں مصروف تھے اور صیہونی انٹیلی جنس کے لئے کام کر رہے تھے۔ اس المناک حقیقت کو تحریک جدید کے مبلغ فلسطین رشید احمد چغتائی کی اسرائیل سے پاکستان ارسال کردہ ماہ اگست تا اکتوبر ۱۹۴۸ء کی رپورٹ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"فلسطین کے شہر صور اپنے حیفہ کے احمدی بھائیوں تک پہنچنے کے سلسلہ میں گیا۔ جہاں فلسطینی پناہ گزینوں میں تبلیغ کی۔ احمدی بھائیوں کی خواہش پر دو یوم وہاں قیام رہا۔ تبلیغ کے علاوہ ان کی تربیت کے لئے بھی وقت صرف کیا۔ یہاں ۲۹ کس کو تبلیغ کی۔ ایک شخص سے خاص طور پر تبادلہ خیالات دو روز تک چار سے چھ گھنٹے تک ہوتا رہا۔ انہیں بعض کتب بھی مطالعہ کے لئے دی گئیں۔" [2]

یہ شرمناک سلسلہ کافی عرصے تک جاری رہا اور فلسطینی پناہ گزین ایک طویل مدت تک قادیانیوں کی استحصالی زد میں رہے۔ چوہدری محمد شریف ۱۵ اگست ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۴۹ء تک کے عرصے کی اسرائیل سے پاکستان روانہ کی گئی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ وہ لٹے پٹے فلسطینیوں کو جنگ کے ایام میں بدستور

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۳ [2] الفضل لاہور ۲۲ مارچ ۱۹۴۹ء

تبلیغ کرتے رہے۔ فرماتے ہیں۔

"ہماری آنکھوں کے سامنے شہر گر گئے آبادیاں ویران ہو گئیں ان ایام میں جب کہ چاروں طرف گولیاں برستی تھیں اور ہر رات معلوم ہوتا تھا کہ صبح ہم پر طلوع ہو گی یا نہیں۔ دعوت احمدیت کا کام باوجود محصور ہونے کے جاری رکھا"[1]

عرب افواج کی کارروائی

صیہونی مظالم اور توسیع پسندی کے نتیجے میں عرب افواج نے اسرائیل کے خلاف فوجی کارروائی کا فیصلہ کیا۔ جنگ کی ابتدا میں مصر نے صحرائے نقب کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ شمالی فلسطین میں مفتی اعظم کی افواج نے نمایاں کارنامے انجام دئے۔ عراقی فوجیں جنین، طولکرم اور نابلس کی مثلث پر قابض ہو گئیں۔ شامی افواج نے وادی اردن کے ایک اہم مورچے پر قبضہ کر لیا۔ اردن نے بیت المقدس کے نئے شہر کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ امریکی صیہونی اس صورت حال سے خاصے پریشان تھے۔ چونکہ اردنی افواج اس معرکے میں پیش پیش تھیں۔ اس لئے برطانیہ پر سخت تنقید کی جا رہی تھی۔ عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل اعظم پاشا نے اسرائیل کے خلاف عرب افواج کی کارروائی سے قبل برطانوی سفیر مقیم عمان سر ایلک کرک برائڈ سے مشورہ کیا اور یہ یقین دہانی حاصل کر لی کہ عرب افواج کے حملے کے وقت برطانوی فوج مصر کی رسل و رسائل کی لائن کو منقطع نہیں کرے گی۔ کرک نے لندن سے رابطہ قائم کیا۔ برطانوی فارن آفس نے ہدایت دی کہ عرب لیگ کو مطلع کر دیا جائے کہ برطانیہ جنگ میں ملوث نہیں ہوگا۔ برطانوی مدبروں نے بعد میں اعتراف کیا کہ یہ ایک سیاسی چال تھی۔ برطانیہ کو معلوم تھا کہ جنگ کے آغاز ہی میں اقوام متحدہ مداخلت کرے گا اور جنگ بند ہو جائے گی۔

برطانوی فارن آفس سکریٹری مسٹر بیون کے ڈپٹی سر ہیرلڈ بیلے نے واضح کیا کہ برطانیہ کا رویہ نہایت محتاط اندازوں پر مبنی تھا اس نے اردن کو اسلحے کی ترسیل بند کر دی تھی۔ اینگلو اردن معاہدے کے تحت اردنی فوج کو تربیت دینے والے برطانوی افسروں کو بھی واپس بلا لیا گیا تھا۔ ۱۱ رمئی ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ نے تمام محاذوں پر جنگ بند کرنے کے احکام جاری کر دئے۔ عبوری عرصے میں یہودیوں نے جنگ بندی کی کھلی

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ۱۳ ص ۱۲۱

خلاف دنیاں کیں اور فلسطین کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ فلسطین کا وہ علاقہ جو اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق عربوں کو ملنا چاہئے تھا اس کا آدھے سے زیادہ حصہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ باقی اردن کے مغربی ساحل اور غزہ کی پٹی میں مدغم ہو گیا۔ دس لاکھ سے زائد فلسطینی عرب اردن اور دوسرے عرب ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔[1]

مرزا محمود کا پمفلٹ

۱۹ مئی ۱۹۴۸ء کو برطانوی انتداب کے خاتمے کے موقع پر مرزا محمود نے ایک مضمون "الکفر ملت واحدۃ" کے عنوان سے تحریر کیا۔ اس کا عربی ترجمہ بغداد سے شائع کیا گیا اور مشرق وسطیٰ کی پریس اور عرب زعماء میں اس کی وسیع تشہیر کی گئی۔ مضمون کا لب لباب یہ تھا۔

"وہ دن جس کی کتب سماوی میں سینکڑوں برس پہلے خبر دی جا چکی ہے وہ دن جو مسلمانوں کے لئے نہایت تکلیف دہ اور اندیشناک بتایا جاتا تھا معلوم ہوتا ہے آن پہنچا ہے فلسطین میں یہودیوں کو پھر سے بسایا جا رہا ہے۔ یہودیوں نے اسلام کی بڑی جائیدادیں چھین لیں اب یہ مقتدر حکومت کی صورت میں مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کرنے اٹھا ہے عربوں میں مقابلے کی طاقت نہیں ان کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ یا تو آخری جدوجہد میں فنا ہو جائیں گے یا اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کو ختم کر دیں گے۔ روس مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کے عمل کا محرک امریکہ کے عمل سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ پاکستان کے مسلمان اپنی جائیدادوں کا کم از کم ایک فی صد اپنی حکومت کو دے دیں اس سے کم از کم ایک ارب روپیہ جمع ہو گا جس کو دیکھ کر باقی اسلامی ممالک سے یقیناً پانچ چھ ارب روپیہ جمع ہو سکے گا جس سے فلسطین کے لئے یورپی ممالک کی مخالفت کے باوجود زیادہ سے زیادہ قیمت دے کر آلات جمع کئے جا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ حقیقی طور پر خطرے میں ہیں۔ مسلمان متحد ہو کر ان کی حفاظت کریں۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ایک دفعہ پھر فلسطین

---

[1] عرب اسرائیل کے تنازعوں اور بڑی طاقتوں کی ڈپلومیسی کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں (۱) برٹن اینڈ دی عربز، لندن ۱۹۶۵ء اور (۲) سٹرگل فار دی عرب ہیمن، لندن ۱۹۶۹ء ملاحظہ کریں۔ نیز ایس۔ فائیز کی تصنیف، دی عرب اسرائیل کونفلکٹ، عرب انفارمیشن سینٹر نیویارک ۱۹۶۴ء قابل مطالعہ ہے۔

میں آباد ہوں گے لیکن ہمیشہ کی حکومت عباد الصالحون کی ہے ۔اس پیش گوئی کا عرصہ تھوڑی سے کام لے کر تنگ کریں شاید اس قربانی سے مسلمانوں کی بے دینی اور دین سے ان کی بے ایمانی، ایمان سے اور ان کی سستی پستی سے اور ان کی بدعملی سعی پیہم سے بدل جائے[1] (ملخص)

۱۹۴۸ء میں جب عرب مشترکہ طور پر اسرائیل کے خلاف برسرِ پیکار تھی۔ قادیانیوں نے عرب ممالک میں اس پمفلٹ کو تقسیم کیا۔ نہایت محتاط طریقے سے ترتیب دیے گئے اس مضمون میں نہ تو صیہونی مظالم کی مذمت کی گئی اور نہ ہی نام نہاد ریاست اسرائیل کے قیام کی مخالفت کی۔ عربوں یا فلسطینی عوام کی قربانیوں اور ان کی جدوجہد آزادی کی حیثیت انداز میں حمایت کرنے کے برعکس مرزا محمود نے پاکستانی عوام کو جائیدادوں کا ایک فیصد حکومت کو پیش کرنے کی مضحکہ خیز، اور ناقابلِ عمل تجویز پیش کی۔ اس تجویز کو پیش کرتے وقت مرزا محمود نے یہ بھی نہ سوچا کہ پاکستان کے لٹے پٹے پناہ گزینوں کے پاس جائیدادیں ہیں ہی کہاں جو وہ حکومت کو پیش کریں اور پھر خالی خولی جائیدادیں دینے سے کوئی مقصد حل نہیں ہو سکتا۔ یہ صدر انجمن احمدیہ کے نام وصایا نہیں تھے جو قصرِ خلافت کی تزئین و آرائش میں صرف ہوتے ہیں۔ مضمون سے صاف عیاں ہے کہ قادیانی خلیفہ اسرائیلی جارحیت کی مذمت کئے بغیر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ وہ عربوں کے مفاد میں آواز اٹھا رہا ہے۔ حالانکہ ایک ناقابلِ عمل تجویز پیش کر کے آپ نے ان کا مانہ انداز میں عربوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ یہودی مسئلے میں ان کے ہم نوا ہیں۔ دراصل اس بہروپ کا مقصد یہ تھا کہ عرب ممالک میں مستقبل میں استعماری اڈے قائم کئے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پمفلٹ کو نہ تو اسرائیل میں تقسیم کیا گیا اور نہ ہی صیہونیوں نے اس کا کوئی نوٹس لیا بلکہ یہودی قادیانی تعلقات اسرائیل کے قیام کے بعد کہیں زیادہ مستحکم ہو گئے۔

امریکی حاشیہ بردار

برصغیر کی تقسیم اور نئی اسلامی مملکت کے وجود میں آنے کے بعد عالمی سطح پر جو حالات پیدا ہو رہے تھے ان میں امریکہ اور روس کی سرد جنگ کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ روس نے دوسری جنگِ عظیم کے بعد اپنی حیثیت کو منوا کر دم لیا۔ امریکہ نے اسے جھکانے کے لیے نیٹو کی تنظیم کھڑی کی اس نے جواباً وارسا پیکٹ کا حصار قائم کیا۔ سرد جنگ کے اس ماحول میں پاکستان معرضِ وجود میں آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی قائداعظم کی عظیم قیادت اور رہنمائی سے

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ۳ صہ ۳۰۹

محروم ہو گیا۔ یہ ایک عظیم سانحہ تھا۔ آپ کے بعد ملت کی قیادت کا فریضہ لیاقت علی خان نے ادا کیا۔

امریکہ اور روس کی آویزش کے اثرات برصغیر پر بھی پڑے۔ روس نے سب سے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو دورہ ماسکو کی دعوت دی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان اس دعوت کو قبول کر لیتا لیکن سر ظفر اللہ کے مشورے اور اس وقت کی قیادت کے مغربی اثرات پذیری کے باعث پاکستان سے انتہائی غیر ذمہ دارانہ حرکت سرزد ہو گئی۔

امریکی صدر ٹرومین نے اسی اثنا میں لیاقت علی خان کو دورہ امریکہ کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ اور ماسکو کی بجائے واشنگٹن چلے گئے۔ روس نے شکوہ کیا کہ اسے دھوکہ دیا گیا ہے وہ اس کی ذمہ داری مرحوم لیاقت علی خان، سر ظفر اللہ خان اور بعض سابق برطانوی سامراجی دفتر شاہی کے مہروں پر ڈال کر خاموش ہو گیا۔ سر ظفر اللہ جو اس زمانے میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خالقوں میں سے تھے انہیں اپنی پرانی جبلی انگریز دوستی اور امریکہ نوازی کے علاوہ یہ بھی کشش نظر آ رہی تھی کہ وہ جماعت احمدیہ کے ذریعے یورپ اور امریکہ میں "تبلیغ" کر سکیں گے۔ اور "احمدیت کا پیغام زمین کے آخری کناروں تک پہنچا دیں گے" بہرحال ان کی یہ عقیدت مندی بھی پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خطوط کی تشکیل پر پوری طرح اثر انداز ہوتی رہی اور پاکستان آزادانہ اور حقیقت پسندانہ خارجہ پالیسی کی بجائے عالمی کشمکش میں افراط و تفریط کا شکار ہو گیا[1]

۱۹۵۲ء میں مرحوم خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں جب پاکستان کو پہلی بار غذائی بحران کا سامنا کرنا پڑا تو امریکہ کھل کر سامنے آ گیا۔ اس نے ۱۹۵۳ء کے اپریل، مئی میں گندم اور دوسری اجناس کے ذریعہ سفارتی جارحیت کی۔ پاکستان کے سیاسی حلقوں میں سر ظفر اللہ کو "امریکی مہرہ" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اس کے وجود نامسعود اور امریکی امداد کو لازم و ملزوم قرار دیا جاتا تھا۔ بین الاقوامی سطح پر ظفر اللہ سازش کر رہا تھا اور ملک کے اندر سامراجی طاقتوں کی شہ پر قادیانی خلیفہ مرزا محمود پہلے کشمیر اور پھر بلوچستان میں قادیانی سٹیٹ قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے اور جماعت کو ان طاقتوں میں ایک بیس بنانے پر اکسا رہے تھے[2]

---

[1] نوائے وقت لاہور، یکم فروری ۱۹۶۳ء

[2] منیر رپورٹ ۱۹۵۳ء۔ نیز: الفضل لاہور ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء

۱۹۵۲ء کے بعد پاکستان کی خارجہ پالیسی مسلسل ناکامیوں کا شکار رہی اور اسے امریکی بلاک کا حاشیہ نشین سمجھا جانے لگا۔ عرب ممالک کے ساتھ تعلقات خاص طور پر فروغ نہ پا سکے۔ ۱۹۵۲ء میں سر ظفر اللہ مصر گئے اور جنرل نجیب سے ملاقات کی۔ عوامی سطح پر آپ کی آمد کے خلاف نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے۔ مصر کے اخبار السیوم نے ۲۶ جون ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں مفتی مصر شیخ محمد مخلوف کا قادیانی تحریک کے بارے میں ایک پُر مغز مقالہ شائع کیا۔ جس میں بلاواسطہ طور پر پاکستان اور اس کے وزیر خارجہ کی سرگرمیوں پر تنقید کی گئی تھی۔ سامراج مخالف عرب پریس نے اسی نوع کے تبصرے کئے جس سے عرب ممالک سے تعلقات متاثر ہوئے۔

تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) مرزا محمود کی سیاسی ناعاقبت اندیشیوں اور سر ظفر اللہ کی جارحانہ تبلیغی مہم کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔ پنجاب میں یہ لاوا آتش فشاں بن کر پھٹا۔ قادیان مخالف تحریک چلی۔ صوبے میں مارشل لاء لگا۔ جب طوفان تھما اور تحقیقاتی عدالت نے کام شروع کیا تو مسلم زعماء نے عدالت کے سامنے بیان دیا کہ سر ظفر اللہ امریکہ، برطانیہ اور اسلام دشمن طاقتوں کے گماشتے ایجنٹ ہیں اس لئے ان کو وزیر خارجہ کے عہدے سے فی الفور ہٹایا جائے۔[1] اس تحریک کی گونج مشرق وسطیٰ میں بھی سنائی دی۔ عرب پریس نے قادیانی تحریک کے مذہبی اور سیاسی مضمرات پر مقالات شائع کئے۔

تحریک کے دوران برطانیہ نے کامن ویلتھ کے ناطے سے پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ احمدیہ اقلیت کو تحفظ بہم پہنچایا جائے۔ واشنگٹن میں متعین قادیانی مبلغ خلیل احمد ناصر نے سی آئی اے کی امداد کے حصول کے لئے پارک وے میموریل کے چکر لگائے۔ اسرائیل میں امریکہ کے پہلے سفیر جیمز میکڈانلڈ نے اسرائیل میں قادیانی مبلغ چوہدری شریف کو بار بار شرف ملاقات بخشا۔ اسرائیل نے اپنے آقاؤں کی معرفت پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ احمدیوں کو تحفظ دیا کرے۔ سامراجی صیہونی پریس میں انسانیت اور ہمدردی کے اعلیٰ آدرشوں کی آڑ لے کر قادیانیوں کو اخلاقی مدد بہم پہنچائی۔

سیٹو میں شمولیت

مرحوم خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ کا چراغ گل ہونے کے بعد ان کی جگہ محمد علی بوگرہ مرحوم کو امریکہ سے درآمد کر کے وزیر اعظم بنایا گیا۔ امریکہ کی

---

[1] الصلح کراچی۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۳ء

گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہو گئی۔ امریکی وزیر خارجہ جان فاسٹر ڈلس نے اس کو انتہا تک پہنچا دیا۔ پاکستان سینٹو اور سیٹو کا ممبر بن گیا۔ سیٹو میں پاکستان کو پھنسانے میں سر ظفر اللہ کی سازش کار فرما تھی۔ پاکستان کے مشہور صحافی جناب مظہر علی نے قادیانی سازش کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

جس وقت یہ معاہدہ عمل میں آیا تھا اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم محمد علی بوگرہ مرحوم تھے اور وزیر خارجہ سر ظفر اللہ۔ سر ظفر اللہ اس معاہدے کی تکمیل کے لئے پاکستان کی طرف سے معاہدے کے مسودے پر دستخط کرنے کے مجاز تھے۔ جب انہوں نے معاہدے کی اس شق کو قبول کر کے دستخط کر دئے جس کے مطابق معاہدہ صرف کمیونسٹ بلاکوں کی طرف سے حملے کی صورت میں کارگر ہو سکتا تھا تو میں (مظہر علی) نے محمد علی بوگرہ مرحوم کو اس بارے مطلع کیا۔ وہ یہ جان کر بہت برہم ہوئے کیونکہ یہ سراسر ان کے منشا کے خلاف تھا انہوں نے فوری طور پر تمام وزیروں کو بلایا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ نیز ظفر اللہ کو ایک کیبل اس مضمون کا روانہ کیا کہ معاہدے کی یہ شرط قابل قبول نہیں ہے اور حکومت پاکستان اس شق پر دستخط کرنے کے حق میں نہیں ہے۔ اس کی بجائے یہ ہونا چاہئے کہ حملہ آور کوئی ملک بھی ہو معاہدے میں شامل ممالک اس کے خلاف مشترکہ جدوجہد کریں گے اور اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہونی چاہئے۔[1] لیکن ظفر اللہ نے اپنے سامراجی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے جو کچھ کرنا تھا وہ کر گزرے۔

امریکہ اور روس کی سرد جنگ کے اثرات مشرق وسطیٰ میں نمودار ہوئے قومی انقلابات اور سیاسی دفاعی معاہدات عمل میں آنے لگے۔ مصر میں ۱۹۵۴ء جب کرنل ناصر نے اقتدار سنبھالا تو سیاسی اور نظریاتی کشمکش عروج پر تھا۔ اس تصادم کے نتیجے میں مصر، انڈونیشیا وغیرہ میں بعض اسلامی تحریکات اٹھیں جنہوں نے مسلمانوں کی قیادت کا اہم کام انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا۔ قادیانیوں نے دنیا کی تمام اسلامی تحریکات کے خلاف مذموم پروپیگنڈا کیا۔[2] اور اسرائیل مشن کی معرفت ان تحریکوں کے خلاف مختلف قسم کی سازشیں کیں۔ قادیانیوں نے الزام لگایا کہ یہ دینی تحریکیں اشتراکی اور فاشی کلیسائی جبریہ کے نظریے سے متاثر ہو کر پیدا ہوئی ہیں اور ایسا انتشار پھیلا رہی ہیں جس کا فائدہ اشتراکیت اور دہریت کو ملے گا۔[3]

---

1 ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۹ نومبر ۱۹۷۰ء   2 قادیانی جریدہ روزنامہ مصلح کراچی ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۳ء

3 الفضل ربوہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۵ء

مرزا محمود کا دورہ دمشق

۱۹۵۵ء میں مرزا محمود نے علاج کے بہانے یورپ جانے کا اعلان کیا۔ ربوہ میں اس سال کے اوائل سے قادیانی پاپائیت کے خلاف تحریک جاری تھی جس میں حکیم نورالدین کے بیٹے پیش پیش تھے۔ ان امور کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آپ اپنے سیاسی دورے پر چل پڑے جس کا ایک مقصد مشرق وسطیٰ میں قادیانی مشنوں کی کارکردگی کو بہتر بنانا اور اسلامی تحریکوں کو سبوتاژ کرنے کے اقدامات کرنا تھا۔ ۲۹ر اپریل ۱۹۵۵ء کو آپ ربوہ سے روانہ ہوئے۔ یکم مئی کو دمشق پہنچے۔ ایک ہفتہ دمشق میں رہے۔ اور اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسرائیلی جماعت اور اس کے مبلغ چوہدری شریف سے رابطہ قائم کیا۔ آپ نے اسرائیلی صدر بن زیوی اور وزیر خارجہ موشے شیریٹ کو اہم پیغامات بھجوائے۔ ۷ر مئی کو آپ بیروت پہنچے۔ جہاں سے یورپ کے لئے روانہ ہوئے۔ سوئٹزرلینڈ میں قادیانیوں کی ایک اہم خفیہ کانفرنس بھی ہوئی۔ جس میں سر ظفر اللہ اور یورپ کے دیگر قادیانی زعماء نے شرکت کی۔[1]

قادیانی مبلغ کی اسرائیلی صدر سے ملاقات

یورپ کے پہلے دورے (۱۹۲۴ء) کی طرح موجودہ دورے میں مرزا محمود نے اپنے سیاسی پلان میں مشرق وسطیٰ کو خاص اہمیت دی۔ اس علاقے کے مشنوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے بعد بعض اہم اقدامات کئے گئے۔ نومبر ۱۹۵۵ء میں چوہدری شریف کی جگہ جلال الدین قمر کو اسرائیل میں نیا مبلغ مقرر کیا گیا۔ چوہدری صاحب ۱۹۳۸ء سے اسرائیل میں مامور تبلیغ تھے۔

شیخ نور احمد اور رشید چغتائی اسرائیل سے پاکستان آنے تک (۱۹۵۱ء) ان کے ساتھ کام کرتے رہے تھے۔ چوہدری صاحب بھی اسرائیل سے پاکستان آ گئے۔ یہ تینوں مبلغ تادم تحریر (جنوری ۱۹۷۸ء) ربوہ میں موجود ہیں۔ اور جلال الدین قمر جو ۱۹۵۵ء سے اسرائیل مشن کے انچارج ہیں ان کا سارا خاندان ربوہ میں ہے۔ بہرحال چوہدری شریف اسرائیل سے پاکستان آنے لگے تو اسرائیلی صدر بن زیوی نے ان کو خصوصی پیغام ارسال کیا کہ وہ وطن جانے سے پہلے ان سے ضرور ملیں۔ اسرائیلی صدر کا یہ اشتیاق بعض اہم حقائق کا عکاس ہے۔ ۲۰ر نومبر کو چوہدری صاحب نے ان سے ملاقات کی۔ مرزا محمود نے خطبہ جمعہ مورخہ ۹ر ستمبر ۱۹۵۰ء میں اس ملاقات کا ذکر بڑے فخر و مباہات سے کیا ہے۔[2]

---

[1] الفضل ربوہ ۱۰ر مئی ۱۹۵۵ء [2] تاریخ احمدیت جلد ہفتم ص ۵۰۰

مرزا غلام احمد کے پوتے مرزا مبارک احمد نے اپنی کتاب "اور فارن مشنز" (ہمارے بیرونی مشن) میں چوہدری شریف کی اسرائیل سے روانگی اور اسرائیلی صدر سے ملاقات کو ان الفاظ میں رقم کیا ہے:۔

"قارئین ایک چھوٹے سے واقعے سے ہمارے مشن کی پوزیشن کا اندازہ لگا سکیں گے جو اسے اسرائیل میں حاصل ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہمارے مشنری چوہدری محمد شریف تحریک کے ہیڈ کوارٹر پاکستان آنے لگے تو اسرائیل کے صدر نے انہیں پیغام ارسال کیا کہ وہ جانے سے قبل انہیں ملیں۔ چوہدری محمد شریف نے موقع سے فائدہ اٹھا کر قرآن حکیم کے جرمن ترجمے کی ایک کاپی آپ کو پیش کی جو آپ نے بخوشی قبول کی۔ یہ انٹرویو اور اس کے احوال اسرائیلی پریس اور اسرائیلی ریڈیو نے نشر کیے۔"[1]

چوہدری صاحب کے اسرائیل سے پاکستان آنے سے تقریباً ایک ماہ قبل سر ظفر اللہ دمشق پہنچے۔[2] آپ اس وقت عالمی عدالت کے جج تھے۔ قیام دمشق آپ نے احمدیہ مشن کے اراکین سے رابطہ قائم کیا۔ اور کچھ عرصہ قیام کے بعد یورپ چلے گئے۔

چوہدری شریف کے پاکستان پہنچنے پر الفرقان ربوہ نے ایک خصوصی مضمون "فلسطین میں تبلیغ اسلام" کے زیر عنوان شائع کیا۔ اس میں جالندھری اللہ دتہ مدیر الفرقان نے لکھا۔

"مولانا محمد شریف صاحب فلسطین مشن کے انچارج ہوئے آپ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۵۵ء تک اس مشن میں فریضہ تبلیغ انجام دے کر ابھی حال ہی میں واپس آئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ (آپ مع اہل و عیال واپس آئے ہیں۔ اور ان کی جگہ اس مشن کے انچارج مولانا جلال الدین صاحب قمر مقرر ہوتے ہیں۔[3]

اسرائیلی امداد

۱۹۵۶ء میں نہر سویز کے مسئلے پر جنگ چھڑ گئی۔ قادیانی مشن اسرائیل نے سامراجی طاقتوں کی اسی طرح سے مدد کی جیسے جنگ عظیم اول اور دوم میں کی جا چکی تھی۔ اسرائیل نے قادیانیوں کی خدمات کو خاص طور پر سراہا۔ جنگ کے کچھ عرصہ بعد، ۱۹۵۷ء میں مرزا مبارک احمد نے "اشاعت اسلام اور ہماری ذمہ داریاں" کے عنوان سے جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے اسرائیلی حکومت اور قادیانی مشن کے مابین تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

---

[1] مرزا مبارک احمد، اور فارن مشنز، ربوہ ۱۹۶۵ء ص ۷۹ [2] الفضل ربوہ ۱۳ ستمبر ۱۹۵۵ء

[3] الفرقان ربوہ - فروری ۱۹۵۶ء

اس وقت فلسطین میں جو چند مسلمان باقی ہیں ان کی تسلی اور تعاون صرف ہمارے مشن کے ذریعے ہی ہے جو مسلمانوں کی بہبود اور ترقی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ گزشتہ دنوں ہمارے مبلغ نے حیفہ کے میئر سے ملاقات کی اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ چنانچہ ہماری تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر انہوں نے کہا کہ وہ کبابیر میں مدرسہ کی عمارت بنا کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور کہا کہ میں کبابیر ملنے کے لئے آؤں گا چنانچہ بعد میں وہ مقررہ تاریخ پر چار دیگر معززآدمیوں سمیت آئے جن میں مہندس البلادیہ بھی تھا اس موقع پر جماعت کے دوستوں اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی۔ واپسی سے قبل میئر صاحب نے مشن کے رجسٹر میں عمدہ تاثرات کا اظہار کیا۔

ہمارے دار التبلیغ میں ایک صحافیہ ملنے کے لئے آئی جس نے تبادلہ خیالات کیا اور بعد میں ہمارے مبلغ مسجد اور مشن ہاؤس کی تصاویر ایک اخبار میں شائع کریں۔ اور جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔"[1]

پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ سے ایک ماہ قبل ظفر اللہ کی صدارت میں لندن میں ایک کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن میں جو قراردادیں پاس ہوئیں ان میں سے ایک خاصی تشویشناک تھی۔ اخبار جنگ لکھتا ہے:۔

"کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسراقتدار آجائے تو زیادہ دولت پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔"[2]

قادیانیوں کی اقتدار حاصل کرنے کی قدیمی خواہش اور جنگ ستمبر میں ان کے مذموم کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے آغا شورش کاشمیری مرحوم نے لکھا ہے کہ:۔

"مرحوم نواب کالاباغ نے ان سے ذکر کیا کہ قادیانی حصول اقتدار کے لئے ایک سازش کے تحت کشمیر میں فوجی کارروائی کرنا چاہتے تھے۔ یہی بات مرحوم کالاباغ نے محترم مجید نظامی ایڈیٹر نوائے وقت کو بتائی۔ آپ مزید رقمطراز ہیں کہ ڈاکٹر جاوید اقبال کو سر ظفر اللہ نے امریکہ میں صدر ایوب کے نام پیغام دینے کو کہا کہ پاکستان کشمیر پر

---

[1] مرزا مبارک احمد۔ اشاعت اسلام اور ہماری ذمہ داریاں۔ ربوہ ص ۱۱

[2] روزنامہ جنگ راولپنڈی۔ ۲۰ اگست ۱۹۶۵ء

چراغاں کر رہے ہیں بین الاقوامی سرحدوں کے آلودہ ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ۔ آنجہانی جنرل اختر ملک اس سازش کے پیش پیش تھے ۔ اس استعماری منصوبے کا مقصد پنجاب کی بالادستی کا خاتمہ، شکست اور باقی مغربی پاکستان کی شکست و ریخت کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان کو الگ کرنا تھا۔[1]

خلیج فارس میں تخریب کاری

جنگ عظیم کے زمانے میں بہت سے قادیانی ایران میں موجود تھے جو خلیج فارس میں اسرائیلی مفادات کی تکمیل میں مصروف تھے ۔ ان کے جیوش ایجنسی تہران اور ورلڈ جیوش کانگرس کے تہران آفس سے گہرے روابط تھے ۔ اور انہی کے اشارے پر کام کرتے تھے ۔ جنگ کے بعد ان میں سے بیشتر قادیانیوں نے اسرائیل میں سکونت اختیار کر لی اور عرب اسرائیل جنگ (۱۹۶۷ء) سے قبل عرب علاقوں میں سازش اور جاسوسی میں ملوث رہے ۔ ایران سے ان قادیانیوں کے ۱۹۶۵ء میں اسرائیل جانے اور وہاں قیام کرنے کا انکشاف یہودی مصنف جیکب ایم لانڈاؤ نے اپنی کتاب اسرائیل میں عرب میں کیا ہے ۔ اس نے لکھا ہے ۔

"۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو اسرائیل میں غیر یہودی افراد کی تعداد تین لاکھ ستائیس تھی جو تمام عرب تھے اور ایران سے آنے والے کچھ سو احمدی یہاں موجود تھے ۔"[2]

عرب اسرائیل جنگ ۱۹۶۷ء

۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی پسپائی پر علاقہ کا بیرا اسرائیل کے قادیانیوں نے جشن مسرت منایا اور چراغاں کیا۔[3] پاکستان کے قادیانیوں اور ان کے خلیفہ ناصر احمد نے اس موقع پر معنی خیز خاموشی اختیار کئے رکھی، اور اپنی سابقہ روش کے مطابق صیہونی جارحیت کے خلاف کوئی بیان نہ دیا اور نہ ہی عربوں کے حق میں کوئی آواز اٹھائی جب کہ پاکستان نے فلسطینی مجاہدین اور عرب ممالک کے حق میں زبردست مہم چلائی ۔ اور بین الاقوامی اداروں میں اسرائیلی جارحیت کی مذمت کی ۔ اس حمایت کا یہودیوں نے پورا

---

[1] آغا شورش کاشمیری مرحوم، عجمی اسرائیل، لاہور، ص ۲۵ غیر قادیانی عزائم کی جھلک کے لئے ملاحظہ فرمائیے موجودہ حالات اور اسمٰعیل عثمانی کا نقشہ جمہوریہ لاہور ۔ [2] جیکب ایم لانڈاؤ (Jacob M. Landau) دی عربز ان اسرائیل اے پولیٹیکل سٹڈی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن ۱۹۶۹ء ص ۳ ۔

[3] آغا شورش کاشمیری، عجمی اسرائیل، لاہور ۱۹۶۸ء ص ۱۱۶

پورا نوٹس لیا اور اپنی برہمی کا اظہار کیا۔ برطانیہ کی صیہونی یہودی تنظیموں کی آواز ہفت روزہ "جیوش کرانیکل" لندن نے ۹ راگست ۱۹۶۷ء کے شمارے میں سابق وزیر اعظم اسرائیل بن گوریان کی سوربن یونیورسٹی پیرس میں کی گئی عرب اسرائیل جنگ ۱۹۶۷ء کے موضوع پر ایک تقریر نقل کی جس میں صیہونی رہنما نے پاکستان کے اسرائیل کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"عالمی صیہونی تحریک کو چاہئے کہ اپنے خلاف پاکستانی خطروں سے غافل نہ ہو۔ بلکہ اب پاکستان اس کا سب سے پہلا نشانہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ عقائد اسلام پر مبنی یہ حکومت ہمارے وجود کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ تمام پاکستانی باشندے یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور عربوں سے محبت و ہمدردی رکھتے ہیں۔ عربوں کے لئے پاکستان کی یہ محبت و ہمدردی اسرائیل کے حق میں خود عربوں سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے عالمی صیہونیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدام کرے"۔[1]

بن گوریان نے آگے کہا کہ چونکہ ہندوستان کے ہندوؤں میں دلوں میں پاکستان سے نفرت ہے۔ اس لئے اس کو بہترین اڈہ بنایا جائے۔

امریکی یہودی پروفیسر ہرزر ([illegible]) جو فوجی امور کا ماہر ہے اپنی کتاب "تعریف العسکریۃ فی الشرق الاوسط" کے صفحہ ۲۱۵ پر پاکستانیوں کے خلاف زہر اگلتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"پاکستانی فوج کے قلوب رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہی وہ جذبہ ہے جو پاکستان اور عربوں کے درمیان بندھنوں کو مضبوط کرتا ہے۔ یہ جذبہ عالمی صیہونیت کے لئے ایک خطرۂ عظیم ہے اور اسرائیل کی توسیع کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ اس لئے یہودیوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس جذبۂ محبت کے تمام ذریعوں کو کمزور تر کریں۔ اور وہ تبھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں"۔[2]

قادیانی مشن کے ذریعہ صیہونی یہ دونوں مقاصد حاصل کر سکتے تھے۔ ان مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے اسرائیل کی صیہونی ریاست نے قادیانی مشن کی زبردست پشت پناہی کی یہی وجہ ہے کہ اس جنگ کے بعد انتہائی ظالمانہ طریقوں سے یہودیوں نے فلسطینی عربوں کو ان کی سرزمین سے باہر نکالا سینکڑوں شہید کر دئے گئے

---

[1] بحوالہ الفلسطینی، بیروت جنوری ۱۹۷۰ء [2] ایضاً

ہزاروں بے گھر ہوئے ان کا صرف یہ جرم تھا کہ وہ ختم المرسلینؐ کے نام لیوا تھے لیکن قادیانی مشن نے دن بدن ترقی کی۔ ظاہر ہے کہ یہودی اپنی تمام عصبیتوں کے تحت اسرائیل میں جمع ہیں۔ وہ اپنی نام نہاد نظریاتی ریاست میں کسی ایسے مذہبی یا سیاسی گروہ کو پھلنے پھولنے کی اجازت دے سکتے ہیں جو اسلامی نظریات کا پرچار کرے اور ان کی حق بقا کے لئے خطرہ کا موجب بنے۔ عیسائی مشنریوں نے بہت سے مواقع پر مطالبہ کیا کہ اسرائیلی انہیں تبلیغ کی اجازت نہیں دیتے[1] لیکن قادیانی مشن بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

مرزا ناصر کا دورہ یورپ

۱۹۶۷ء کی جنگ کے تھوڑا عرصہ بعد قادیانی خلیفہ ناصر احمد یورپ کے دورے پر روانہ ہوئے۔ سر ظفر اللہ لندن میں موجود تھے۔ اس وقت کے پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین ایم ایم احمد بھی سرکاری دورے پر لندن پہنچ گئے۔ لندن میں سامراجی اور صیہونی نمائندوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کے نتیجے میں پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے، عرب ریاستوں میں سازشیں پروان چڑھانے اور افریقہ میں اسرائیل لابی تیار کرنے کا جامع منصوبہ مرتب کیا گیا۔

افریقہ میں صیہونی لابی

افریقہ میں قادیانی عزائم کا مختصر ذکر کیا جا چکا ہے اور برطانوی نوآبادیات میں ان کی سرگرمیوں پر اجمالی گفتگو ہو چکی ہے۔ عرب اسرائیل جنگ ۱۹۶۷ء سے بہت پہلے قادیانیوں نے افریقہ میں مضبوط تبلیغی مراکز قائم کر رکھے تھے جن سے سامراج اور صیہونیت کے سیاسی پروگرام کی تکمیل کا کام لیا جاتا تھا۔ جنگ کے بعد ان کی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا کیونکہ اسرائیل نے اس براعظم میں اثر و نفوذ پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ قادیانی افریقی ممالک میں پاکستان کو قادیانی مرکز اور قادیانی سٹیٹ کے طور پر پیش کرتے رہے۔ انہوں نے سامراجی مفادات کے تحفظ کے لئے عیسائی مشنریوں کے ساتھ مل کر کئی تحریکات چلائیں۔ نائیجیریا کے مرحوم وزیر اعظم ابوبکر تفاوا بلیوا اور احمدو بیلو شہید کے خلاف ایسی مذموم تحریکات چلائی گئیں[3] پیرس کے غیر جانب دار جریدے لی مونڈ

---

[1] روزنامہ مارننگ نیوز کراچی ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء [2] آغا شورش کاشمیری، عجمی اسرائیل، لاہور ص ۱۱۹

[3] القارۃ الافریقیۃ بین التغلغلات الاستعماریۃ والوجہۃ التحرری، ڈاکٹر سعید فوزی کرابلیس ۱۹۶۸ء ص ۱۱۳، ۲۱۱۔ بحوالہ چٹان لاہور ۲ فروری ۱۹۷۰ء

اور جانے افریقہ سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ قادیانیوں نے برطانوی حکومت کے ساتھ مل کر ان دو عظیم مسلمانوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کیا اور لائبیریا میں حبیب محمد ابوبکر تفادا اور الحاج بلو کی شہادت پر سرکاری طور پر گھی کے چراغ جلائے گئے تو لائبیریا کے عیسائی مشنری ادارے تو خاموش رہے لیکن وہاں پر قادیانیوں اور بہائیوں کے مرکز نے اس خوشی میں لائبیریا کی اسرائیل نواز حکومت کا پورا ساتھ دیا۔ [1]

عرب اسرائیل جنگ کے بعد سر ظفر اللہ نے جنوبی افریقہ کا دورہ کیا۔ اخبار مشرق لاہور نے اے پی پی اور رائٹر کے حوالے سے یہ خبر دی۔

پریٹوریا ۲۰ نومبر (اے پ۔ رائٹر) عالمی عدالت کے جج سر محمد ظفر اللہ جنوبی افریقہ کے مختصر دورے پر آج جب کیپ ٹاؤن پہنچے تو یہاں کے ۲۵ ہزار مسلمانوں نے ان کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ سر ظفر اللہ کے بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ گزشتہ دنوں مقامی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے مشترکہ اجلاس میں کیا گیا۔ مقامی مسلمانوں نے جو سر ظفر اللہ کے احمدیہ فرقہ کو مسلمان تسلیم نہیں کرتے اس بات پر بھی نفرت کا اظہار کیا ہے کہ سر ظفر اللہ نے جنوبی افریقہ کا دورہ کیا حالانکہ پاکستان نے آج تک اس ملک سے سفارتی تعلقات قائم نہیں کئے ہیں۔ وہ (پاکستان) جنوبی افریقہ سے بائیکاٹ کے سلسلے میں ابتدا ہی سے شامل ہے۔ سر ظفر اللہ کیپ ٹاؤن پہنچے تو مسلمانوں نے اپنے فیصلے کے مطابق ان کا بائیکاٹ کیا۔ سر ظفر اللہ یہاں جس ہوٹل میں ٹھہرے وہ صرف گورے لوگوں کے لئے مخصوص ہے انہوں نے آج جنوبی افریقہ کی عدالت عالیہ کے چیف جج سر کلشائن کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ جس میں کہا کہ جنوبی افریقہ کی حکومت نے ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیا ہے وہ اس سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور وہ پاکستان اور جنوبی افریقہ کے درمیان تعلقات بہتر بنانے کے لئے اپنی بساط سے بڑھ کر کوشش کریں گے۔

ظفر اللہ خان اس سے قبل جوہنسبرگ قیام کر چکے ہیں جہاں شہر کے گورے میئر نے ان کے اعزاز میں دعوت دی تھی کیپ ٹاؤن میں احمدیہ فرقہ کے ایک سرکردہ رہنما شیخ ابوبکر بخار نے ظفر اللہ خان کے اعزاز

---

[1] ... افریقیہ بین التعلقات الاستعماریہ والوجہ التحرری، ڈاکٹر سعید خوری کراما پریس ۱۹۶۰ء

[2] ... روزنامہ ... لاہور ۱۰ فروری ۱۹۶۰

میں ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں ممتاز گورے شہریوں کے علاوہ بعض سیاہ فام باشندوں کو بھی مدعو کیا گیا ہوا۔[1]

جنوبی افریقہ آج بھی استعمار کا ایک اڈہ ہے پاکستان نے اس کی نسل پرست سرکار کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اور نہ ہی تعلقات پیدا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا جنوبی افریقہ کی معدودہ وہ سفید حکومت کے اسرائیل سے گہرے تعلقات ہیں۔ کئی سالوں سے قادیانیوں کا ایک مضبوط مشن جنوبی افریقہ میں موجود ہے۔ اس کی ترقی میں قادیانی مبلغ ایم۔ جی۔ ابراہیم نے اہم خدمات انجام دیں انہوں نے اسرائیل اور جنوبی افریقہ کے تعلقات کے فروغ کے لئے بڑا کام کیا۔

اپریل ۱۹۷۰ء میں خلیفہ ناصر احمد نے گھانا۔ نائیجیریا اور دوسرے افریقی ممالک کا دورہ کیا۔ اس دورے کے بعد لندن پہنچ کر نصرت جہاں فنڈ کے قیام کا اعلان کیا۔ آپ کی اپیل پر فوراً ۲۸ ہزار پونڈ کی ادائیگی کے وعدے ہو گئے۔ اور تین چار ہزار پونڈ جمع ہو گئے۔[2]

افریقہ میں قادیانیوں اور اسرائیلیوں کے مفادات مشترک ہیں وہ اس علاقے میں سامراجی طاقتوں کے نوآبادیاتی عزائم کو پورا کرنے کے لئے سیاسی اور معاشی تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان طاقتوں کے جانشین بن کر افریقہ کی انقلابی تحریکات اور افریقی عوام کی سامراج دشمن جدوجہد کو ناکام بنا سکیں۔ قادیانیوں کی یہ سر توڑ کوشش ہے کہ اس علاقے کو مشرق وسطیٰ سے الگ کر کے اپنے حلقہ اثر میں لایا جائے اور اسے استعماری اڈہ بنا کر عرب ممالک کی سالمیت اور بقا کے خلاف سازشیں کی جائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل کو افریقی اتحاد کے باعث سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی لئے آج کل وہ اس علاقے میں اثر و نفوذ کے لئے پہلے سے زیادہ کوشاں ہیں۔ اسرائیل کی بعض کثیر الاقوام ([illegible]) کمپنیاں قادیانی مشنوں کی مالی سرپرستی کر رہی ہیں اور قادیانی عناصر کو فوج میں بھرتی کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مستقبل میں اقتدار پر قبضہ کرنے کی راہ ہموار کی جائے اور ان ممالک میں باہمی کشیدگی برقرار رکھی جا سکے۔

---

[1] اخبار مشرق لاہور ۳ نومبر ۱۹۶۶ء

[2] الفضل ربوہ، ۲۹ جولائی ۱۹۷۳ء

تل ابیب کے ایجنٹ

ایوب خان مرحوم کے خلاف عوامی تحریک کے دوران اسرائیل کے صیہونیوں کے ایماء پر قادیانی پاکستانی سیاست میں مداخلت کرتے رہے۔ احمدی مرزائی این۔ اے۔ فاروقی اور ایم ایم احمد سامراج کے مہرے اور تل ابیب کے آلۂ کار تھے۔ مولانا فرید احمد مرحوم اپنی کتاب "سورج بادلوں کی اوٹ میں" میں تحریر فرماتے ہیں کہ موتمر عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل، جناب عنایت اللہ نے انہیں کراچی میں بتایا کہ یہودی ایم ایم احمد کی معرفت اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ انہیں تل ابیب سے ہدایات ملتی ہیں۔ قادیانیوں اور یہودیوں کی سازباز اتنی عیاں ہے کہ نظرانداز نہیں کی جا سکتی۔[1]

مولانا مرحوم مزید لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک دوست کو سازشیوں کے ایک بین الاقوامی گروہ کے بارے میں معلومات مہیا کیں اور قادیانیوں کے رول سے آگاہ کیا۔[2] یحییٰ کے مارشل لاء سے تین روز قبل ۲۲ مارچ ۱۹۶۹ء کو مشرقی پاکستان میں علماء کے ایک اجتماع سے آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان کا عالمی سیاست میں ایک منفرد کردار ہے اور اس کے خلاف بین الاقوامی صیہونی سازش جاری ہے کیونکہ وہ اسرائیل کے خلاف جنگ کی پشت پناہی کرتا ہے اور سرکاری محکموں میں قادیانیوں کے روپ میں اس کے ایجنٹ موجود ہیں۔[3]

یہودی ادارے فورڈ فاؤنڈیشن کا آلۂ کار

بین الاقوامی سطح پر سر ظفر اللہ نے اپنے سامراجی صیہونی آقاؤں کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا تو پاکستان میں اس مشن کی تکمیل میں ایم ایم احمد، پسر مرزا بشیر احمد ایم اے پیش پیش رہے۔ انہوں نے پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کو یہودی ادارے فورڈ فاؤنڈیشن کی وساطت سے اس نہج پر ڈھالا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کا معاشی فرق زیادہ سے زیادہ ہوتا چلا گیا۔ آپ منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین تھے۔ یہودی ادارے کے معاشی مشیروں اور ایم ایم احمد کی گاڑھی چھنتی تھی۔ کیونکہ کند ہم جنس باہم جنس پرواز کے مصداق یہ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔[4]

یحییٰ خان کے دور میں ایم ایم احمد پاکستانی سیاست میں مداخلت کرتے رہے ان کے شرمناک کردار کو کئی متعدد

---

[1] مولانا فرید احمد، دی سن بی ہائینڈ کلاؤڈز، ڈھاکہ ۱۹۷۰ء، ص ۹۵

[2] ایضاً " " " "

[3] ایضاً " " " "

[4] ہفت روزہ آؤٹ لک کراچی، ۲۲ جولائی ۱۹۷۲ء

سیاسی زعماء نے بے نقاب کیا خاص طور پر مارچ ۱۹۷۱ء میں ڈھاکہ میں مذاکرات کے موقع پر ان کی خفیہ چالیں اور مکروہ عزائم کھل کر سامنے آگئے جس کے نتیجے میں ملک کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مذاکرات کے موقع پر اخبار جنگ کراچی نے سیاسی مبصرین کے ایم ایم احمد کے بارے میں تاثرات کو نقل کرتے ہوئے لکھا:۔

"صدر کے اقتصادی مشیر ایم ایم احمد جو سیاسی بحران سے متعلق ہونے والی بات چیت کے موقع پر آج کل ڈھاکہ میں ہیں ان کی یہاں موجودگی سے انتہائی ذمہ دار سیاسی حلقوں میں شکوک کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہاں کے سیاسی اور دوسرے حلقوں میں مسٹر ایم ایم احمد کو ایوب حکومت کے دور سے پہلے مرکزی اقتصادی امور کے سیکرٹری اور ایوب حکومت کے دور میں منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے مشرقی پاکستان کی اقتصادی محرومی کا ذمہ دار اور سیاسی سازشوں کا معمار سمجھا جاتا ہے۔ ایوب خاں کے زوال کے بعد انہیں یہاں کے عوامی مطالبہ پر منصوبہ بندی کمیشن سے ہٹا دیا گیا تھا لیکن اس کے بعد زیادہ طاقت دے یعنی صدر کے اقتصادی مشیر کی حیثیت سے دوبارہ مسلط کر دیا گیا۔ اس تقرر کی یہاں (ڈھاکہ) مذمت بھی کی گئی تھی۔ پھر جب انہیں مشرقی پاکستان میں طوفان زدہ افراد کی آبادکاری کی رابطہ کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا تو بھی شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا۔ اب یہاں کے سیاسی بحران کے حل کے لئے ہونے والے مذاکرات کے موقع پر ان کی موجودگی کو بامعنی قرار دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ مسٹر ایم ایم احمد کو میٹروپولیٹن سیاسی گروپ کا سب سے طاقتور بیوروکریٹ ترجمان تصور کیا جاتا ہے۔ اور اسی گروپ کو ملک کے بحران کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے"[1]

مشرقی پاکستان کا المیہ

پاکستان کے تمام معتبر سیاسی رہنما الزام لگا چکے ہیں کہ اسرائیل اور سی آئی اے نے قادیانیوں کی معرفت ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مداخلت کی[2] ایسے ہی مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں قادیانیوں کے رول کے بارے میں منجملہ اور شواہد کے مظفر احمد کے خط کو پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے ۶ مارچ ۱۹۷۱ء کو اپنے ایک دوست کے نام لکھا جو بقول ان کے مغربی پاکستان کی ایک اہم سیاسی شخصیت کے بہت قریب تھا۔ انہوں نے ان کا نام ظاہر نہیں کیا۔ خط

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی ۹ مارچ ۱۹۷۱ء

[2] روزنامہ کوہستان راولپنڈی ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء

کالب لباب یہ ہے کہ اب مشرقی اور مغربی پاکستان کے ایک رہنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اب ان کو متحد رکھنے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ لہذا اب خوش دلی کے ساتھ علیحدگی کی فکر کرنی چاہئے۔ یہ وہ وقت تھا جب سیاسی جماعتیں اس امر کے لئے کوشاں تھیں کہ اس مسئلہ کا کوئی سیاسی حل نکل آئے تاکہ پاکستان کی وحدت قائم رہے چاہے اختیارات کی تقسیم میں کمی بیشی ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے خط میں سر ظفر اللہ لکھتے ہیں کہ اب امساک بالمعروف (اچھی طرح سے مل کر رہنا۔ قرآن نے یہ اصطلاح میاں بیوی کے تعلقات کے لئے استعمال کی ہے) ممکن نہیں رہا ہے۔ تسریح بالاحسان (نیک دلی کے ساتھ علیحدگی) کا راستہ رہ گیا ہے[1]

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے سر ظفر اللہ کی سرگرمیوں کے بارے میں اسمبلی میں سوال اٹھایا جسے مسترد کر دیا گیا[2] اس معاملہ میں اسرائیل اور بھارت کی دلچسپیاں اتنی واضح تھیں کہ مشہور ماہنامہ "الحق" کے مدیر محترم نے سقوط مشرقی پاکستان سے تین ماہ قبل ایک شذرہ میں کھلے خدشات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"ایک اطلاع کے مطابق بھارت کے قادیانیوں نے نام نہاد بنگلہ دیش کے لئے بھارت کی تمام پالیسیوں کی مکمل حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں "قادیان" کے مقام پر احمدیہ فرقہ کے ایک اجلاس میں بنگلہ دیش کے لئے بھارت کی پالیسی کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے مالی امداد دینے کا بھی اعلان کیا گیا۔ اور بھارتی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بنگلہ دیش تسلیم کرے۔ اجلاس نے اپنے فرقہ کے تمام افراد کو ہدایت کی کہ وہ بنگلہ دیش کی تحریک میں ہر ممکن تعاون کریں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس تعاون کی اپیل صرف بھارتی قادیانیوں سے کی گئی ہے یا دنیا بھر کے قادیانیوں سے مگر "قادیان" جیسے مرکز کی "تقدیس" دنیا بھر کے قادیانیوں کے لئے نظر انداز کرنی مشکل ہے۔ ہم اس خبر پر اپنی طرف سے کیا حاشیہ آرائی کر سکتے ہیں ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اور اس کے ساتھ سعودی عرب کے مؤقر جریدہ "البلاد" ۱۱ر ستمبر کی یہ اطلاع بھی پڑھئے جو ایڈیٹر نے پرجوش ایمانی جذبہ میں ڈوب کر اپنے ایڈیٹوریل میں دی ہے۔ کہ محمود قاسم نامی مجیب الرحمٰن کے کسی نام نہاد

---

[1] ظفر اللہ خان، دی ایجنی آف پاکستان، آکسفورڈ ۱۹۷۳ء ص ۱۵۳

[2] شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ، موتمر المصنفین اکوڑہ خٹک ص ۲۲۵

صاحب نے اسرائیل کا دورہ کیا۔ اسرائیل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور باقاعدہ وفد کے ساتھ دوبارہ اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ پورے جوش و خروش سے بنگلہ دیش کے موقف کو سراہا اور بیت المقدس میں اس کے لئے پریس کانفرنس کا انتظام کرایا گیا ۔ اسرائیل — بھارت — اور اس کے ساتھ قادیانیت کیا ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں تو نہیں ہیں۔ قادیانیت اسرائیل کو اپنا سرپرست بھی تصور کرتی ہے قادیانیت بنگلہ دیش کے لئے امداد کی اپیل بھی کر رہی ہے۔ اور قادیانیت پاکستان کی سلامتی اور تحفظ کی واحد علمبردار بھی بنی ہوئی ہے۔ یا للعجب۔ کیا تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف ایسی دھاندلی کی کوئی اور مثال بھی مل سکتی ہے؟ [1]

عرب علماء کی کنونشن

پاکستان کو دو لخت کرنے اور بین الاقوامی سازش میں اہم مہرے کے طور پر کام کرنے کے بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء تک قادیانیوں نے بھٹو حکومت سے گٹھ جوڑ کر کے جو مفادات حاصل کئے اور جن جن زاویوں سے سامراجی طاقتوں کے لئے کام کیا اس خونچکاں داستان کو تفصیلاً بیان کرنا ممکن نہیں۔ ہم اب اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور دورِ حاضر کے عرب مفکرین کے قادیانیت کے متعلق خیالات کو پیش کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ عرب ریاستوں میں قادیانیوں کو اچھی طرح سے پہچانا جانے لگا ہے۔ لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ مرزائی اپنے تئیں مسلمان ظاہر کر کے پاکستانی ہونے کی آڑ میں استعماری فرائض انجام دیتے ہیں۔ اسرائیل، سامراج اور نسل پرست حکومتوں نے ان کو اسلامی ممالک میں جاسوسی کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور ان کا پشتینی شیوہ رہا ہے۔

(۱) فاضل محقق محمد منیر القادری، رسالہ القادیانیۃ دمشق میں رقم فرماتے ہیں۔

”جب قادیانیوں نے عرب ممالک میں اپنی تبلیغ کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس بات پر بحث کی کہ کون سا شہر اور ملک ایسا ہو سکتا ہے جو ان کے مقاصد کے لئے بہترین ہو۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد ان کو حیفہ سے بہتر کوئی شہر اس مقصد کے لئے نہ مل سکا۔ اور اس پسندیدگی اور چناؤ کی محض وجہ انگریزی حکومت کی عملداری تھی جس کے زیرِ سایہ وہ اپنے لئے بہترین جائے امن و استقرار حاصل کر سکتے تھے

---

[1] مولانا سمیع الحق، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

اور اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لا سکتے تھے۔

آخر کار انہوں نے حیفہ میں اپنا تبلیغی مرکز قائم کیا جہاں سے وہ عرب ممالک میں اپنی دعوت اور اثر و رسوخ پھیلاتے رہے۔ انگریزی حکومت کے اختتام کے بعد انہوں نے فوراً اسرائیلی حکومت سے اپنی وفاداری ظاہر کر کے پوری پوری تندہی سے اپنا کام جاری رکھا۔ اور تا حال ان کا تبلیغی مرکز حیفہ میں موجود ہے۔ جہاں سے وہ براستہ فلسطین عرب ممالک میں داخل ہوتے ہیں۔[1]

(ii) رابطہ اسلامی کے جنرل سیکرٹری محمد صالح القزاز نے جون ۱۹۷۳ء میں دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور مسلمان ملکوں میں اس گمراہ فرقے کو اپنا اثر پھیلانے کی اجازت نہ دیں۔ ان کا یہ بیان رابطہ کے ترجمان اخبار العالم الاسلامی کی ۱۱ جون ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اخبار نے اپنے ادارتی کالم میں لکھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی پاکستان کے اتحاد و سالمیت کو پارہ پارہ کرنے میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ پاکستان کا اتحاد اور اس کی سالمیت ان کے عزائم کی تکمیل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔[2]

(iii) مکہ معظمہ کے ایک با اثر روزنامہ المدینہ نے قادیانیوں کے بارے میں سعودی اور دیگر اسلامی ممالک کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا جس میں ان علماء نے قادیانیت اور صیہونیت کے درمیان خفیہ رابطہ کا انکشاف کیا ہے اور کہا ہے کہ اس رابطے کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کر رہا ہے۔ مشترکہ بیان میں مزید کہا گیا کہ برطانوی استعمار نے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کرنے کی غرض سے قادیانیت کو جنم دیا تھا۔ اسرائیل کے زیر قبضہ مصری، شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیوں کے مراکز قائم ہیں۔ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں۔ قادیانیوں نے حال ہی میں ایک مرکز افریقہ میں منتقل کیا ہے۔ ان علماء نے اسلامی حکومتوں کے سربراہوں اور جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔ اور اپنے ممالک میں اس گمراہ فرقے کو کام کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اس بیان پر نائیجیریا کے الشیخ ابو سعید امین کیتی، الشیخ حسن المشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ حسنین المخلوف سابق مفتی مصر، الشیخ ابو بکر جیری، سعودی

---

[1] بحوالہ چٹان لاہور ۱۰ مئی ۱۹۷۳ء [2] بحوالہ چٹان لاہور ۹ جون ۱۹۷۳ء

عرب کے الشیخ محمد علوی المالکی - الشیخ اسماعیل زین - الشیخ محمد ندیم الظرفی - اور الشیخ عبداللہ بن سعد وغیرہ شامل ہیں۔[1]

(۱۷) روزنامہ البلاغ، طرابلس (لیبیا) نے ۱۰ نومبر ۱۹۷۳ء کو اپنے وقائع نگار کے حوالے سے تحریر کیا کہ قادیانی امت افریقہ میں عیسائی ریاستوں کی پناہ لے کر اسلامی ریاستوں کے خلاف جاسوسی اور مخبری کے فرائض انجام دے رہی ہے۔[2]

مسلم اکابرین اس حقیقت کو جان چکے ہیں کہ اسرائیل کی تاسیس میں قادیانیوں کا معتدبہ حصہ ہے اور یہ تحریک اور صیہونیت ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن یہودیوں کو قادیانی بنانے کے لئے نہیں بلکہ اسے ایسے اڈے کی حیثیت حاصل ہے جہاں سے اسرائیل کے لئے مسلمان ملکوں کے خلاف جاسوسی کی جاتی ہے اور جو عرب مسلمان اسرائیل میں موجود ہیں ان کے حوصلے پست کئے جاتے ہیں تاکہ اسرائیل کے خلاف ان کی قوت مزاحمت سرد پڑ جائے۔ قادیانی رضاکار عرب مجاہدین کی سیاسی اور گوریلا سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اسرائیلی فوج میں ملازمت کا حق حاصل ہے۔ لیکن عربوں کو قطعاً نہیں ہے۔ اس امر کا انکشاف لووال یونیورسٹی امریکہ کے شعبہ سیاسیات کے چیئرمین آئی ٹی نومانی نے اپنی تصنیف "اسرائیل۔ اے پروفیل" ص ۵، پر "مقدس سرزمین میں مذہب" کے زیر عنوان کیا ہے۔ یہ کتاب پال مال لندن سے شائع ہوئی ہے۔[3] قادیانی فریب کاروں نے پہلے تو اس کتاب کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ لیکن جب ثبوت بہم پہنچائے گئے تو انہیں خاموشی اختیار کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔ یہ حقیقت بھی منظر عام پر آچکی ہے کہ اسرائیل نے قادیانیوں کی وساطت سے عرب گوریلا اور چھاپہ مار تنظیموں کے خلاف کارروائیاں کیں۔ تنظیم آزادی فلسطین (PLO)، فلسطین تحریک مزاحمت (PRM)، الفتح، پاپولر فرنٹ (PF) اور چھاپہ مار تنظیم اے ال عیف میں قادیانی اثر و رسوخ حاصل کر کے ان کو داخلی طور پر سبوتاژ کرتے ہیں اور اسرائیل کے خصوصی آلہ کاروں کے طور پر کام کرتے ہیں۔[4]

---

۱ بحوالہ چٹان لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۷۳ء — ۲ بحوالہ چٹان لاہور - ۱۰ نومبر ۱۹۷۳ء

۳ ہفت روزہ ظاہر لاہور ۵/۱۱ اپریل ۱۹۷۶ء

۴ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نومبر و دسمبر ۱۹۷۳ء ص ۲۶

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کرکے ان کی مالی اور افرادی مدد کی۔ انہوں نے اس پارٹی کو تمام قادیانیوں کے ووٹ دلوائے۔ اور اپنے متعدد امیدوار بھی کامیاب کرالئے۔ [1]

اس گٹھ جوڑ کے زعم میں کئی قادیانی حکومت کے خواب دیکھنے لگے۔ ۱۹۷۳ء میں پاکستان ایئر فورس کے قادیانی سربراہ ظفر چوہدری نے درون خانہ سازش کی اور بعض اعلیٰ افسران کو جو ان کی راہ میں مزاحم تھے ریٹائر کروادیا۔ ان سینئر افسران نے حکومت کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا جس کے نتیجے میں ظفر چوہدری مستعفی ہوگئے۔ واضح رہے کہ پنڈی سازش کیس (۱۹۵۱ء) میں میجر جنرل نذیر احمد (سرظفر اللہ کے سمدھی) اور دیگر قادیانی افسروں نے سوشلسٹوں سے مل کر بزور حکومت پر قبضہ کرنے کی سازش کی تھی جو ناکام ہوئی۔

مئی ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ربوہ میں نشتر کالج ملتان کے طلباء پر بزدلانہ حملہ کیا۔ اور عوام کے غیظ وغضب کو دعوت دی۔ اس سے قبل ۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور کرلی تھی اور ملک کے طول وعرض میں مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ پاکستان میں بھی انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ واقعہ ربوہ کے بعد ایک زبردست عوامی تحریک چلائی گئی اور اس دیرینہ مطالبہ کو دہرایا گیا کہ قادیانیوں کو ملت اسلامیہ سے الگ کیا جائے۔ تحریک کے دوران ۵ جون ۱۹۷۴ء کو سرظفر اللہ نے لندن میں ایک پریس کانفرنس بلائی اس میں انہوں نے بین الاقوامی پریس کو نہ صرف غلط معلومات مہیا کیں بلکہ یہ بھی کہا کہ امریکہ میں احمدی جماعت امریکی وزارت خارجہ سے برابر رابطہ رکھے ہوئے ہے۔ انگلستان کے احمدی بھی برطانوی دفتر خارجہ سے تعلق پیدا کیں اور برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان کی توجہ بھی اس جانب مبذول کرائیں تاکہ برطانوی حکومت بھی اپنا موثر کردار ادا کر سکے۔ [2]

صیہونی پریس نے قادیانیوں کی اعانت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حکومت اسرائیل نے قادیانی مبلغ جلال الدین قمر کو یقین دلایا کہ اسرائیل کے حلیف ان کی ہر سطح پر مدد کریں گے۔ اور ان کے حق میں آواز اٹھائیں گے۔ برطانوی

---

[1] روزنامہ ندائے ملت لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء   [2] اخبار جسارت کراچی ۲۴ جون ۱۹۷۴ء

[3] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹ جون ۱۹۷۴ء

پارلیمنٹ کے بعض یہودی اراکین نے بھی قادیانیوں کے حق میں بیانات دیے۔ قادیانی مشن لندن نے اس تحریک کے دوران عالمی پریس کے ردِ عمل کو کتابی صورت میں مدون کیا۔[1] اس میں پرو جیوش (یہود نواز) پریس کے تبصرے مطالعے کے لائق ہیں۔

مسلمانوں کی بے پناہ استقامت اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین میں ترمیم ہوئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ گو اس ضمن میں ابھی بعض اہم امور حل طلب ہیں پھر بھی یہ ایک عظیم کام تھا۔ عرب ممالک نے اس موقع پر قابلِ قدر اسلامی اخوت کا مظاہرہ کیا۔

اسرائیلی گروپ سے ربط ضبط

تحریک ختم نبوت کے بعد قادیانیوں نے یورپ، افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں پاکستان کو بدنام کرنے کی زبردست تحریک چلائی۔ پاکستان میں یہ لوگ انڈر گراؤنڈ چلے گئے تاکہ عوام کے احتساب سے اپنی جان چھڑا سکیں لیکن درونِ خانہ ان کی سازشیں جاری رہیں۔

جولائی ۱۹۷۶ء میں امریکہ، برطانیہ، فرانس اور مغربی جرمنی کے سات یہودیوں کا ایک گروپ پاکستان میں سیاحوں کے بھیس میں وارد ہوا۔ انہوں نے پہلے ایک مقامی ہوٹل میں قیام کیا پھر راولپنڈی کے ایک علاقے ڈھوک چراچہ نزد سٹلائٹ ٹاؤن میں اپنا مرکز قائم کیا اور اپنی تنظیم "چلڈرن آف گاڈ" یعنی بنی اسرائیل کا پرچار کرنے لگے۔ انہوں نے جدید یہودیت کا پرچار شروع کیا۔ صبح کے وقت یہ نام نہاد مبلغ شہر میں ٹولیوں کی صورت میں گھومتے اور لوگوں میں میل جول پیدا کرتے۔ عوام نے جب مقامی قادیانی جماعت کے مربی دین محمد شاہد اور کئی دوسرے قادیانیوں کو شہر کے مختلف مقامات میں ان کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھا تو وہ چوکنے ہو گئے اور اس امر کی اطلاع متقدر علماء، حزب اختلاف کے رہنماؤں اور پیپلز پارٹی کے بعض افراد کو بہم پہنچائی گئی۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو فون پر قادیانی، یہودی ربط ضبط سے آگاہ کیا گیا۔ اور بعض رسائل اور اخبارات کے نمائندوں کو اس گٹھ جوڑ کی ٹوہ لگانے پر مامور کیا گیا۔

آخر کار وفاقی حکومت نے چھان بین کرنے کے بعد ۲ اگست ۱۹۷۶ء کو "چلڈرن آف گاڈ" نامی اس

---

[1] بلی اے ڈیق، فرام دی ورلڈ پریس، لندن

یہودی تنظیم کو خلاف قانون قرار دیا اور اعلان کیا کہ اسے اسرائیل کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اس تنظیم کے تین ارکان امریکی یہودیوں رونالڈ کیشلر۔ کارول کیشلر اور سپنسر ڈوڈنا۔ دو برطانوی یہود مسٹر رابرٹ فلوائڈ اور مسٹر لیسلی فورڈر۔ مغربی جرمنی کے مسٹر پوٹر ساسی اور فرانس کی مس سبیکہ کو بلیک لسٹ قرار دے کر انہیں پاکستان سے نکال دیا گیا۔[1]





[1] روزنامہ ڈان کراچی۔ ۸ راگست ۱۹۷۶ء